نوٹ: بجھ نہ جائے دِل دِیا کی ہر قسط صرف پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر لگائی جائے گی۔

بجھ نہ جائے دل دیا

26-30

ابان جو اس سے جواب طلبی کو سہر وردی ہاؤس جا رہا تھا اسے اپنے سامنے پا کر صرف ایک سیکنڈ کو حیران ہوا اور خود کو سنبھال گیا اور اسے دیکھنے لگا کچھ عرصہ سے ابرج کے چہرے پر جو مارنے مرنے والے جذبات کی لہریں اٹھتی سی محسوس ہوتی تھیں آج وہ لہریں معدوم تھیں۔اس کے چہرے پر ندامت کے رنگ اتنے گہرے تھے کہ ابان اس کی شکل دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ وہ در مکنون کی ڈائری پڑھ کر آیا ہے۔

ابرج آتو گیا تھا لیکن اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا اور ابان کی نظروں کے سوال پر وہ نظر ہی چرا گیا۔

"مکنون' کہاں ہے ؟" ابان اسے اندر لے آیا اور کافی دیر کی خاموشی کے بعد بہت ہموار لہجے میں پوچھ گیا۔

"میں نہیں جانتا' مکنون کہاں ہے ؟" ابرج سہر وردی کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"آپ کی بیوی آج صبح سے گھر پر نہیں ہے اور آپ 'اتنے آرام سے بول رہے ہیں کہ آپ 'نہیں جانتے کہ وہ ہے کہاں؟" عابیہ جو ابرج کو دیکھ ہی چونک گئی تھی۔ شوہر کے سوال اور ابرج کے جواب پر بھڑک اٹھی۔ ابرج کو گھورتے ہوئے بولی۔ابان سے بھی غصہ قابو کرنا مشکل ہو گیا۔

"مکنون رات کے کس پہر گھر سے گئی میں نہیں جانتا۔۔۔اس نے جانے سے پہلے مجھے بتایا نہیں۔۔۔ صبح چھ بجے اس نے گھر چھوڑ کر جانے کا بتانے کے لئیے ایک میسیج کیا تھا جو میں نے صبح آٹھ بجے آفس جانے سے پہلے دیکھا۔" وہ ابان کا غصہ محسوس کرتے ہوئے تفصیل سے بولا۔

"آپ نے اس کا میسیج دیکھنے کے بعد اسے کال کی یا میسیج کا ریپلائی کیا؟" عابیہ نے پھر مداخلت کی۔

"نہیں' مجھے یہی لگا تھا کہ رات جو بھی ہوا اس کا غصہ ظاہر کرنے کو وہ بخاری ولاز چلی گئی ہے میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ آپ لوگوں کے پاس نہیں آئی۔" وہ اب کے گہری سنجیدگی سے 'سچائی بیان کر گیا۔رات کے ذکر پر ابان کے ماتھے کی سبز رگ ابھر آئی جبکہ عابیہ لاعلمی کے باعث کوئی رد عمل ظاہر نہ کر سکی۔

"جب علم ہی نہ تھا کہ مکنون کہاں ہے تو آنٹی' نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا؟" عابیہ قدرے ناگواری سے ابرج کو دیکھتے ہوئے' پوچھ گئی۔

"میں نے' صبح ماما سے یہی کہا کہ مکنون' بخاری ولاز گئی ہے جب تمہاری کال ماما کے پاس گئی تو انھیں کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا اور جھوٹ اس لیئے بولا کہ وہ حقیقت سے لاعلم تھیں اور نہیں چاہتی تھیں کہ آپ لوگ پریشان ہوں اس لیئے انھوں نے حقیقت سے باخبر ہونے تک جھوٹ بول دیا۔ اور ماما کی تفتیش پر ہی مجھے علم ہوا کہ مکنون یہاں نہیں آئی۔" ابرج سہروردی قدرے شرمندگی سے لیکن تفصیل سے بولا۔

"حقیقت کھلنے کے بعد بھی معصومہ آنٹی' بہت مطمئن سی گھر بیٹھی رہیں۔۔۔ خود بیٹی کی ماں ہیں اور دوسرے کی بیٹی جسے بہو بنا کر لے گئی تھیں اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوا اور وہ گھر سے چلی گئی تو اس کی تلاش کے لیئے کوئی کوشش تک نہ کی۔" عابیہ کا لہجہ جتنا نارمل تھا الفاظ اتنے ہی سخت تھے۔ وہ کڑے تیوروں کے ساتھ استفسار کر رہی تھی۔

"ماما' اس سب میں قصوروار نہیں ہیں بہتر ہو گا آپ لوگ سوال' جواب مجھ سے کرو۔" وہ عابیہ کی بات درمیان سے کاٹ کر بولا۔

"آپ سے کیا بات کریں ابرج صاحب' آپ میں تو اتنی غیرت بھی نہیں ہے کہ بیوی گھر سے لاپتہ ہے اس کو ڈھونڈنے کی کوشش کر لیتے۔۔۔" وہ مصلحت کا چولا اتار کر گرج کر بولی۔ ابرج نے مٹھیاں بھینچ لیں وہ کچھ کہنے کو تھا کہ عابیہ نے سخت لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔

"یہ یاد رکھیں ابرج بھیا کہ جسے ابان کی بہن ہونے کی سزا دیتے رہے ہیں آپ' وہ آپ کے نکاح میں ہے۔ اور اس کے ساتھ کچھ بھی غلط ہوا تو سزا ابان کا ہی نصیب نہیں ہو گی۔ آپ خود سے نظر ملانے کے بھی قابل نہیں رہو گے۔" عابیہ کے انداز میں ملامت اور غصہ کی آنچ تھی۔

"عابیہ۔۔۔ پلیز تم چپ رہو' مجھے کر لینے دو بات۔۔۔" وہ ابرج کو سخت سست سناتی جا رہی تھی اور وہ لب بھینچے سرخ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ تب ابان نے بیوی کو غصہ سے دیکھتے ہوئے چپ رہنے کی تلقین کی تھی۔

"آپ' ہمیشہ مصلحت پسندی کے ہاتھوں مار کھا جاتے ہیں۔ مجھے پوچھ لینے دیں۔ ان سے کہ کیا انھوں نے مکنون کو لاوارث سمجھا تھا۔" وہ کہتے ہوئے رو پڑی۔ وہ اب تک نائٹی پر عبایا پہنے ہوئے تھی خون چہرے اور عبایا پر جوں کا توں لگا تھا وہ وہاں سے جا ہی کب پائی تھی۔

"تم کچھ نہیں جانتی ہو عابیہ اس لیئے بہتر ہو گا کہ تم چپ رہو۔" وہ عابیہ کو دیکھتے ہوئے چبا چبا کر بولا۔ محسن کی بہن کی حیثیت سے وہ اسے جانتا تھا کافی حد تک بات چیت اور قدرے بے تکلفی بھی رہی تھی۔ اس وقت بھی اس کا انداز ڈپٹنے والا تھا جیسے وہ خود سے چھوٹی بہن کو کسی معاملے سے دور رہنے کی ہدایت کر رہا ہو۔

"میں سب جانتی ہوں لاعلم تو آپ ہیں۔" وہ ترنت بولی۔ ابان کی ہمت جواب دے گئی۔

"عابیہ' اب ایک لفظ مت بولنا۔" وہ ابان کے کڑے لہجے میں سرزنش کرنے پر لب بھینچ گئی۔

"عابیہ' مجھے بے غیرتی کا طعنہ مت دو' میرے وہم وگمان میں یہ نہ تھا کہ مکنون کہیں اور بھی جاسکتی ہے اس کے باوجود میں نے صبح اسے کال کی تھی لیکن اس کا نمبر بند تھا۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔ مکنون اس کی محبت اور سب سے بڑھ کر اس کی عزت تھی۔ وہ چاہے غصہ میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک کر گیا تھا مگر اس کی طرف سے لاپرواہ نہیں ہوسکتا تھا۔ میسیج آٹھ بجے دیکھا تھا اور دماغ کے روکنے کے باوجود وہ ٹھیک گیارہ بجے در مکنون کا نمبر ڈائل کر گیا تھا اور نمبر آف کی صورت میں اس کا پارہ مزید ہائی ہوگیا تھا۔

"مکنون کا نمبر ہی تو آف آرہا ہے اسی لیئے تو میں بھی پریشان ہوکر لینڈ لائن پر کال کر گئی تھی۔" عابیہ اب کے متفکر سی بولی۔

"نمبر آف ملا تو میں نے پھر ٹرائی نہیں کیا اور میں آفس سے واپسی پر ہاسپٹل چلا گیا تھا۔ اس لیئے گھر تاخیر سے پہنچا تھا۔ واپسی پر ماما نے مجھ سے مکنون کا پوچھا تو مجھے علم ہوا کہ وہ بخاری ولاز میں نہیں ہے میں کچھ سوچ پاتا کہ کرتا اس سے قبل ابان کی کال آگئی اور میں غصہ میں ابان سے بہت کچھ کہہ گیا لیکن مکنون میری بیوی ہے اور گھر سے غائب ہے اور مجھے اس کی تلاش کے لیئے کسی سراغ کی ضرورت ہے اس لیئے میں آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔" ابرج کا لہجہ تھکن سمیٹ لایا تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ ڈائری پڑھ کر جو احساس ندامت نے اسے جکڑا تھا۔ وہی اسے ان تک لایا تھا۔ ورنہ وہ آج بھی ابان کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"ہم لوگوں کو پولیس میں رپورٹ کروانی چاہیے۔" خاموشی سے ان سب کی باتیں سنتیں نوراں بوا خود کو بولنے سے روک نہ پائیں۔

"رپورٹ کروانا قبل از وقت ہوگا۔ اس طرح بدنامی بھی بہت ہوگی اس لیئے پہلے اپنے طور پر تلاش کرلینا زیادہ مناسب رہے گا۔" عابیہ نے بوا کے مشورے کی نرمی سے مخالفت کی تھی اور ابان سے بولی۔

"ابان' آپ کے کوئی عزیز رشتے دار جہاں آپ کو لگتا ہو مکنون جاسکتی ہے؟" عابیہ نے چہرے پر فکروں کا جال لیئے مضطرب سے کھڑے ابان سے پوچھا۔ جس پر اس نے نفی میں گردن ہلادی۔

"ہم لوگوں کا کوئی بھی ایسا جاننے والا نہیں ہے جہاں مکنون جاسکے۔" ابان کے انداز میں شکست اور بہن کے لیئے فکر تھی۔

"آپ نے اپنے چوکیدار سے پوچھا کہ مکنون کس وقت گئی تھی اس کے بعد ہی اسٹیشن' ایئرپورٹ اور ہاسپٹل وغیرہ میں انکوائری کی جاسکے گی۔" عابیہ کافی سمجھداری کا ثبوت دے گئی تھی۔ ساکت کھڑے ابرج نے اثبات میں گردن ہلادی

کہ وہ آتے ہوئے چوکیدار سے تفصیل پوچھ آیا تھا۔

"چھوٹی بی بی' کوئی چار بجے کے قریب آکر بولیں کہ گیراج کی لائٹس آن نہیں ہو رہیں اور انھیں کچھ تلاش کرنا ہے لہذا میں لائٹس دیکھ لوں۔ میں نے بی بی کے حکم کی تعمیل کی۔ لائٹس ٹھیک تھیں۔ بتانے کے لیئے واپس آیا تو بی بی موجود نہ تھیں۔" ابرج نے چوکیدار کی بتائی تفصیل من و عن دہرا دی۔

درمکنون نے اپنا بیگ سائیڈ پر رکھ چھوڑا تھا اس نے لائٹس کے بہانے سے چوکیدار کو گیٹ سے ہٹایا اور اس کے منظر سے ہٹتے ہی وہ بڑی خاموشی سے' دبے پاؤں اپنا بیگ اٹھائے گھر سے نکل گئی تھی۔ چوکیدار یہ جان نہیں سکا تھا کہ مکنون اندر جانے کی بجائے باہر نکل گئی ہے۔

تفصیل سن کر ابان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا جبکہ عابیہ بھی چپ کی چپ رہ گئی تھی اور ذہن کے گھوڑے دوڑاتی یکدم چونک اٹھی تھی۔

"کہیں مکنون حیدرآباد' کشمالہ کے پاس تو نہیں چلی گئی؟" عابیہ کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا گویا وہ مکنون تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ عابیہ کی بات ابان کے دل و دماغ کو لگی تھی۔ اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ مکنون کو گھر سے نکلے تقریباً سترہ' اٹھارہ گھنٹے ہو گئے تھے۔ رات کی آدھی پہر اسے کشمالہ کو کال کرنا غیر مناسب لگا مگر حالات کے پیش نظر وہ اخلاقی ضابطہ کو مد نظر نہ رکھ سکا اور اس نے کشمالہ کا نمبر ڈائل کیا اور بہت محتاط انداز میں اس سے مکنون کے بارے میں پوچھا لیکن کشمالہ کے صاف جواب نے امید کی آخری کرن بھی بجھا ڈالی۔

"مکنون' وہاں کشمالہ کے گھر پر نہیں ہے۔ ہمیں اپنے طور پر ہی تلاش کا سلسلہ شروع کرنا ہو گا۔" وہ بے دلی سے موبائل صوفہ پر ڈالتا۔ شکست سی محسوس کرتا۔ ابرج کو دیکھنے لگا جو لب بھینچے کھڑا تھا۔ وہ ابرج کو برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ اس پر غصہ کر کے اپنی بہن کا پوچھنا چاہتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں اس وقت بھی اتنی نفرت تھی کہ ابان صبر کے گھونٹ پیتا رہا تھا کہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ درمکنون یوں اس پر غصہ کرنے سے نہیں ملے گی س لیئے نوراں بوا کی ہوش پر جوش کو حاوی نہ ہونے دینے کی نصیحت پر عمل کرنا ہی زیادہ مناسب تھا لیکن اس نے ابرج کے ساتھ مکنون کو ڈھونڈنے نکلنے سے قبل ہی تہیہ کر لیا تھا کہ وہ بہن کو باحفاظت ڈھونڈ لینے کے بعد ابرج سے دوٹوک بات کرے گا۔ ابرج اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا تو وہ اسے سچائی بھی بتا دے گا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ نوبت آئے گی ہی نہیں۔ اس کو بدنام کرنے والے خود اس کی گواہی دیں گے۔ اس کی تباہی کے لیئے ایجاد کئے آلے اس کی بے گناہی کا ثبوت بن جائیں گے۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

وہ دونوں بخاری ولاز سے نکل گئے تھے۔ چاہے ابرج کو اس کی شکل زہر لگ رہی تھی لیکن وہ ضبط کا مظاہرہ کرتا ابان کے ساتھ مل کر درمکنون کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

مکنون اپنی مرضی سے گھر سے گئی تھی۔ اس کے باوجود ان دونوں نے بلامبالغہ کراچی کے تمام ہاسپٹل' ریلوے اسٹیشن' ائیرپورٹ اور یہاں تک کے بس اڈے بھی چیک کر لیئے تھے لیکن انھیں کسی طرح کی انفارمیشن نہیں مل سکی تھی اور وہ دونوں نہ چاہتے ہوئے بھی ناکام و مراد ہوتے گھر لوٹ گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

پیام آئے ہیں اس یار بے وفا کے مجھے
جسے قرار نہ آیا کہیں بھلا کے مجھے
جدائیاں ہوں تو ایسی کہ عمر بھر نہ ملیں
فریب دو تو ذرا سلسلے بڑھا کے مجھے
نشے سے کم تو نہیں یاد یار کا عالم
کہ لے اڑا ہے کوئی دوش پر ہوا کے مجھے
میں خود کو بھول چکا تھا مگر جہاں والے
اداس چھوڑ گئے آئینہ دکھا کے مجھے
تمہارے بام سے اب کم نہیں ہے رفعت دار
جو دیکھنا ہو تو دیکھو نظر اٹھا کے مجھے
کھنچی ہوئی ہے مرے آنسوؤں میں اک تصویر
فراز دیکھ رہا ہے وہ مسکرا کے مجھ

درمکنون کو گھر سے گئے دوسرا دن تھا۔ آج بھی وہ اسے ڈھونڈتا رہا تھا اور تھک ہار کر ابان اور ماں کے متفقہ فیصلہ کی روشنی میں اس نے ابان کے ساتھ جا کر پولیس میں گمشدگی کی رپورٹ درج کروادی تھی۔ انسپکٹر کے ذو معنی سوال ہرگز

بھی قابل برداشت نہ تھے لیکن وہ صبر کے گھونٹ بھر کر آیا تھا۔ اس نے انسپکٹر کی بکواس سن کر ان سنی کر دی تھی کہ اسے اندازہ تھا کہ معاملات اب اس کی پہنچ سے دور نکل گئے ہیں۔

آج اسے اپنا آپ کس قدر ظالم اور ناانصاف لگ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں بے بسی کی لالی تھی۔

وہ آج اپنا احتساب کر رہا تھا۔

اچھا بیٹا، اچھا بھائی، اچھا بھانجا، اچھا کزن، اچھا دوست۔۔۔۔ لیکن ایک بہت برا شوہر۔۔۔۔۔

انسان اپنی بہن بیٹی کے لیئے جتنا حساس ہوتا ہے۔ دوسرے کی بہن بیٹی کے لیئے اتنا ہی پتھر ثابت ہوتا ہے۔

وہ اپنی بڑی بہن عائشہ کو روتے نہ دیکھ سکا تو اس کی نند عائلہ سے شادی کے لیئے تیار ہو گیا۔۔۔

چھوٹی بہن کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہ ہوئے تو ایک موٹر میکنک کو اپنے سرکل میں موو کرنے قابل بنا کر بہن کی خوشی کے لیئے اس سے بہن کی شادی کر دی۔۔۔

دوست کی آنکھوں میں آنسو اچھے نہ لگے تو دوسرے کی زندگی ہی آنسو بنا دی۔۔۔۔۔

درمکنون کو کتنا ستایا' کتنا تڑپایا اور کبھی اس کا درد محسوس تک نہ کیا اور اب وہ اس سے دور چلی گئی تھی تو اپنا رویہ یاد کر کے خون کے آنسو رو رہا تھا۔

"مکنون' بس ایک بار واپس آجاؤ۔۔۔ تمھارے پیروں میں پڑ کر اپنے ہر ناروا سلوک اور بدتمیزی کی معافی مانگ لوں گا۔۔۔ بس تم لوٹ آؤ۔۔۔۔" وہ رو نہیں رہا تھا لیکن آنسو دامن دل کو بھگوتے جا رہے تھے۔

سنو تم لوٹ آؤ نا
تم بن دل نہیں لگتا
کبھی تو رات نہیں ڈھلتی
اور اکثر دن نہیں چڑھتا
بارونق شہر میں مجھ کو
کچھ بھی اچھا نہیں لگتا
میری آنکھیں دکھتی ہیں
میں سکوں سے سو نہیں سکتا

http://paksociety.com

سنو تم جب سے دور ہو گئے ہو
مجھے نفرت سی ہو گئی ہے
خود اپنی ہی باتوں سے
خود اپنے ہی خوابوں سے
اپنی پُر نَم آنکھوں سے
اُکھڑی اُکھڑی سانسوں سے
سنو میرا بس نہیں چلتا
میں باتیں چھوڑ دوں کرنا
میں خوابوں کو زہر دے دوں
میں آنکھیں نوچ لوں اپنی
میں سانسیں روک دوں اپنی
مگر کچھ کر نہیں سکتا
میں اتنا بے بس ہوں کے
میں خود ہی مر نہیں سکتا
سنو تم لوٹ آؤنا
کے تم بن دل نہیں لگتا
میں جینا تو چاہتا ہوں
میں تم بن جی نہیں سکتا
سنو تم لوٹ آؤنا

رات کے دس بج گئے تھے اسے پولیس اسٹیشن سے آئے کوئی دو گھنٹہ ہو گئے تھے لیکن اسے نہ کھانے کا ہوش تھا، نہ پانی کا۔۔۔ وہ احتساب کے عمل سے گزرتا مکنون کی ڈائری پڑھ رہا تھا۔۔۔ اس کے لفظوں سے اس کی خوشبو محسوس کرتا بے کل ہوا جا رہا تھا۔۔۔ دل سے صدائیں نکل رہی تھیں۔۔۔ جانے یہ سلسلہ کب تک چلتا کے اس کی توجہ ملازمہ کی طرف مبذول ہو گئی جو سید ابان بخاری اور ان کی مسز کی آمد کی اطلاع کے ساتھ آئی تھی۔ وہ پاؤں میں قینچی چپل پھنساتا اس گماں

میں تیزی سے باہر نکلا کہ دو گھنٹہ پہلے ہی تو ابان اپنے گھر گیا تھا اس کا پھر چلے آنا شاید کوئی خوش آئند خبر کے سبب ہو لیکن ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ اس کی سوچ محض اس کی خوش فہمی تھی۔

وہ' ابان کی گاڑی میں اپنا سیل فون بھول گیا تھا۔ ابان گھر پہنچا تھا اور اس نے عابیہ کی بینڈیج چینج کرتے ہوئے زخم کو گہرا پا کر ڈاکٹر کو دکھالینا مناسب سمجھا تھا۔

اور عابیہ کے بہت کہنے کہ "آپ تھکے ہوئے آئے ہیں' مجھے بالکل درد نہیں ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ نظر انداز کرتا اس کے چہرے کو دیکھ اس کی تکلیف محسوس کرتا اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا واپسی پر عابیہ کی نظر سیل فون پر پڑی تھی اور وہ لوگ سہر وردی ہاؤس آگئے تھے۔ بہن کی غیر موجودگی میں بہن کے گھر آنا کیسا اذیت ناک تھا کوئی یہ ابان سے پوچھتا۔ ابرج چپ کر کے بیٹھ گیا تھا اور وہ لوگ جانے کے لیئے جیسے ہی کھڑے ہوئے معصومہ سہر وردی نے انھیں چائے پی کر جانے کے لیئے بہت اصرار کیا لیکن ابان پھر کبھی پر ٹالتا کھڑا ہو گیا۔ عابیہ نے اس کی تقلید کی اسی وقت ملازمہ نے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ نام سن کر ابان نے لب بھینچ لیئے ملازمہ کی رہنمائی میں وہ ڈرائنگ روم میں چلا آیا جہاں اس وقت ابرج سہر وردی کے ساتھ ایلیفیہ کے والدین اور معصومہ سہر وردی موجود تھیں۔ اور نو وارد بھی اسے دیکھ کر چونکا لیکن لمحہ کے ہزارویں حصہ میں وہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے سب پر سلامتی بھیجی اور ابان کو بیٹھنے کا کہتا سنگل صوفہ پر بیٹھ گیا۔ ارمش کی ہدایت پر عمل کرنے کا ابان کا کوئی ارادہ نہ تھا اس نے قدم بڑھائے تب ہی ارمش چوہدری کی آواز گونجی۔

"ابان' کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔ تم سے زیادہ تمھاری بیگم کی یہاں موجودگی ضروری ہے۔" ارمش کی بات پر وہ سب ہی چونکے۔ ابان نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔ وہ بہت مطمئن لگا۔ آنکھ میں ٹھہری ندامت اور سب کچھ ٹھیک کرنے کی ہلکورے لیتی چاہ۔۔۔ وہ بڑی خاموشی سے صوفے پر آن بیٹھا۔ عابیہ اس کی تقلید میں اس کے ساتھ آن بیٹھی۔

"سب خیریت ہے ارمش' اتنی رات گئے کیسے آنا ہوا۔؟" شارق آغا کے لب ہلے۔ اس نے ایک نظر انھیں دیکھا کچھ عرصہ قبل وہ کتنے صحت مند و توانا لگتے تھے اور بیٹی کی بیماری نے جیسے ان کی تمام توانائیاں ہی نچوڑ لی تھیں۔ احساس شرمندگی سوا ہونے لگا اور اس نے نگاہ ہٹائی اور بہت مضبوط لہجے میں اپنے آنے کا مقصد کہہ دیا۔ وہ سب محض حیران ہوئے کیونکہ ابھی لاعلم تھے جبکہ ابان وہ بے یقینی سے ارمش کو دیکھنے لگا وہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ ارمش اپنے منہ سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے گا لیکن ایسا حقیقت میں ہو رہا تھا۔۔۔۔

"میں آپ سب لوگوں کے سامنے کچھ حقیقتیں کھولنے اور اپنے ہر جرم کا اعتراف کرنے آیا ہوں۔" وہ ابرج سہر وردی کو دیکھتے ہوئے بہت ہموار لہجہ میں بولا۔ ڈرائنگ روم میں موجود باقی چاروں نفوس حیرت کے زیر اثر چلے گئے۔

"ہم سمجھے نہیں۔۔۔" شارق آغا بولے۔

"میں سب سمجھادوں گا۔۔۔ دکھا بھی دوں گا۔۔۔ بس اس کے لیئے ضروری ہے کہ ہم لوگ ٹی وی لاؤنج میں چلیں۔۔۔ میں آپ سب کو ایک سی ڈی دکھانا چاہتا ہوں اس کے دیکھنے کے بعد میرے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔" ارمش چوہدری غیر معمولی سنجیدہ تھا۔

"کیسی سی ڈی؟" آسیہ آغا کے لب ہلے۔

ابان غیر معمولی سنجیدہ ارمش کو عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ابرج کچھ کہتا کہ اس کا سیل بجنے لگا۔

"آپ سب لوگ ٹی وی لاؤنج میں چلیں اور ماما آپ کسی ملازم سے سی ڈی پلئیر پر سی ڈی آن کروائیں میں کال ریسیو کر کے آتا ہوں۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے معصومہ سہروردی سے بولا اور ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ وہ جس وقت فون پر بات کر کے لاؤنج میں پہنچا۔ وہ سب اس کے ہی منتظر تھے۔

"تم کس اعتراف جرم کی بات کر رہے ہو؟" ابرج نے اس سے پوچھا۔

"ایلیفیہ' کی اس حالت کا ذمہ دار سید ابان بخاری نہیں' میں ہوں۔" وہ ابرج کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے خوفی سے' نتائج کی پرواہ کیئے بنا بولا۔ اسے نتائج کی پرواہ ہوتی تو وہ یہاں آتا ہی کیوں؟ وہ تو احساس جرم میں گرفتار اپنے ضمیر کی ملامت اور ارباز کے سمجھانے پر یہاں آیا تھا۔ کافی وقت گزار کر آیا تھا لیکن اس نے بہر حال ایک کڑا فیصلہ کر کے سب کو سچائی بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لیئے وہ تمام ثبوتوں کے ساتھ آیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" وہ تینوں (ابرج' شارق' معصومہ) صوفوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شارق آغا اس کے سامنے آتے ہوئے بولے۔

جبکہ آسیہ آغا تو سن سی بیٹھی رہ گئی تھیں اور عابیہ و ابان کے چہرے اطمینان کا مظہر بن گئے تھے۔

"وہی جو آپ سب نے سنا۔" ارمش کے اطمینان میں فرق نہ آیا۔

"پہلیاں نہ بجھواؤ جو کہنا ہے صاف کہو۔" ابرج بے یقینی سے نکلتے ہوئے سرد لہجہ میں بولا۔

"میں آپ سب کو حقیقت دکھانا چاہتا تھا لیکن تم چاہتے ہو کہ میں صاف کہوں تو بات صرف اتنی سی ہے کہ تم جو سمجھتے ہو کہ ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ ابان نے ڈالا تھا تو تم غلط ہو کیونکہ ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ میں نے ڈالا تھا۔" ارمش چوہدری کا صاف' بے لچک انکشاف سے بھرا لہجہ ان چاروں کے پیروں تلے سے زمین کھینچ گیا۔ عابیہ کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے۔ ابان' سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابرج کی تو پہلی ہی بات پر وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"یہ کیا بکواس ہے ارمش۔؟" شارق آغا کی آواز کانپ رہی تھی۔

"بکواس تو اب تک کرتا رہا ہوں آج تو سوائے سچ بولنے کے میرے لبوں سے ایک لفظ اضافی ادا نہ ہوگا۔" وہ

آنکھوں میں سرخی لیئے انھیں دیکھنے لگا۔ معصومہ سہر وردی نے کانپتی ہوئیں آسیہ آغا کو بازوؤں میں تھام لیا۔ارمش نے بلا تکان سانس لیئے بنا دس منٹ میں اپنے ہر جرم کا اعتراف کر لیا کہ کیسے اس کی محبت ضد بنی اور انا کا مسئلہ بن گئی۔ کیسے اس نے سید ابان بخاری کو بلیک میل کیا۔ کیسے ابان اس کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلی بن گیا۔ وہ مزید کہہ رہا تھا کہ ابرج نے ضبط کھوتے ہوئے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔

"زلیل انسان کتنا بھروسہ کیا تم پر اور تم۔۔۔" وہ اس کے منہ پر لگاتار تین طمانچے لگا گیا تھا۔ معصومہ سہر وردی نے ہی در میان میں آکر اسے دور دکھیلا تو وہ کف اڑانے لگا۔

"تم حقیقت سے باخبر ہو کر مجھے جان سے مار دو گے تو بھی میں اف تک نہیں کروں گا لیکن پہلے میرے کارنامے دیکھ لو تا کہ مجھے سولی چڑھاتے تمھیں کوئی افسوس نہ ہو۔" ارمش نے نچلے ہونٹ سے رستے خون کو داہنے ہاتھ کے کف سے رگڑا اور آگے بڑھ کر سی ڈی پلے کرنے کے لیئے ریموٹ اٹھالیا۔

"میں شاید اپنے منہ سے وہ سب گھٹیا سازشیں نہ کہہ سکوں اس لیئے میرا اصل مکروہ چہرہ آپ سب دیکھ لیں۔" اس نے کہتے ساتھ ہی سی ڈے پلے کر دی۔ جیسے ہی ایلیفیہ کی آواز کانوں میں پڑی ان چاروں کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جا ٹھہریں۔ منظر حیرانی کا باعث تھا۔ ایلیفیہ اور ابان آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایلیفیہ روتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی اور ابان گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ ارمش نگاہ جھکائے کھڑا تھا۔وہ چاروں دم سادھے ویڈیو دیکھ رہے تھے۔ سانس تو سینے میں عابیہ کی بھی اٹک گئی تھی وہ روتے ہوئے کبھی ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی اور کبھی انچ بھر کے فاصلے پر بیٹھے ابان کو دیکھ رہی تھی۔ کیا تھا یہ شخص جس نے دو لڑکیوں (کشمالہ اور ایلیفیہ) کی عزت اور بھرم رکھتے اپنے اور اپنی بہن کے لیئے عذاب مول لے لیئے تھے۔اتنا بے غرض کون ہوتا ہے؟ وہ ابان کو دیکھتی، روئے جا رہی تھی۔ اور ماضی کے کچھ ادھورے پنے ان سب کے سامنے کھل گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

نفسِ سَرد کی تاثیر شبِ غم دیکھو
شمع کو تا بہ سحر میں نے پگھلنے نہ دیا
بد گماں تھا کہ تپ ہجر نہ کم ہو جائے
اُس نے کافور مری لاش پہ ملنے نہ دیا
اس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ
دل میں رہنے نہ دیا منہ سے نکلنے نہ دیا

http://paksociety.com

شوق نے راہ محبت میں اُبھارا لیکن
ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا
اے شبِ ہجر ترا خلق پہ احسان ہو گا
حشر کے دن کو اگر تو نے نکلنے نہ دیا
کسی صورت نہ بچا عشق کی رسوائی سے
کہ مجھے نام بھی غیرت نے بدلنے نہ دیا

"نفس کی تسکین کو آئے تھے تو ذرا آنکھوں میں ہوس بھی بھر لاتے۔" وہ اس کا گریبان جھنجھوڑتی۔ ہچکیوں سے روتی۔ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

ابان کو لگا جیسے آسمان اس کے سر پر آن گرا ہے۔

"مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی کہ آپ میرے ساتھ ایسا بھونڈا مذاق کریں گے۔۔۔" وہ دوزانو زمین پر بیٹھی روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔

"تمھیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے۔۔۔ میرا آدھی رات کو یہاں تمھارے گھر ہونا تمھیں مذاق لگ رہا ہے۔۔۔۔" وہ حلق کے بل چیخا۔

"ہاں لگ رہا ہے مذاق کہ آپ منہ سے کہہ رہے ہو کہ آپ یہاں مجھ سے اپنے نفس کی تسکین کو آئے ہو۔۔۔ لیکن آپ کی آنکھوں میں مجھے ہوس کے ڈورے نظر نہیں آ رہے۔" وہ اٹھ کر عین اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی اس نے نظر جھکا دی۔

"نفس کی تسکین کو آنے والے آپ جیسے نہیں ہوتے ابان جس نے مجھ پر ایک بھرپور نظر تک نہیں ڈالی۔۔۔ ابان ' بتائیں مجھے کیوں آئے ہیں یہاں۔۔۔۔ کیوں وہ بول رہے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔۔۔ کیا ہے وہ مجبوری بتائیے مجھے ۔۔۔۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولتی چلی گئی۔ ابان نے اب بھی نظر نہ اٹھائی۔ وہ دو قدم پیچھے ہوا اور زمین پر گھٹنوں کے بل گرتا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

دلاں وے دلاں یہ مجھے ___ ایسا درد کیوں ہے دیا
ساری خوشیوں کے بدلے غم تو نے کیوں ہے لیا

اب سنبھل جا دل تو تھوڑا کتنا امتحان لے گا
تیرا نہ کوئی ہے یہاں تو بھی یہ جان لے گا
خواب سب بہادوں گا میں ___ خود کو بن بتائے
بارشوں میں رولوں گا میں آنسو چھپائے
کوئی نہ ستائے مجھے ___ کوئی نہ ستائے
تو رنگ مولا رنگ دے نصیباں مارا ہوں
یہ جگ خود غرض بڑا' میں جگ سے ہارا ہوں

"یہاں آیا نہیں ہوں میں ایلیفیہ' یہاں میں لایا گیا ہوں ایک خود غرض انسان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنا اس کے اشاروں پر ناچنے کو میں اپنے نفس کی تسکین کا نام دے کر تمھاری نظروں سے گرنے کو چلا آیا ہوں۔" وہ اونچا چوڑا مرد پھوٹ پھوٹ کر روتا اپنی بے بسی کی داستان اسے کہتا چلا گیا۔ وہ بے جان سی ابان سے کچھ فاصلے پر زمین پر بیٹھی تھی۔

"ایلیفیہ' میں نفس پرست ہو سکتا ہوں۔۔۔ میرے لیئے عورت گوشت پوست کا وجود ہوس مٹانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے لیکن میری ماں کی تربیت' ان کے دودھ کا اک قطرہ بھی اتنا ناپاک نہیں ہو سکتا کہ میں ایک عورت کی عزت ہر ہاتھ ڈالوں۔۔۔ میں برا ہو سکتا ہوں۔۔۔ میری ماں کے خون کا وہ قطرہ جو مجھے مجسم صورت دے گیا وہ اتنا غلیظ نہیں ہو سکتا کہ میں تم تک اپنے نفس کی تسکین کو آؤں۔۔۔" ابان کی آواز بہت بھاری ہو رہی تھی۔ ایلیفیہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔

"یہاں آنا میری مجبوری ہے۔۔۔ کسی نے میرے ہاتھ میں کشمالہ کی عزت کی چادر یوں پکڑا دی ہے کہ میں تمھارے وجود سے عزت کی چادر چھیننے کو چلا آیا لیکن میرے باپ کے خون کا شفاف قطرہ اور میری ماں کے دودھ کی شفاف بوند نے مجھے گندگی میں اترنے نہیں دیا۔۔۔ میں وہ سب نہیں کر سکتا جس کے لیئے آیا ہوں۔۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تیزی سے باہر کی جانب بڑھا۔ ایلیفیہ دوڑ کر اس کی راہ میں آگئی۔

"کس کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ کس نے کیا ہے آپ کو مجبور۔۔۔ کون چاہتا ہے کہ میں' آپ سے نفرت کرنے لگوں۔؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"میں نہیں بتا سکتا۔۔۔ بس تمھارے آگے ہاتھ جوڑ کر منت کرتا ہوں کہ مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دو۔۔۔ اللہ کے واسطے مجھ سے نفرت کرو۔۔۔ اتنی نفرت کہ مجھے بھی خود سے نفرت ہو جائے۔۔۔ اتنی نفرت ایلیفیہ کہ کسی کی نفرت

کو قرار آجائے' انا اور خود پسندی کو تسکین مل جائے۔" وہ اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑ گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ، ابان" وہ تو تڑپ گئی تھی۔ اس کے دل میں جتنی ابان کے لیئے محبت تھی اس سے کہیں زیادہ وہ اس کا احترام کرتی تھی۔ اس کی حرکت نے جیسے اسے کھڑے کھڑے فنا کر ڈالا تھا۔ ایلیفیہ کی وہ حالت تھی جیسے اس کے جسم سے خون کی اک اک بوند نچوڑ لی گئی ہے۔

"میں اپنے نفس کو سیڑھی بنا کر یہاں تمھیں خود سے نفرت پر ابھارنے کو آیا تھا ایلیفیہ' لیکن میں نہیں کر سکا وہ سب جس کا مجھے پابند کیا گیا تھا لیکن آج تمھیں مجھ سے نفرت نہ ہوئی تو بہت ساری زندگیاں برباد ہو جائیں گی اس لیئے میں تم سے التجا کرتا ہوں' مجھ سے نفرت کرو۔۔۔" وہ کہتے ہوئے جھکا اور اس کے پاؤں پکڑ گیا۔ وہ بہت تڑپ کر فاصلے پر ہوئی۔

"ابان' آپ مت کریں ایسا' مجھے گناہ گار نہ کریں۔" وہ زرد چہرے کے ساتھ سسک اٹھی۔

"اللہ کا واسطہ ہے ایلیفیہ مجھ سے نفرت کرو' تمھاری محبت میرے گلے کا طوق بن گئی ہے کہ میری سانسیں میرے سینے میں گھٹتی جا رہی ہیں۔۔۔ تمھاری محبت میرے لیئے ایسا اژدھا بن گئی ہے جو میری خوشیاں نگلتی جا رہی ہے میری برسوں کی نیک نامی داؤ پر لگا رہی ہے اور باخدا ایلیفیہ مجھے اپنی یا اپنی خوشیوں کی پرواہ نہیں ہے میرے پیش نظر کسی معصوم کی خوشیاں اور عزت ہے۔۔۔ میں تمھارے پاؤں پڑتا ہوں ایلیفیہ اللہ کے واسطے مجھے اپنی محبت سے آزاد کر دو۔" ابان کا لہجہ بھاری' شکست سے چور تھا۔ ایلیفیہ اب تک کچھ بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"آپ کو یہ سب کرنے کے لیئے ابرج نے کہا ہے؟" وہ اپنے آنسو رگڑتے ہوئے پوچھ گئی۔

"نہیں ایلیفیہ' بس تم مجھ سے۔۔۔" وہ پھر شروع ہوتا کہ وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"کیسے کروں میں آپ سے نفرت ابان' آپ کا کردار' آپ کا عمل میرے سامنے کھلا ہے اور آپ جیسے اچھے انسان سے محبت تو میری خوش بختی ہے۔ میں نفرت کیسے کروں؟ کس بنیاد پر کروں؟" وہ بے بسی سے بولی۔

"ایلیفیہ' آپ کی اور میری راہیں جدا ہیں میں نے صرف عابیہ سے محبت کی ہے وہی میری چاہت، وہی میری بیوی ہے اور میں اس کے ساتھ بے وفائی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔ اسے دکھ دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ آپ سراب کے پیچھے مت بھاگیں زندگی میں کسی کے ساتھ آگے بڑھ جائیں۔۔۔" وہ اس دیوانی کی محبت محسوس کرتا، بے چین ہو گیا تھا اور اسے حقیقت بتائی تھی آگے بڑھ جانے کی تلقین کی تھی۔

"میں آپ کو عابیہ سے چھیننا نہیں چاہتی۔ میں نے آپ کو پانے کی تمنا اسی دن اپنے اندر دفن کر دی تھی ابان' جب مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ کی محبت عابیہ ہے' آپ کو پانے کی دعائیں اس دن ترک کر دی تھیں جس دن مجھے احساس ہوا تھا کہ

آپ کی خوشی عابیہ سے جڑی ہے۔اس سب کے باوجود میں آپ سے محبت کرنا نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ شدتوں سے رو رہی تھی۔

"آپ کو مجھ سے محبت کرنا ترک کرنا ہو گا۔۔۔ مجھ سے نفرت کرنا ہو گی۔۔۔" وہ حلق کے بل بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے چلایا۔

"میں نے ابرج کو سمجھایا تھا کہ میری محبت وصل سے ماورا ہے اسے لیکن میری بات سمجھ نہیں آئی۔۔۔ لیکن آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں میں ابرج کو سمجھالوں گی وہ مکنون کو تنگ نہیں کرے گا۔۔۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی۔

"آپ کو سمجھ نہیں آرہی میری بات کہ میں یہ سب ابرج کے کہنے پر نہیں کر رہا۔۔۔ میرے پیش نظر اس وقت بہن کی خوشیاں نہیں ہیں ایلیفیہ' کیسے سمجھاؤں آپ کو۔۔۔" وہ اس سب کا ذمہ دار ابرج سہروردی کو سمجھ رہی تھی اور وہ اسے اصل نام بتا نہیں سکتا تھا۔چاہے ارمش نے اس کے ساتھ کچھ بھی کیا تھا وہ اسے یوں بے پردہ نہیں کر سکتا تھا۔یہ اس کی اچھائی کی انتہا تھی کہ جس شخص نے اسے اتنا مجبور کر دیا تھا وہ اب بھی اس کا نام مخفی رکھ کر اس کا بھرم رکھنا چاہتا تھا۔

"آپ اگر ابرج کے دباؤ ڈالنے پر یہاں نہیں آئے۔۔۔ نہ بہن کی خوشیوں سے مجبور ہو کر آئے ہیں تو کیا مجبوری یہاں کھینچ لائی ہے۔۔۔ بتایئے مجھے۔۔۔؟" وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھنے لگی جس کی نگاہ احترام سے جھکی ہوئی تھی۔

"میں کچھ بتانا نہیں چاہتا ایلیفیہ' مجھ سے محبت کا دعوی ہے آپ کو تو اسی محبت کا واسطہ دیتا ہوں خدا کے لیئے مجھ سے اتنی نفرت کیجیئے کہ میری زندگی آسان ہو جائے۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کہتا۔جانے کے لیئے قدم بڑھا گیا۔

"آپ کو اس سب کے لیئے ارمش چوہدری نے مجبور کیا ہے؟" وہ پیچھے سے بولی کیا اس کے قدم جکڑ گئی۔

"جب سب جانتی ہیں۔۔۔ سمجھتی ہیں۔۔۔ تو خدارا میرا امتحان نہ لیں ایلیفیہ' میرے ناتواں کاندھوں پر کسی معصوم کی عزت کا بار آن پڑا ہے۔۔۔ اور اگر میں کشمالہ کی عزت نہ رکھ سکا تو دنیا میں کوئی غریب عورت کسی امیر زادے پر اعتبار نہ کر پائے گی۔۔۔۔ میں روز محشر اپنے باپ سے نظر نہیں ملا سکوں گا۔" اس کی آنکھوں سے دو موتی ٹپک پڑے۔

"آپ کو ایک لڑکی کی عزت کا اتنا خیال ہے کہ آپ نے اپنے وقار کا نہیں سوچا لیکن میرا کیا ابان' آپ مجھے خود سے محبت کرنے کی اتنی کڑی سزا کیسے دے سکتے ہیں؟ یہاں آنے سے قبل آپ نے میری عزت کا نہیں سوچا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے خوفی سے پوچھ گئی۔ابان کی نگاہ ندامت سے جھک گئی۔

"میرا یہاں آنا میری مجبوری سہی لیکن ہاں ایلیفیہ' میں آپ کا مجرم ہوں اس کی جو چاہیں مجھے سزا دیں لیکن میں اپنی مری ہوئی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہاں صرف ارمش چوہدری کو دکھانے و جتانے کے لئیے آیا تھا تاکہ وہ کشمالہ کی تصاویر ضائع کر دے میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ یہاں سے اس یقین کے ساتھ جایئے کہ کشمالہ کی عزت پر حرف نہیں آئے گا آپ کی قربانی ضائع نہ جائے گی۔ میں دل میں آپ کی محبت اور احترام رکھتے ہوئے بھی ارمش چوہدری کو یہ باور کرادوں گی کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔ اس پر جتادوں گی کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے اپنی ہر اک سازش میں۔۔۔مجھے آپ سے نفرت ہو گئی ہے یہ اور بات ہے ابان کہ آج جو روپ آپ کا آنکھوں نے دیکھا' دل نے محسوس کیا ہے آپ کے لئیے محبت کچھ اور بڑھ گئی ہے۔ مجھے عابیہ کی قسمت پر رشک آرہا ہے کہ وہ آپ جیسے اچھے انسان کی شریک حیات ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔ ابان نے نظر اٹھائی۔ ایلیفیہ کا حسین چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئیے گا ایلیفیہ۔۔۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا، نکلتا چلا گیا۔ ایلیفیہ زمین پر گھٹنوں کے بل گری روتی چلی گئی۔

مرے ہم نفس، مرے ہم نوا، مجھے دوست بن کے دغا نہ دے
میں ہوں دردِ عشق سے جاں بلب مجھے زندگی کی دُعا نہ دے

میں غمِ جہاں سے نڈھال ہوں کہ سراپا حزن و ملال ہوں
جو لکھے ہیں میرے نصیب میں وہ الم کسی کو خُدا نہ دے

نہ یہ زندگی مری زندگی، نہ یہ داستاں مری داستاں
میں خیال و وہم سے دور ہوں، مجھے آج کوئی صدا نہ دے

مرے گھر سے دور ہیں راحتیں، مجھے ڈھونڈتی ہیں مصیبتیں
مجھ خوف یہ کہ مرا پتہ کوئی گردشوں کو بتا نہ دے

مجھے چھوڑ دے مرے حال پر، ترا کیا بھروسہ اے چارہ گر
یہ تری نوازشِ مختصر، مرا درد اور بڑھا نہ دے

مرا عزم اتنا بلند ہے کہ پرائے شعلوں کا ڈر نہیں
مجھے خوف آتشِ گُل سے ہے کہیں یہ چمن کو جلا نہ دے

درِ یار پہ بڑی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ابھی نیند آئی ہے حُسن کو کوئی شور کر کے جگا نہ دے

مرے داغِ دل سے ہے روشنی یہی روشنی مری زندگی
مجھے ڈر ہے اے مرے چارہ گر یہ چراغ تُو ہی بُجھا نہ دے

وہ اُٹھے ہیں لے کے خم و سبو، ارے اے شکیل کہاں ہے تُو
ترا جام لینے کو بزم میں، کوئی اور ہاتھ بڑھا نہ دے

اس کو روتے ہوئے یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ کم از کم اٹھ کر دروازہ ہی لاک کر دے۔ اسے یوں روتے جانے کتنی دیر ہوئی تھی کہ وہ اپنے نام کی پکار پر چونک اٹھی۔ گھٹنوں میں دیا سر اٹھایا تو سامنے جو چہرہ نظر آیا اس کا دل کیا وہ اس کا منہ نوچ لے لیکن وہ ضبط کا مظاہرہ کر گئی۔

"کیوں آئے ہو یہاں ارمش چوہدری؟" وہ کڑے لہجے میں پوچھ گئی۔

"سید ابان بخاری جو نہ کر سکا وہ کرنے آیا ہوں۔" وہ اسے بازو سے تھام کر اپنے مقابل کھڑا کرتے ہوئے دھاڑا۔

"تم اتنے گھٹیا انسان ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" وہ بازو آزاد کروانے کو مچلتے ہوئے تاسف سے بولی۔

"ابان تو تم پر اپنی اچھائی آخری حد تک کھول کر میرے منصوبہ کو خاک میں ملا گیا ہے لیکن اس کا انجام اسے بگھتنا ہی ہو گا ایلیفیہ۔۔۔ کیونکہ میں تمھاری سوچ سے بھی زیادہ گھٹیا ہوں۔" ارمش نے کہتے ہوئے اس کا آسمانی رنگ کا آنچل جو اس نے بڑے سلیقے سے اپنے دونوں کاندھوں پر پھیلایا ہوا تھا کھینچ کر دور اچھال دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ارمش۔۔۔" وہ غرائی لیکن اس غراہٹ میں کس قدر بے بسی شامل تھی۔ یہ وہی جانتی تھی جو اس اذیت سے گزری تھی۔

"میں نے جو چاہا وہ پایا لیکن تم میری زندگی کی وہ تمنا بن گئیں جو پوری نہیں ہو سکتی۔۔۔ اور جو چیز میری نہ ہو سکے وہ میں کسی کے لائق بھی نہیں چھوڑا کرتا۔" وہ اس کی گردن دبوچ کر جذبات سے عاری لہجے میں بولا۔

"میں کوئی چیز نہیں جیتا جاگتا اک وجود ہوں اور میں جس سے چاہوں محبت کروں آپ مجھ پر پہرے بٹھانے والے

'مجھے سزا دینے والے کون ہوتے ہیں؟" وہ ابلتی آنکھوں کے ساتھ بلبلا کر بمشکل بولی۔

"کیا میں اس قابل نہیں تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتیں؟ کیا ابان اتنا اچھا تھا کہ تم اس کی یکطرفہ چاہت میں خود کو مٹا دو؟ کیا میں اتنا برا تھا کہ تم میری محبت کو ٹھکرا دو۔۔۔؟" وہ احساس ذلت میں گھرا سوال کر رہا تھا، اس نے ایلیفیہ کی گردن اپنی گرفت سے آزاد کر دی تھی، وہ بری طرح کھانستی بے بس سی اس کے سامنے تھی۔

"میں نے آپ کی محبت نہیں ٹھکرائی ارمش، بس میرا دل ابان پر آ کر رک گیا۔۔۔ میں نے انھیں اچھا سمجھا اس لئے نہیں کی محبت۔ بس کیوں کیسے ہو گئی محبت نہیں جانتی۔۔۔ آپ سے محبت نہیں کر پائی تو اس لیئے نہیں کہ آپ برے ہو بس محبت کے لیئے میرے دل نے آپ کو نہیں چنا ارمش۔۔۔" وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بمشکل بولی۔

"تم ابان سے محبت کرتی ہو اس کے لیئے تڑپتی ہو میری تڑپ کا کیا ایلیفیہ جس نے میرے اندر آگ لگا دی ہے؟ تمھارے ہجر نے مجھے بے کل کیا ہوا ہے؟ اس تمنا کا کیا جو لاحاصل رہ گئی ہے؟ اس محبت کا کیا ایلیفیہ جو تمھاری محبت نے بجھا ڈالی ہے؟" وہ اسے گردن سے دبوچے دھیرے دھیرے آگے بڑھتا اسے پیچھے قدم لینے پر مجبور کرتا بالآخر اسے دیوار سے لگاتا سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے محبت نہیں ہے تو آپ کو کون سی مجھ سے محبت ہے، محبت ہوتی تو کیا ابان کو یہاں میری عزت خراب کرنے کو بھیجتے۔۔۔ ارے جن سے محبت ہو پہلے ان کی عزت کی جاتی ہے اور آپ۔۔۔" وہ کہنے ہی لگی تھی کہ ارمش کا ہاتھ اٹھا اور اس کے سرخ و سپید گال پر نشان چھوڑ گیا۔

"بکواس بند۔۔۔ تو کیا سمجھتی ہے کہ میں کوئی دودھ پیتا بچہ ہوں جو تو مجھے چکنی چپڑی باتوں سے بہلا لے گی۔" وہ ضد و حسد کی آگ میں جلتا ادب لحاظ سب بھول چکا تھا۔

"محبت تو ابان سے ہی کی ہے میں نے اور آپ اپنی گھٹیا سوچ اور گندے ارادوں کو محبت کا نام نہ دو۔" وہ ہچکیوں کے درمیان کہتی جا رہی تھی کہ ایک اور طمانچہ اس کے رخسار پر پڑا تو چپ کر گئی اور کسی قدر سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹ کے کنارے سے خون رسنے لگا تھا۔

"ہونہہ' محبت مائی فٹ! ابان اور تو نے کیا مجھے الو کا پٹھا سمجھا تھا جو وہ مجھے دکھانے کو یہاں آیا تیرے سامنے اپنی اچھائی ثابت کی مجھے برا بنایا اور چل دیا۔۔۔ اور تو نے اس کی اچھائی پر محبت کو اور مضبوط ہوتا محسوس کیا اور میرے سامنے نفرت کے ڈرامے کا وعدہ کر کے اپنے اس یار کو یہاں سے روانہ کر دیا۔" وہ اس کے بال مٹھیوں میں جکڑے تہذیب و تمیز یکسر بھلائے اول فول بک رہا تھا۔

"ارمش' ہوش میں رہ کر بات کریں۔۔۔ ابان' سے محبت ضرور کی ہے لیکن ان سے میرا کوئی ایسا تعلق نہیں ہے

کہ آپ یوں مجھے مخاطب کریں' میری کردار کشی کریں۔" وہ اپنے بال اس کی گرفت سے چھڑاتی' بہت روتے ہوئے بولی۔

"ارمش چوہدری نے کبھی نامکمل پلاننگ نہیں کی مجھے ابان پر بھروسہ تھا ہی نہیں اسی لئے میں نے یہاں کیمرے فٹ کیے تھے اور میں اس کشمالہ کی عزت کو تو ملاؤں گا ہی خاک میں اس ابان کے ساتھ اب تجھے بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ سوچنے سمجھنے کی حدود سے نکل چکا تھا وہ ایلیفیہ کی بات سمجھے بنا اس پر الزامات کی بوچھاڑ کرتا اسے اپنے کرتوت بتاتا چلا گیا۔ ایک لمحہ کو جو ایلیفیہ کے ذہن میں سوال نے سر اٹھایا تھا کہ ارمش کو کیسے ان دونوں کے درمیان ہوئی بات کا علم ہوا وہ اس بات کا پردہ چاک کرتا اسے کیمرے دکھا گیا تھا۔ ایلیفیہ نے لب بھینچ لیئے تھے کہ وہ اس حد تک جائے گا اس نے کہاں سوچا تھا۔

"ابان سے محبت میں نے کی ہے ارمش اس لیئے جو سزا دینی ہے آپ' مجھے دو' ابان کی زندگی حرام نہ کرو۔۔۔ کشمالہ کو بدنام نہ کرو۔۔۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔" وہ کف اڑاتے ہوئے اسے ابان کو بلیک میل کرنے کی داستان سناتا چلا گیا تھا اس نے ایلیفیہ کے سامنے اپنے ساتھیوں کا بھی اعتراف کر لیا تھا ایلیفیہ کو عابیہ کی بھابی عبرود کا نام سن کر جھٹکا لگا تھا لیکن اس نے ظاہر نہ کیا وہ س کے چپ ہونے کا انتظار کرنے لگی اور جیسے ہی وہ تمام جرائم کا اعتراف کر کے خاموش ہوا وہ ہاتھ جوڑے اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"واہ' عشق ہو تو ایسا۔۔۔" وہ اس کی بات سن کر ہنکارا بھرتے ہوئے اس کے جڑے ہاتھوں کو تحقیر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارمش۔۔۔" وہ کچھ بولنے کو تھی کہ اس نے ہونٹوں پر انگلی ٹکا دی۔

"تم کہتی ہو کہ میں سزا تجویز کروں۔۔۔ جو سزا دوں گا کیا منظور ہو گی تمھیں؟" اس کی انگلی ہونٹوں سے ہوتی چہرے پر نقش چھوڑنے لگی۔ ایلیفیہ نے عجیب سے احساس کے ساتھ قدرے سہم کر پیچھے کی طرف قدم بڑھائے۔ اس نے کمر میں بازو حمائل کر کے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ وہ اس کے سینے سے جا لگی ایلیفیہ کی چیخ بڑی بے ساختہ تھی۔

"چچ۔۔۔ چچ' افسوس! کہتی ہو ہر سزا قبول کر لو گی اور میری اتنی سی پیش رفت پر تمہاری جان ہوا ہونے لگی ہے۔"

وہ اس کے حصار سے نکلنے کو بن پانی کی مچھلی کی مانند تڑپی اور وہ حصار مضبوط کرتا اس کے چہرے کے نزدیک اپنا چہرہ کرتا سرد لہجے میں پوچھ گیا۔ ایلیفیہ اس کی سانسوں کی تپش سے اپنا چہرہ جھلستا محسوس کرتی۔ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگی۔

"ارمش' آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرے ساتھ ایسا سلوک۔۔۔ جن سے محبت ہو انھیں یوں ذلیل نہیں کرتے۔۔۔ خدارا مجھے چھوڑ دیں' مجھ سے عزت سے جینے کا حق نہ چھینیں۔" وہ اس کے خطرناک تیوروں پر ڈوبتے دل

http://paksociety.com

کے ساتھ بمشکل ذہن کو قابو کیئے اس کی گرفت میں مچلتے ہوئے سسکی۔

ارمش نے قہقہہ لگایا اور اس کو اپنی گرفت سے آزاد کیا وہ لڑکھڑائی اور وہ اسے گرنے سے بچاتا اس کی گردن دبوچ گیا۔

"ایک مرد کو جسم کی کبھی کمی نہیں ہوتی ایلیفیہ بی بی' تم حسین ہو' جوان ہو۔۔۔ میری تسکین کا ساماں کر سکتی ہو لیکن جب جسم کی طلب ہے ہی نہیں تو تم تسکین کیونکر کر پاؤ گی؟" وہ اس کی ابلتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ ایلیفیہ کو لگا اس کی جان کسی بھی پل نکل جائے گی۔

"تم سے محبت کی تھی اور تمھارا گوشت کا لوتھڑا دل میرا نہیں ہے تو تمھارے اس حسین جسم کا میں کیا کروں؟ طلب جسم کی ہوتی تو کوٹھے بے شمار لیکن اس دل نے تو تمھیں چاہا تھا اور تم کسی اور کی محبت کا دم بھرتی رہیں۔۔۔ جب دل میرا نہیں ہو سکتا تو جسم پر اپنی حکومت بچھا کر کیا کروں گا میں۔۔۔۔ میں تو اس حسن پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا جس کی سوچیں و خیال کسی اور سے جڑے ہیں۔" وہ اس کی گردن آزاد کرتا اسے پرے دھکیل گیا۔ اس کا سر صوفہ سے ٹکرا گیا۔ وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

آنسو تو ارمش چوہدری کے بھی گر رہے تھے اس کے ہاتھ بازی نہ لگی تھی وہ سب ہار گیا تھا کہ خسارے کے سودے نفع دیا ہی نہیں کرتے۔ لیکن وہ سب ہار کر بھی ڈٹا تھا اور یہ ڈھٹائی ہی تھی جو اس کی اچھائی کو سات پردوں میں ملفوف کر گئی تھی کہ خود غرض انسان میں بھی کئی اچھائیاں ہوتی ہیں لیکن کمبخت یہ دنیا اک برائی دیکھ لے تو دس اچھائیاں یوں نظر انداز کرتی ہے جیسے ہوں ہی نا۔۔۔!

اُلجھن تمام عُمر یہ تارِ نفس میں تھی
دِل کی مُراد عاشقی میں یا ہوس میں تھی
دَر تھا کُھلا، یہ بیٹھے رہے پَر سمیٹ کر
کرتے بھی کیا کہ جائے اماں ہی قفس میں تھی
سَکتے میں سب چراغ تھے 'تارے تھے دم بخُود
مَیں اُس کے اختیار میں 'وہ میرے بس میں تھی
اَب کے بھی ہے 'جمی ہُوئی، آنکھوں کے سامنے
خوابوں کی ایک دُھند جو پچھلے برس میں تھی

کل شب تو اُس کی بزم میں ایسے لگا مجھے
جیسے کہ کائنات مِری دسترس میں تھی
محفل میں آسمان کی بولے کہ چُپ رہے
امجد سدا زمین اسی پیش و پس میں تھی

"تم ابان کو میرے چنگل سے آزاد کروانے کو سزا چاہتی ہو نا تو میں دیتا ہوں سزا۔۔۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے چلتا ہوا اس سے تھوڑے فاصلے پر دوزانو آن بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت سوائے خسارے کے کچھ نہ تھا' نہ احساس کی لے تھی' نہ جذبات کی رمق' بس سب کچھ آگ لگا دینے کی تمنا یوں ہلکورے لے رہی تھی کہ اس نے ایلیفیہ کے لیئے سزا منتخب کر دی تھی۔ وہ رونا بھول کر' بہت تڑپ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"بولو ایلیفیہ' قبول ہے سزا؟" وہ اس کی آنسوؤں سے بھری بے یقین نگاہوں میں سرد نگاہیں ڈالتا۔ بازو کے پاس سے آستین کھینچ کر وحشت کے عالم میں پھاڑتا ہوا۔ یوں پوچھ گیا کہ ایلیفیہ کے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

"پانچ منٹ دیتا ہوں فیصلے کو۔۔۔ میری سزا قبول کرتی ہو تو میں وہی کروں گا جو ابان کی مرضی اور تمھاری چاہ ہے۔" وہ اس کا رخسار تھپک کر بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ نامحسوس انداز میں کچھ فاصلے پر پڑا دوپٹہ شانوں پر پھیلاتی۔ آنسو روکنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

"قبول نہ کروں تو؟" اس کے لب کانپے۔ وہ ہنسا۔۔۔ ہنستا ہی چلا گیا۔

"کشمالہ بدنام ہو جائے گی۔۔۔ اسے طلاق مل جائے گی اور ابان جتنا پارسا بنتا ہے اپنی پارسائی ثابت کرنے اور اچھا بننے کے جنون میں کشمالہ سے شادی کر لے گا اور اس کی محبت اس کی بیوی اس سے دور ہو جائے گی اور میرے سلگتے دل کو ڈھارس مل جائے گی کہ میں جس کی وجہ سے اپنی محبت نہ پا سکا ہجر کاٹ رہا ہوں وہ اپنی محبت پا کر بھی وصل کی راحتوں سے گزر کر بھی ہجر کے صحرا میں بھٹکنے پر مجبور ہے۔" وہ بڑے پر سکون انداز میں صوفہ پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا نہایت اطمینان کے ساتھ بولا۔

"ایسا مت کریں ارمش' عابیہ یہ برداشت نہیں کر پائے گی اور اس کو تکلیف دے کر ابان کبھی خوش نہیں رہ سکیں گے کیونکہ عابیہ میں تو ان کی جان بستی ہے۔" اگر ارمش اسے خوفزدہ کرنا چاہتا تھا تو وہ پوری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ بری طرح رو رہی تھی۔

"دیکھ لو میں کتنا اچھا ہوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس جادوگر کی جان جس طوطی میں بسی ہے اسے اڑانے کی

کوشش نہیں کی۔" وہ معنی خیز لہجے میں ترنت بولا۔ وہ چاہتا تو عابیہ کو مہرہ بنا سکتا تھا جو کہ عبرود کی سب سے بڑی کوشش بھی تھی لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوا تھا۔

"آپ چاہتے کیا ہیں؟" وہ بے بسی سے کرلائی۔

"تم 'ابان سے اور ابان' تم سے نفرت کرے بس اتنی سی چاہ ہے جان من!" وہ بے تحاشہ ہنسنے کے بعد 'آنکھ دبا کر بولا۔

"لل 'لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہہ ہی نہ پائی۔

"ابان کو یہاں بھیجا تا کہ تمھیں اس سے نفرت ہو جائے لیکن یہ کمبخت محبت نے تمھیں نفرت سے روک لیا۔۔۔ اب تمھیں اس سے نفرت نہیں ہو سکتی تو کیا ہوا وہ تم سے نفرت کرے اور تم اس کی محبت میں بہت چاہ کر بھی ڈوب ہی نہ پاؤ اور اک احساس جرم کے ساتھ زندگی بسر کرو تو میرے ہاتھ خالی ہو کر بھی خالی نہ رہیں گے یقین نہیں جان من تو بس اک بار میری سزا قبول کر کے دیکھو۔" وہ ایلیفیہ کو اندھی کھائی میں دھکیل کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا' زرد چہرہ' بکھرے بال' گیلی پلکیں' داہنے بازو سے پھٹی قمیض جو اس کے جارجٹ کے دوپٹہ سے نہ چھپ سکی تھی۔ ارمش نے بہت سوچ کر یہ سب کیا تھا کہ وہ ویڈیو کو ایڈٹ کرنے کا فیصلہ کر گیا تھا کیونکہ جس طرح ابان نے اس کا منصوبہ خاک میں ملایا تھا وہ اب ابان کو نہ بخشنے کا فیصلہ کر گیا تھا اور اسی لیئے اس نے چند حرکات ایسی کی تھیں جو وہ ویڈیو میں ایڈٹ کر کے سب کو ابان کے خلاف کر کے ثبوت کے طور پر استعمال کر سکتا تھا۔ وہ کچھ دیر ایلیفیہ کی دگر گوں حالت کو دیکھتا مطمئن ہو گیا۔

کیسے غم جدائی سہوں ___ یادوں کے سہارے جیوں
ٹوٹے ہوئے خوابوں کے ساتھ میں کیسے رہوں
دے سکون خدایا مجھے _____ ہے بہت رلایا مجھے
میری قسمت کی لکیروں سے ____ مٹایا مجھے
تو رنگ مولا رنگ دے ___ نصیباں ماری ہوں
یہ جگ خود غرض بڑا ___ میں جگ سے ہاری ہوں

"مجھے قبول ہے آپ کی سزا ارمش' لیکن بس یہ یاد رکھیئے گا کہ آپ سے مرعوب یا ڈری نہیں ہوں بس ابان کے لیئے خود کو داؤ پر لگا کر ابان کے لیئے وقتی مشکلات چن کر اپنے لیئے ان کی نفرت منتخب کر رہی ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں

http://paksociety.com

دیکھتے ہوئے اپنی ہار مان کر اسے جیت کا احساس سونپ گئی۔

"مجھے یہ خوش فہمی ہے بھی نہیں کہ تم کچھ میرے لیئے کرو گی۔ جانتا ہوں تم نے سزا بھی ابان کے لیئے ہی منتخب کی ہے مگر وعدہ ہے میرا یہ سزا تمہیں نہ جینے دے گی اور نہ ہی مرنے دے گی۔" وہ بے رحمی و سنگدلی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے بولا۔

"ابان کو اپنی ذات سے تکلیف پہنچا کر تو میں مر بھی نہیں سکتی ہوں اور آپ مجھے تل تل مرتے دیکھ حظ اٹھانا اور اپنی تڑپتی انا کو تسکین پہنچا کر اپنی اس نام نہاد محبت کو تھپکیاں دینا جو کبھی 'کسی انجانے پل میں' میرے لیئے محسوس کی تھی۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ ارمش کو اپنے اندر سے دھواں سا اٹھتا محسوس ہوا لیکن وہ لب بھینچے کھڑا ہو گیا۔

چلتا ہوا اس سے ایک قدم کی دوری پر رکا اور خوبصورت لب و لہجہ میں اس کی آنکھوں جھانکتے ہوئے شعر پڑھ گیا۔

"انجام وفا یہ ہے جس نے بھی محبت کی
مرنے کی دعا مانگی' جینے کی سزا پائی"

اس نے ارمش کو دیکھا اور خود اذیتی سے مسکرا دی۔

"جینے کی سزا جھیلنے کو تیار ہوں لیکن مرنے کی دعا نہیں مانگوں گی بے فکر رہیئے ارمش صاحب" وہ جیسے فیصلہ کر گئی تھی۔

"بے فکر ہو کر تو تب جاؤں گا جب تم ابان پر اس سب کا الزام لگاؤ گی جس کام کے لیئے ابان کو اس کی ماں کی تربیت نے روک لیا۔" وہ ترنت بولا۔ ایلیفیہ کے چہرے پر سایے لہرا گئے۔

"سزا قبول کرنے کا دعوی کر کے بھی میرے منہ سے سن کر زرد پڑ گئی ہو۔۔۔۔ اپنے منہ سے اس پر الزام لگاؤ گی؟ کہہ سکو گی سب سے چیخ چیخ کر کہ سید ابان بخاری نے تمھاری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے؟" وہ اس کا بازو گرفت میں لیئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نفرت و حقارت سے بولا۔

"نہیں کہہ سکتی ارمش 'جس شخص سے محبت سے زیادہ اس کا احترام کیا اس پر اتنا گھٹیا الزام نہیں لگا سکتی۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رو پڑی اور ارمش کے قدموں میں گر پڑی۔

"ارمش' میں ابان کے لیئے اپنے لب سے اک گھٹیا لفظ کہنے سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔۔۔۔ مجھے زندہ در گور نہ کریں۔۔۔ ابان کو مجھ سے نفرت ہوئی تو موت کی دہلیز پر بھی جی جاؤں گی لیکن ان پر میری وجہ سے کوئی الزام لگا تو زندگی

کی دہلیز پر موت کا سایہ پھیل جائے گا۔۔۔ میری محبت کو اتنا نہ آزمایئے۔۔۔ کہ سانس سینے میں ہی اٹک جائے۔" وہ اس کے پاؤں جکڑے بلک رہی تھی۔ ارمش نے ایک قدم پیچھے لیا اور اسے ایک ٹھوکر لگائی۔

"تمہاری زندگی میرے لیئے تب معنی رکھتی جب تم میری ہوتیں۔۔۔ اب تم جیو' مرو میری بلا سے۔۔۔۔ اس لیئے تمھیں ابان پر الزام تو لگانا ہی ہو گا۔" وہ غرایا۔

"ابان' پر میں نے الزام لگایا تو عابیہ برداشت نہیں کر پائے گی اور وہ اگر ابان کو چھوڑ گئی تو وہ مر جائیں گے۔۔۔۔ اور انھیں کچھ ہو اس سے پہلے ہی میں مر جاؤں گی۔" وہ زمین پر کسی فقیرنی کی طرح بیٹھی بلک رہی تھی۔ بین کر رہی تھی۔ اور ارمش کو سکون کا احساس ہو رہا تھا وہ اتنا ہی سنگدل اور بے حس تھا کہ اس نے اپنے آپ کو پتھر کر لیا تھا۔

"تمھیں ابان پر الزام تو لگانا ہی ہو گا کہ تم یہ نہیں کرو گی تو کشمالہ کی تصویریں وائرل ہو جائیں گی۔۔۔ اب فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھا۔

"میں نے ابان پر الزام لگایا تو قیامت آجائے گی۔۔۔۔ ابرج' مکنون کو طلاق دے دے گا۔۔۔ آپ سزا مجھے دو ۔۔۔ عابیہ اور مکنون نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو ان کے لیئے درد کا ساماں کرنے پر تلے ہوئے ہو۔" وہ اس کی راہ میں بے بس سی کھڑی تھی۔

"درد تو میں نے بھی جھیلا ہے۔۔۔" وہ اس کے زرد چہرے کو بے رحمی سے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ سے شادی کر لوں گی ارمش' آپ کے ہر درد کا مداوا کر دوں گی۔" وہ سسکی۔ ارمش کا فلک شگاف قہقہہ گونج اٹھا۔

"محبت ابان سے کر کے میری سیج سجاؤ گی۔۔۔۔ میرے گھر میں بسو گی۔۔۔۔ تو یہ ناممکن ہے ایلیفیہ کیونکہ میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو ایک بٹی ہوئی عورت کو محبت کی خاطر قبول کر لیتے ہیں۔۔۔" وہ چبا چبا کر بولا۔ ایلیفیہ لب کچل کر رہ گئی۔

"مجھے اپنے ہاتھوں سے آگ لگا دیں ارمش لیکن بس ابان اور ان کی فیملی کو بخش دیں۔" وہ اس کے پھر پیر پڑ گئی۔

"یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کہتے ہیں نا کہ گھن کے ساتھ گیہوں بھی پستا ہے تو سمجھ لو تمھارے نصیب کا دکھ بہت سے لوگوں نے جھیلنا ہے۔" وہ بڑی سہولت سے اپنے پاؤں کھینچتا اسے روتا چھوڑ گیا۔ در و دیوار ایلیفیہ کی گریہ وزاری سے لرزنے' ڈوبنے لگے۔ ارمش کی حرکات نے ایلیفیہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا' اس کی نسوانی انا بری طرح مجروح ہوئی تھی ۔۔۔ عزت جانے کا خوف ایسا تھا کہ اس کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی تھی۔۔۔ کیسا ظالم شخص تھا سانس چھین کر کہہ رہا تھا سانس لو۔۔۔ وہ انا کی جنگ میں جس قدر گر گیا تھا وہ ایلیفیہ کے لیئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔۔۔ وہ کچھ نہ کر کے بھی جو

ذہنی اذیت اسے دے گیا تھا وہ ایسی تھی کہ وہ زندہ رہتی تو پل پل مرتے ہوئے۔۔۔اس نے اتنی شدت سے اپنی موت کی دعا مانگی تھی کہ اسے اپنی سانس بھولنے لگی تھی اور زندگی ہاتھ سے چھوٹتی لگی تھی۔۔۔۔وہ بے دم سی وہاں پڑی تھی اور وہ اسے زلیل کر کے ' ذلت کے مطالب سمجھا کے کب کا جا چکا تھا۔

تیرے بن لاگے نہیں میرا جیا
کاہے تو بھلایا پردیسی پیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔۔یہ کیا کیا

درد جھیلیں دکھ نہ بانٹیں
راس میری چنے نہ کانٹیں
پیار دوارے پر میں بیٹھی
پتھر بن گئی آس میں تیری
بجھ نہ جائے یہ دل دیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کیا کیا

میری خوشیاں میرا سپنا
بھاگ میں ہے میرے تڑپنا
کنگن جھمکے سارے گہنے
چھوڑ کے تیرا ایک غم پہنے
بھیس برہن بنالیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔۔یہ کیا کیا

سب جھروکے بند کر دوں
اب دیواریں بلند کر دوں
خود کو ایسی کھوٹ چھپا دوں
مٹ جاؤں میں پیار مٹا دوں
تل تل مرنا بھی کیا پیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔یہ کیا کیا

☆☆☆☆☆☆

وہ کھانا زہر مار کرتی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ پتلی مونگ کی دال اور روٹی اس نے پہلی دفعہ کھائی تھی۔ اسے دالیں بالکل بھی پسند نہ تھیں اور کیا وقت آیا تھا کہ کل سے تیسری دفعہ وہ پتلی دال کھانے پر مجبور ہوئی تھی۔ کل وہ یہاں صبح کے وقت آئی تھی لنچ ٹائم ایک بجے ہوا تھا کھانے میں دال تھی اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا اور دال دیکھ کر بھوک ہی مر گئی تھی۔ وہ چند لقمہ لیتی بمشکل نمکین پانی کی دو گھونٹیں بھرتی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ شام کی چائے چار بجے ملی تھی۔ چائے کیا تھی اسے تو چائے کے نام پر مذاق لگا تھا۔ وہ چند گھونٹیں بھی بھر نہیں پائی تھی اور رات کے کھانے میں پھر دال تھی۔ کمرے میں آکر وہ باقاعدہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی۔

"یا اللہ یہ کیسی آمائش ہے۔" وہ سسکتے ہوئے سوچے گئی۔

"اس آزمائش میں تم نے خود کو از خود گرفتار کیا ہے۔" اندر سے آواز آئی۔ وہ اپنے آپ میں چور ہو گئی۔

"میرے لیئے اور کوئی راہ بھی تو نہیں بچی تھی۔" اس نے خود کو بری الذمہ کرنا چاہا۔

"راہ نہیں بچی تھی تو نئی راہ ڈھونڈتیں بزدلوں کی طرح میدان خالی کر کے بھاگ آئیں تو اب رونا کس بات کا صبر کرو۔" اندر کوئی ہنسا۔ اس کے آنسو اور شدت سے گرنے لگے۔

"کیوں رو رہی ہو؟" اس نے اجنبی آواز پر سر اٹھایا۔ وہ اس کی روم میٹ عائزہ تھی جو اس سے رونے کی وجہ دریافت کر رہی تھی۔ اس نے کچھ کہے بنا آنسو پونچھ لیئے۔

"گھر والے یاد آرہے ہیں؟" لہجہ کسی قدر ہمدرد تھا۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔

"شروع، شروع میں مجھے بھی یاد آتے تھے اور اب تو سارے اپنوں کے چہرے بھی بھول گئے تم بھی عادی

ہو جاؤ گی۔ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کا یہی نصیب ہوتا ہے۔" عائزہ خود اذیتی سے بولی۔ وہ بہت تڑپ کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں گھر سے نہیں بھاگی ہوں۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"ارے' تم نے گھر کی دہلیز پار کی ہے اور کہتی ہو' بھاگی نہیں ہو۔ حقیقت نہ ماننے سے بدل تو نہ جائے گی۔" عائزہ ہنستے ہوئے بولی۔

"آپ' اپنے کام سے کام رکھیئے' میرے معاملات میں انٹرفیئر کرنے کی آپ کو بالکل ضرورت نہیں ہے۔" وہ اب غصہ سے بولی۔

"تم چہرے سے ہی اچھے گھرانے کی لگتی ہو۔ لیکن عشق و عاشقی کے چکر میں بہت بری جگہ آ پھنسی ہو اس لیئے آج پہلی و آخری دفعہ سمجھا رہی ہوں اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے' واپسی کا ہر راستہ بند ہو جائے تم لوٹ جاؤ۔" عائزہ برا مانے بغیر اس کے بیڈ کے کنارے پر ٹکتے ہوئے بہت مدھم لہجے میں بولی۔ وہ اس لڑکی کو دیکھنے لگی جس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ عشق و عاشقی پر احتجاج بھی نہ کر سکی اور عائزہ بولتی گئی۔

"میں نے بھی محبت کے ڈرامے کو سچ مانا اور باپ کی پگڑی پر قدم دھر کے رات گئے دہلیز پار کر لی وہ رات میرے عزت سے جینے کی آخری رات تھی۔" عائزہ کی پلکوں سے لہو رسنے لگا۔ وہ دم سادھے بیٹھی تھی۔

"میرا سچا عاشق' وہ کتے کا بچہ' پکا حرامزادہ نکلا۔۔۔ محبت کے خواب دکھا کر عزت کی چادر چھین لے گیا اور کمینہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا دو لاکھ کے عوض مجھے بیچ دیا اور اس کے بعد کتنی بار بکی' کتنی بار عزت لٹی کچھ یاد نہیں بس یاد ہے تو باپ کے گھر رانی بن کر رہنا اور اب تو نوکرانی بننے کی بھی پوزیشن نہیں رہی کہ میں بس بکاؤ مال بن گئی ہوں۔" عائزہ کی کہانی سن اسے اپنے جسم میں چیونٹیاں سی رینگتیں محسوس ہونے لگیں۔ اس کی تو روح تک کانپ اٹھی تھی۔

"یہ ہاسٹل نہیں فحاشی کا اڈہ ہے یہاں سے نکل جاؤ۔ باپ کے گھر لوٹ جاؤ تمھارے گھر والے ماریں گے' زلیل کریں گے لیکن تمھارے عیب ڈھانپ لیں گے ورنہ یہاں رہیں تو بوٹی بوٹی کی قیمت لگے گی اور تم روز خالی برتن کی طرح بکو گی اور ٹوٹ کر پھر نئی شکل میں ڈھالی جاؤ گی پھر بولی لگے گی۔۔۔ تمھارے گھر والے زبان سے زخمی ضرور کریں گے لیکن جسم پر عزت کا لباس تو کم از کم رہے گا اور یہاں زبان کے نشتر کی جگہ شیریں بیانی ہو گی' انگ انگ کی تعریف کے ساتھ عزت کا لباس تار تار کر دیا جائے گا۔۔۔ لوٹ جاؤ۔۔۔ خدا کے لیئے خود کو عائزہ بننے سے بچالو۔" وہ کہتے کہتے گلا رندھ جانے کے باعث چپ کرتی روتی چلی گئی۔

"میں' آپ کی باتیں سمجھ نہیں پا رہی۔" اس کے لب کانپے۔ اسی پل آہٹ ہوئی۔

"میں نے جو کچھ کہا کسی سے ذکر مت کرنا۔" تیسری روم میٹ کے آجانے پر عائزہ مدھم لہجے میں کہتی تیزی سے

واش روم کی طرف بڑھ گئی جبکہ وہ فحاشی کے اڈے پر اٹکی اب تک ساکت بیٹھی تھی۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہو بلبل۔۔۔" نرمین کی شوخ آواز پر وہ چونکی اور وہ اس کو دیکھنے لگی۔ اورنج رنگ کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں وہ صاف رنگت کی لڑکی شعلہ جوالہ بنی کہیں جانے کے لیئے بالکل تیار تھی۔

"مجھے میری ماما' یاد آ رہی ہیں۔" وہ سسکی۔

"تمھاری ماما کہاں ہوتی ہیں؟ ہاسٹل میں کیوں رہ رہی ہو؟" نرمین کو کل سے ہی اس پیاری سی لڑکی میں کافی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی کہ ویسے بھی اس سے روابط بڑھانے کے اسے آرڈرز ملے تھے۔

"میری ماما فوت ہو گئی ہیں۔" وہ بچوں کی طرح رونے لگی۔

"اوہ سوری' ویسے یہ عائزہ پیاری' تم سے کیا باتیں کر رہی تھی؟" وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے ہمدردی سے پوچھ گئی۔

"وہ یہی کہ میں اپنی ماما کو یاد کر کے نہ روؤں اور یہاں دل لگاؤں۔" وہ نرمین کے سوال پر گڑبڑائی لیکن اسے بروقت عائزہ کی ہدایت یاد آ گئی اور اس نے روتے ہوئے جھوٹ بولا۔

"عائزہ نے ٹھیک ہی تو کہا ہے یہاں دل لگاؤ' اب ساری زندگی یہی رہنا ہے تو یہاں کے لوگوں کو اپنا سمجھو۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔" نرمین اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بہت محبت سے بولی۔ جس پر وہ چپ رہی۔ عائزہ کو واش روم سے نکلتے دیکھ نرمین اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمھیں میڈم بلا رہی ہیں۔" وہ اس وقت کمرے میں آنے کی وجہ بیان کرتی اپنی الماری سے اپنا گولڈن کلچ لے کر باہر کی طرف بڑھی۔

"آپ' کہیں جا رہی ہیں۔؟" مدھم آواز پر نرمین کے اٹھتے قدم تھمے۔

"ہاں' آج میری نائٹ ڈیوٹی ہے۔" نرمین ہنستے ہوئے آنکھ دبا کر بولی۔

"آپ جاب کرتی ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔ عائزہ محض اسے دیکھ کر رہ گئی کہ اس کی یہی معصومیت دیکھ تو اس نے اپنے انجام کا سوچے بنا اسے فرار کی راہ دکھائی تھی۔

"جاب ہی سمجھ لو۔۔۔ ویسے چند دن میں جب تمھاری ڈیوٹی لگے گی تو تمھیں جاب کی نوعیت بہ خوبی سمجھ آ جائے گی۔" نرمین اس کے سوال پر بری طرح ہنستے ہوئے آنکھ دبا کر قدرے شوخی سے بولی اور جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔ عائزہ بھی ٹھہری نہ تھی جبکہ وہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی اور بے چینی سے عائزہ کی واپسی کی راہ دیکھنے لگی تھی۔ جو تقریباً تین گھنٹہ بعد کمرے میں لوٹی تھی۔

http://paksociety.com

"آپ مجھے بتایئے پلیز' آپ کیا کہہ رہی تھیں۔" وہ تو جیسے اس کی منتظر تھی اس کی شکل دیکھ ہی تیزی سے بولی۔

عائزہ نے لپک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"شش' یہاں دیواروں کے بھی کان ہیں۔ جتنا بتایا اس سے باقی سب خود اخذ کرو بچی نہیں ہو تم کہ گھتی نہ سلجھا سکو۔ بس اتنا یاد رکھنا میں نے جو کہا وہ کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ تمھاری اور میری بوٹیاں کتوں کو ڈال دی جائیں گی۔" وہ دبے دبے انداز میں بولی اور اپنے بستر پر دراز ہو گئی کچھ ہی دیر میں اس کے خراٹے گونجنے لگے جبکہ نیند آج اس کی آنکھوں سے روٹھی ہوئی تھی۔

"میرا ایک جذباتی فیصلہ جانے کیا تباہی لانے والا ہے۔۔۔" وہ عائزہ کی باتیں سوچتی کانپ اٹھی۔

"اس سے پہلے کے قیامت ٹوٹے مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔۔۔" اس کے دماغ نے راہ دکھائی۔

"عائزہ ٹھیک کہتی ہے زبان اور مار کا وار تو پھر سہہ لیا جاتا ہے لیکن عزت پر ضرب آجائے تو مر کر بھی سب کچھ پہلے سا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ میں نے گھر چھوڑ کر غلط کیا مجھے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔۔۔ پچھتاوے عمر بھر کا روگ بنیں اس سے پہلے ہی مجھے لوٹ جانا چاہئیے۔" وہ روتے ہوئے ایک حتمی فیصلے پر پہنچ گئی۔ اس نے باقی رات بھی آنکھوں میں کاٹی اور یہاں سے نکلنے کی تدبیریں سوچتی وہ فجر کی نماز پڑھ کر واپس لیٹ گئی۔ چند ثانیوں بعد دروازہ کھلا اور نرمین کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا جس میں نرمین کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف نہیں مگر دھندلا سا نظر آرہا تھا۔ وہ جتنی تیاری کے ساتھ گئی تھی وہ سب بھی منقود تھا۔ کچھ دیر میں واش روم سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔

"اللہ' مجھے اس عذاب سے نکال دے' مجھے میری اندھی خواہشوں نے کہیں کا نہیں چھوڑا یارب مجھے عزت کی زندگی عطا کر دے۔" وہ اب تک دم سادھے لیٹی تھی۔ نرمین نے نماز پڑھ کر سجدے میں گڑگڑا کر اپنے اللہ سے دعا مانگی ۔ اسے لگا نرمین کی گریہ وزاری سن جیسے وہ مر رہی ہے۔۔۔ اسے اپنا آپ نرمین کی جگہ محسوس ہوا اور وہ پوری جان سے لرز اٹھی۔

"میں' یہاں سے چلی جاؤں گی۔ میں خود کو اپنے غلط فیصلے کی بھینٹ ہرگز نہیں چڑھنے دوں گی۔" اس نے سسکی دباتے ہوئے سوچا۔ یہ جانے بنا کے گھر کی چار دیواری عبور کرنے کی سزا تو۔۔۔ ملنی ہی ہے۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆

"ارمش' میں تجھے جان سے مار دوں گا۔" ویڈیو کے اختتام کے بعد کمرے میں چھایا موت کا سا سناٹا ابرج سہروردی کی غصیلی آواز نے چیر کر رکھ دیا۔ وہ ارمش پر کسی بھوکے شیر کی مانند جھپٹ چکا تھا۔ ساکت کھڑے ابان نے ارمش کو بری طرح پیٹتے ابرج کو اس سے دور کیا۔

"ہوش میں رہو ابرج' ہر وقت غصہ میں مارنے مرنے پر مت تل جایا کرو۔" ابان کا لہجہ بہت سرد تھا۔

"میں اسے جان سے ماردوں گا اس ذلیل انسان نے ایلیفیہ کی زندگی برباد کردی اور اپنی تمام سازشوں اور واہیات حرکتوں کی ویڈیو ایسے بناتا رہا جیسے کوئی فلم ڈائیریکٹ کی ہے اس منحوس انسان نے۔۔۔" ابرج کف اڑاتے ہوئے ہاتھ کا ایک گھونسا بنا کر اس کے منہ پر مار گیا۔

"اپنے غصہ پر قابو رکھو ابرج۔" اب کے معصومہ سہروردی بیٹے کے سامنے آتے ہوئے بولیں۔

"ماما' اس نے ایلیفیہ کو جینے لائق نہیں چھوڑا اور آپ مجھ سے غصہ قابو رکھنے کا کہہ رہی ہیں۔۔۔ میں اس کو جان سے ماردوں گا۔" ابرج دھاڑتے ہوئے ارمش کی طرف لپکا جس کی ناک اور ہونٹ کے کناروں سے خون بہہ رہا تھا۔

"زندگی تو تم نے بھی مکنون کی برباد کردی ہے۔۔۔ جان سے تو تمھیں بھی مار دینا چاہئیے۔" معصومہ سہروردی نے بپھرے ہوئے بیٹے کو ہوش میں لانے کے لیئے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا اور طنز سے بولیں۔ ابرج کے کھڑے کھڑے قدم لڑکھڑا گئے۔ اس نے تڑپ کر ماں کی طرف دیکھا۔

"تمہارے تو خود ہاتھ مکنون کے خون سے رنگے ہیں تو تم ہوتے کون ہو ارمش سے ایلیفیہ کے خون کا حساب مانگنے والے؟" وہ بیٹے کا ساکت ہو جانا محسوس کرنے کے باوجود کسی قسم کی رعایت دیئے بنا بولیں۔ ابرج کی نگاہیں مارے ندامت اور پچھتاوے کے احساس سنگ جھکتی چلی گئیں۔

عجب زمین ہے عبرت سرائے ہستی کی
ریاض کاٹے ہیں پچھتاوے خواہشیں بو کر

"میں نے جو بھی کیا سب کھول کر رکھ دیا ہے۔۔۔ میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہا ہوں۔۔۔ میں سزا چاہتا ہوں۔۔۔ میرا جرم معافی کے قابل نہیں ہے۔۔۔ میں ایلیفیہ کا ہی نہیں ابان کا بھی مجرم ہوں۔۔۔ آپ لوگ مجھے سنسار کردیں۔" ارمش گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا ہچکیوں سے روتا ہوا بولا۔ آسیہ آغا اور شارق یوں بیٹھے تھے جیسے وہاں نہ ہوں۔ بیٹی کا کرب تو ان کی روح میں اتر گیا تھا وہ دونوں بیٹی کو تڑپتے دیکھ مرسے گئے تھے۔ کتنا ظالم تھا یہ شخص ان کی بیٹی کو تڑپانے کی ویڈیو بنا کر ان کے سامنے رکھ گیا تھا۔ بیٹی کی آہیں' اس کی سسکیاں' اس کا تڑپنا' کبھی عزت کی بھیک مانگنا تو کبھی عزت سے جینے کی' محبت کے نام پر اسے کتنا ستایا گیا تھا کیا قصور تھا ان کی بیٹی کا۔۔۔ آسیہ آغا یکدم ہی چیخیں مار مار کر رونے لگی تھیں۔

روتی ہوئی عابیہ نے آگے بڑھ کر انھیں خود سے لگالیا۔ ان کے رونے میں اضافہ ہوتا گیا۔ شارق آغا نے اپنے آنسو

http://paksociety.com

رگڑے اور چلتے ہوئے ارمش کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

"میں نے اپنی بیٹی کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے ارمش چوہدری' اس لئے تمھیں سزا میں یا میری بیٹی نہیں دیں گے سزا و جزا کا فیصلہ ہمارا اللہ کرے گا۔" ارمش چوہدری نے نظر اٹھائی اور شارق آغا کو دیکھ کھڑا ہوا اور ان کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔تب وہ بہت سنجیدگی سے' بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔ارمش نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گئے۔

"میری بیٹی گزشتہ تقریباً ڈیڑھ ماہ سے بستر مرگ پر پڑی ہے ارمش چوہدری اور میں تمھیں سزا دوں۔۔۔ کیا دوں سزا۔۔۔؟" وہ کہتے ہوئے رو پڑے۔

"مجھے سولی پر چڑھا دیں۔" ارمش بے بسی سے تڑپا۔

"تمھیں سزا دینے سے میری بیٹی کی وہ اذیت دور ہو سکتی ہے؟ میری بیٹی زندگی کی طرف لوٹ سکتی ہے؟ جب کچھ نہیں ہو سکتا تو میں کیا دوں تمھیں سزا۔۔۔ جو سزا دے گا میرا اللہ دے گا کہ وہ سب سے بڑا منصف ہے اور اس رب کائنات کی عدالت سے میری بیٹی کو انصاف ضرور ملے گا۔" وہ اپنے آنسو آستین کے کف سے رگڑ گئے۔

"چلے جاؤ' خدا کے لئیے چلے جاؤ اور کبھی اپنی شکل مت دکھانا۔" وہ کچھ کہنے کی آرزو میں شارق آغا کے پاؤں جکڑ گیا اور وہ اپنے پاؤں چھڑاتے' اذیت سے چیخ پڑے۔

"چلا جاؤں گا' بس ایک بار مجھے معاف کر دیں۔" وہ رو پڑا۔

"تمہارا جرم معافی کے قابل نہیں ہے ارمش' لیکن ہم لوگوں کو کچھ وقت دو زخم پر کھرنڈ آلینے دو پھر تمھیں معاف کر دیں گے۔" اب کے معصومہ سہروردی بولیں۔

"میں ارمش کے جرم کا حصہ دار ہوں۔۔۔ خود غرض صرف ارمش نہیں ہوا تھا۔میں نے بھی اپنی غرض کا سودا کیا۔۔۔ ایک عزت بچاتے دوسری عزت داؤ پر لگا دی' ایلیفیہ کا میں بھی مجرم ہوں۔" ابان کی بے بس آواز گونجی۔عابیہ بہت تڑپ کر اسے دیکھنے لگی۔

"خود کو مورد الزام نہ ٹھہراؤ تمھارے لئیے تو میں نے کوئی راستہ چھوڑا ہی نہ تھا پھر بھی تم نے اگر غرض کی خاطر سودا کیا بھی تھا تو ایلیفیہ کو اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہ پہنچائی اسے زک پہنچائے بنا اس پر حقیقتیں کھول دیں اور میں نے نیت نہ ہونے کے باوجود اس پر گندی نظر ڈالی' غلط ارادوں سے اسے چھوا۔۔۔ میرا جرم قابل معافی ہے ہی نہیں۔" ارمش اذیتوں کی انتہا پر تھا۔اس کا بس چلتا تو وہ خود کو مار ڈالتا۔

"باتیں نہ دہراؤ' ہماری اذیتوں کے منہ نہ کھولو' چلے جاؤ۔" شارق آغا چیخ پڑے۔

"جارہا ہوں اور جب تک مجھے میرے کیئے کی سزا نہیں مل جائے گی مروں گا نہیں ۔۔۔ اللہ کے انصاف کا آپ سب ہی نہیں میں بھی انتظار کروں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں مجھے اتنی کڑی سزا ملے کہ پھر کوئی مرد' عورت کی زندگی' اس کی خوشیوں' اس کی نسوانی انا' اس کی پسند کے اختیار سے لڑ نہ سکے۔" ارمش چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بہت بھاری لہجے میں بولا۔ عابیہ اب تک آسیہ آغا کے پاس بیٹھی تھی۔ ابرج سائیڈ پر یوں کھڑا تھا جیسے اس کے اختیار کا موسم ڈھل گیا ہو۔ معصومہ سہروردی نے بھائی کو شانوں سے تھام لیا تھا۔ وہ ہر مشکل گھڑی میں بھائی کا سہارہ ثابت ہوئی تھیں اور اس گھڑی وہ انھیں اکیلا نہیں کر سکتی تھیں۔

"آمین ۔۔۔" معصومہ سہروردی بھائی کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"ابان' اس سب میں قصوروار نہیں بس مجبور تھا اس سب میں میرے علاوہ کوئی قصوروار ہے تو وہ ہے عبرود محسن نعمانی۔۔۔" اس نے جاتے جاتے انکشاف کیا وہ سب حیران ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ عابیہ کی تو وہ حالت ہو گئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"عبرود میرے ہر جرم کی شریک' جس پر میں نے بھروسہ کیا لیکن اس نے مجھے ہاتھ دکھا دیا ۔۔۔ ویڈیو ایڈٹ کرنے کے لیئے ہی میں نے ویڈیو بنائی تھی اور ایڈٹ کی ذمہ داری عبرود کی تھی لیکن جب ایلیفیہ کے ہاسپٹل میں ہونے کی مجھے خبر ملی اس کے بعد میں نے عبرود کو ویڈیو ایڈٹ کرنے سے روک دیا تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور ویڈیو ایڈٹ کر کے آپ سب لوگوں کو سینڈ کر دی۔" ارمش کا لہجہ اب کے غصیلا تھا ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا وہ تفصیل بتاتا رہا۔ جس رات عابیہ کی ڈیلیوری ہوئی تھی۔ وہ ایلیفیہ کو دیکھنے ہاسپٹل گیا تھا وہ بڑی خاموشی سے' کسی پر ظاہر کیئے بنا روز ہی ایلیفیہ کو دیکھنے ہاسپٹل جارہا تھا اور اس رات وہ ابرج کو دیکھ الٹے قدموں پلٹا تھا اور ابان کو دیکھ وہ حیران ہوا تھا اسے امید ہی نہیں تھی کہ وہ ایلیفیہ کو دیکھنے آئے گا لیکن کچھ دیر بعد جب اس نے عبرود کو دیکھا تھا تو وہ اسے میسیج کر گیا تھا اور اس نے ابان کے ہاسپٹل میں ہونے کی وجہ بتادی تھی۔ وہ واپس چلا جاتا لیکن عبرود نے اس سے میسیج میں کہا تھا کہ اس نے ویڈیو عابیہ کو سینڈ کر دی تھی اسی کا صدمہ ہے جو وہ زندگی و موت کی کشمکش میں ہے اس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس نے عابیہ کی پریگننسی کا خیال کیئے بنا اسے دھکا دیا تھا مگر وہ اپنے آدھے جرم کا اعتراف کرتی اور ساتھ جلد ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل کرنے کا بتاتی ارمش چوہدری کو طیش دلا گئی تھی اس نے عبرود سے کہا تھا کہ وہ ویڈیو لیک سے پہلے ایک بار اس سے ضرور ملے ورنہ بعد میں اپنی تباہی کا اسے الزام نہ دے۔ عبرود ڈری تو نہ تھی لیکن اگلے ہی دن وہ ارمش سے ملی تھی اور اس نے وقتاً فوقتاً عبرود کی جو سازشی باتیں ریکارڈ کی تھیں وہ سب اسے سنا کر اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔ وہ ارمش کو برا بھلا کہہ رہی تھی اور ارمش نے کہا تھا کہ وہ ویڈیو ابان اور ایلیفیہ کی فیملی کے علاوہ کسی تیسرے شخص تک پہنچی تو وہ اس کی

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

ویڈیوز اور میسیج لیک کر دے گا اور عبرود چاہے اسے یہ کہہ گئی تھی کہ وہ چاہے تو محسن کو سب بتا دے اسے فرق نہیں پڑتا مگر پوری دنیا کے سامنے اس کے کارنامے آئیں اسے فرق پڑتا تھا اس لیئے بلیک میل کرتی وہ خود بلیک میل ہو گئی تھی اور اس بار اس نے کسی سازش کے بنا اس ویڈیو کو ڈیلیٹ کر دیا تھا اور سی ڈی توڑ ڈالی تھی۔ کیونکہ اس کا مقصد ابان کی خوشیوں کو آگ لگانا تھا جس میں وہ کامیاب رہی تھی۔ اور وہ عبرود کو ویڈیو ایڈٹ کرنے سے تو روک نہیں پایا تھا لیکن اس نے ویڈیو کو سوشل میڈیا پر لیک ہونے سے بچا کر ایلیفیہ کی عزت رکھ لی تھی۔ اس نے بہت برا کرتے کرتے بھی آخر میں گویا ایلیفیہ سے محبت کا حق ادا کر دیا تھا۔

وہ تفصیلات سے آگاہ کرتا' حقیقتوں کے تلخ سمندر میں ان سب کو غرق کر کے کب کا جا چکا تھا۔ آسیہ آغا کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا انھیں بی پی کی میڈیسن دی گئی تھی اور ملازمہ کو ان کا خیال رکھنے کی ہدایت کے بعد معصومہ سہروردی واپس لاؤنج میں آ گئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ابھی تو ایلیفیہ کا مجرم سامنے آیا ہے اور درمکنون کے مجرم کا احتساب ہونا باقی ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ ابان یہاں ارمش کے بلانے یا اپنی بے گناہی ثابت ہونے کے وقت ان سب کو شرمندہ کرنے نہیں آیا کہ اس کی یہاں موجودگی اس کی نیکی کے صلہ کے سبب ہے۔ اب سب پر ابان کی اچھائی عیاں ہو گئی تھی۔ ابرج تو اس سے نگاہ ملانے لائق بھی نہ رہا تھا۔

ابان کو سزا دینے کی چاہ میں ابرج نے درمکنون کو عذاب بھری زندگی دی تھی اب ابان ہی بے گناہ ثابت ہو گیا تھا تو اب وہ اگر اس سے بہن کا حساب لینے پر آتا تو وہ حساب دینا تو دور ابھی تو درمکنون بھی اسے لوٹانے کی پوزیشن میں نہ تھا۔

ابان اگر اپنی بہن کا پوچھ لیتا تو اس کے پاس جواب تو کیا درمکنون بھی نہ تھی۔

وہ تو جانتا ہی نہ تھا کہ مکنون کہاں چلی گئی ہے؟

اس وقت کہاں ہے؟

کس حال میں ہے؟

زندہ بھی ہے کہ مر گئی ہے۔۔۔۔؟

کیسے ابرج آسمان سے زمین پر آ گرا تھا اگر اعتدال سے کام لیتا تو شاید آج پچھتاوے اس کا مقدر نہ بنتے۔۔۔

معصومہ سہروردی بیٹے کو دیکھتیں اذیت سی محسوس کرنے لگی تھیں۔

ابرج نے اپنے آنسو رگڑے۔۔۔

خود کا کمپوز کر کے چہرہ اوپر کیا اور ابان کو دیکھنے لگا۔۔۔

اس شخص کو اگر کبھی آئیڈیل بنایا تھا۔۔۔

اگر کبھی اس کے سحر میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔

تو کیا غلط ہوا تھا۔۔۔

وہ تو تھا ہی چاہے جانے کے لائق۔۔۔

سر آنکھوں پر بٹھا کر تعظیم کا مستحق۔۔۔

اور وہ کیسے کیسے الزام لگا کر۔۔۔

اسے ذلیل کرتا رہا تھا۔۔۔

اور آفرین تھی اس شخص پر جس نے آگے سے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔۔۔

ابرج جو شکست سی محسوس کرتا آسمان بننے کی چاہ میں زمین بھی نہ بن سکا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور چپ بیٹھے ابان کے سامنے آن رکا۔۔۔

ابان چونکا۔۔۔ اور کھڑا ہو گیا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔۔۔ ایک آنکھ میں ندامت تھی تو دوسری آنکھ اس ندامت کو محسوس کرتی رب کے آگے سجدہ ریز تھی۔۔۔ ابرج نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے معاف کر دو ابان' میں تمھیں سمجھ نہ سکا۔۔۔ تمھارے کردار پر کیچڑ اچھالی۔۔۔ تمھیں بہت برا بھلا کہا ۔۔۔ اس سب کے لیئے مجھے معاف کر دو۔" وہ نمناک قدرے شرمندہ لہجے میں کہتا باقاعدہ ابان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

یہ منظر معصومہ سہروردی کو بھلا تو نہیں لگا لیکن وہ مطمئن تھیں کہ ان کے بیٹے نے اگر غلط کرنے میں دیر نہ کی تھی تو آج اپنے عمل کو سدھارنے کے لیئے پہلا قدم اٹھاتے بھی وہ بالکل نہیں ہچکچایا تھا۔

عابیہ کی آنکھوں میں نمی ہلکورے لینے لگی تھی۔۔۔ آج ابان سب کے سامنے یوں سرخرو ہوا تھا کہ اس کے اندر اطمینان اتر گیا تھا۔ وہ شکر کر رہی تھی اپنے اللہ کا کہ اللہ نے اس کے شوہر کو سچا ثابت کر دیا تھا۔

"تم مجھ سے معافی طلب نہ کرو کہ تم نے وہی بولا جو تم نے دیکھا میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ میرے اللہ نے سچائی آپ سب پر عیاں کر دی۔" ابان نے اس کے ہاتھ تھام لیئے۔ اور گہری سنجیدگی سے بولا۔ اس کی سب سے بڑی اچھائی اس کی عاجزی اور مصلحت پسندی تھی اور جب اللہ نے از خود اس کی نیک نیتی سب پر ظاہر کر دی تھی تو وہ کیوں ابرج سے لڑتا یا اسے معاف نہ کرتا اس نے ابرج کو معاف کر دیا تھا۔

"تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے کہ تم نے مجھے معاف کر دیا جبکہ میں معافی کے لائق ہرگز نہیں۔۔۔ تمھارے ساتھ میرا رویہ کس قدر خراب رہا اور تمھیں سزا دینے کی چاہ میں مکنون کے ساتھ جو کچھ کیا۔۔۔" ابرج کی آواز لڑکھڑا گئی۔ وہ بول

ہی نہ سکا۔

"غلطیاں مجھ سے بھی ہوئی ہیں۔۔۔ مکمل صحیح تو میں بھی نہیں رہا۔۔۔ کہیں نہ کہیں میں بھی ناانصافی کا مرتکب ہوا ہوں۔۔۔ اس لیئے آپ سب بھی مجھے معاف کر دیں۔" وہ ابرج کو معاف کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان سب سے معافی طلب کر گیا تھا۔

شارق آغا اس کو دیکھنے لگے تھے اگر ان کی بیٹی اس کی دیوانی ہو گئی تھی تو کیا برائی تھی کہ وہ تو تھا ہی اس قابل کے اسے چاہا جاتا۔ اس نے کشمالہ کا بھرم بھی رکھا تھا اور ایلیفیہ کو بھی زک نہ پہنچائی تھی۔

"ایلیفیہ تو اپنے نصیب کے دکھ جھیل رہی ہے اس میں اس شخص کا کیا قصور۔۔۔" شارق آغا نے بھیگتی آنکھوں سے سوچتے ہوئے نظر ابان کے چہرے سے ہٹالی۔

"مکنون کے ساتھ جو کیا تم نے' میں تم سے جواب طلبی کا حق رکھتے ہوئے بھی اس کا تم سے حساب نہیں مانگوں گا ۔۔۔ بے شک تم نے مکنون کو میری بہن ہونے کی سزا دی لیکن میں یہی کہوں گا کہ تم سزا اپنی بیوی کو اور خود کو دیتے رہے ۔۔۔ کیونکہ در مکنون لاکھ میری بہن سہی مگر کہلائے گی تمھاری بیوی اور تم نے سزا اپنی بیوی کو دی تو میں تم سے کیا جواب طلبی کروں؟ تم میرے نہیں مکنون کے مجرم ہو اس سے مانگنا معافی۔۔۔" وہ اپنے حصے کے مجرم کو معاف کرتا ان سب سے اپنے کردہ اور ناکردہ جرم کی معافی طلب کرنے کے بعد بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ابرج کا سر مزید جھک گیا۔ ابان نے کیسی سچی بات کہی تھی۔ مکنون تو اس کی بیوی تھی اور وہ اپنی بیوی کو سزا دیتا رہا۔

"میں' شدتوں کا داعی' رشتوں میں توازن نہ رکھ سکا۔" ابرج کا لہجہ کرب سمیٹ لایا۔

"مجھے تم سے بس اتنا گلہ ہے کہ مجرم میں لگا تھا تو مجھے سزا دیتے اس کے لیئے اپنی شادی شدہ زندگی برباد نہ کرتے ۔۔۔ بیٹی کے والدین اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اس لیئے نہیں دیتے کہ اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جائے۔۔۔ جس بات کا تعلق ہو' نہ ہو اس کی سزا دی جائے۔۔۔" ابان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ کمرے میں سکوت طاری تھا جسے ابان کی آواز چیر رہی تھی۔

"میں نے تو محبت کی بھی لاج نہ رکھی ابان۔۔۔" اس کے دل سے آہ نکلی مگر لب خاموش رہے وہ ابان کی لعن طعن سنتا رہا۔

"بیٹی تو باپ کے گھر کی رانی ہوتی ہے اور تم نے ہماری رانی بیٹی کو اپنے گھر لا کر ایک ادنی ملازمہ سے بھی کمتر جانا اسے ان گناہوں کی سزا دیتے رہے جو اس سے سرزد بھی نہ ہوئے تھے۔۔۔ بیوی کو تم محبت تو کیا عزت نہ دے سکے وہ بہن تھی میری لیکن تم نے بھی تو نکاح کیا تھا کیا نکاح اس لیئے کیا تھا کہ اسے انسان بھی نہ سمجھو۔۔۔ میری بہن کو تڑپاتے بس

http://paksociety.com

ایک بار سوچ لیتے کہ تمھاری بہن بھی تو کسی کی بیوی ہے اور تمھارا بہنوئی تمھارے بہن کے ساتھ یہ سب کرے گا تو تمھارے دل و غیرت پر کیا گزرے گی۔۔۔" وہ روتے ہوئے بول رہا تھا۔ ابرج خود کو زمین میں اترتا محسوس کرتا چپ سادھے کھڑا تھا۔

"سوچا تو بہت لیکن اپنی سوچ کی نفی کرتا گیا۔" وہ ابان کی سنتا بے بسی سے سوچ کر رہ گیا۔

"تم نے مجھے نیچا دکھانے کو میری اس بہن سے جوتے اٹھوائے جس کے جوتے میرے بابا خود اٹھا کر رکھتے تھے۔۔۔ تم رشتوں کا تقدس پامال کرتے یہ بھول گئے کہ بیٹیاں تو سانجھی ہوتی ہیں۔۔۔ مکنون کی تڑپ پر اس کے مرحوم والدین کی روح کیسے تڑپتی ہو گی۔۔۔ تم یہ نہیں سمجھ سکتے ابرج' تم نہیں جان سکتے کہ اپنی بہن کو تکلیف میں پا کر ایک رات سکون سے نہیں سویا کاش! تم اسے میری بہن نہ سمجھتے اپنی بیوی سمجھ کر بس زرا سی عزت کر لیتے۔ نکاح کی زرا سی تعظیم کر لیتے۔" وہ رو رہا تھا۔ عابیہ نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ آستین کے کف سے اپنی آنکھیں رگڑ گیا۔

"میری بہن کو ایک بار اس کے شوہر نے طلاق دینے کی بات کی تھی اور میں نے اپنی خوشی تیاگ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔ ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ بہن' بیٹی کا دکھ انسان کو توڑ دیتا ہے۔" ابرج بولا۔ اس کی آواز دکھ و بے بسی اور شرمندگی سے لبریز تھی۔ ابان نے اب کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"دعا کرو کہ مکنون صحیح سلامت مل جائے۔" ابان کہہ کر رکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔ عابیہ اس کی تقلید میں اس کے پیچھے ہی چل پڑی۔

پیچھے رہ گیا تو ابرج' پچھتاوے کے ساتھ۔۔۔

بے کلی و بے بسی کے ہمراہ۔۔۔

تنہائی اور شکست خوردگی کے خول میں سمٹا۔۔۔

معافی مانگنے کی آرزو میں سانس بھرتا۔۔۔

یاد کو زندگی کا حاصل گردانتا۔۔۔

در مکنون کی ڈائری کو سینے سے لگائے' اسے محسوس کرتا۔۔۔

در مکنون کی تصویر سے باتیں کرتا۔۔۔

وہ رو رہا تھا۔۔۔ وہ آج بھی رو رہا تھا۔۔۔

لبوں سے لفظ جھڑیں آنکھ سے نمی نکلے

کسی طرح تو میرے دل سے بے دلی نکلے

میں چاہتا ہوں پرندے رہا کیے جائیں
میں چاہتا ہوں تیرے ہونٹ سے ہنسی نکلے

میں چاہتا ہوں کوئی مجھ سے بات کرتا رہے
میں چاہتا ہوں کہ اندر کی خامشی نکلے

میں چاہتا ہوں مجھے طاقچے میں رکھا جائے
میں چاہتا ہوں جلوں اور روشنی نکلے

میں چاہتا ہوں تیرے ہجر میں عجیب ہو کچھ
میں چاہتا ہوں چراغوں سے تیرگی نکلے

میں چاہتا ہوں تجھے مجھ سے عشق ہو جائے
میں چاہتا ہوں کہ صحرا سے جل پری نکلے

میں چاہتا ہوں مجھے کوئی درد دان کرے
میں چاہتا ہوں کہ آنسو ہنسی خوشی نکلے

میں چاہتا ہوں کہ یہ راہ بحال ہو پھر سے
ہماری آنکھ سے دل تک کوئی گلی نکلے

☆☆☆☆☆☆

"ابان۔۔۔" وہ کچھ دیر پہلے ہی کئی گھنٹے خوار ہونے کے بعد گھر آیا تھا۔ عابیہ اس کو پانی پلاتے ہوئے تفصیل پوچھ رہی تھی۔

ابان نے چونک کر سرخ آنکھوں سے بیوی کو دیکھا۔

"بیہ' آج بھی نہیں ملی مکنون۔۔۔۔ ریلوے اسٹیشن اور ائیر پورٹ سے کوئی انفارمیشن نہیں حاصل نہیں ہو سکی

۔۔۔ یہاں تک کہ ہم نے آج پھر تمام ہاسٹل اور ہاسپٹل بھی چیک کیے۔ مکنون جانے کہاں چلی گئی ہے۔" ابان تفصیل بتاتا ہچکیوں سے رو دیا۔ آج تین دن گزر گئے تھے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ تفتیش و پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

"آپ حوصلہ رکھیں ابان، مکنون مل جائے گی۔" عابیہ نے اسے اتنا ٹوٹا بکھرا توماں کی موت پر ہی پایا تھا اس وقت سنبھالا دینا شاید اس لیئے آسان رہا تھا کہ موت برحق ہے وہ دکھ ایسا تھا کہ تسلی ممکن تھی لیکن اب حالات کچھ اور تھے جس شخص کی جوان بہن تین روز سے گھر سے باہر بالکل لاپتہ تھی اس کی گمشدگی پر اسے تسلی کیا دے وہ سمجھ نہیں پارہی تھی پھر بھی روتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے، مکنون کے ساتھ جو بھی غلط ہوا میری وجہ سے اور وہ آج دربدر ہے تو بھی میں ہی قصوروار ہوں۔" وہ اونچا چوڑا مرد جس کو اپنے جذبات اور دکھ چھپانے آتے تھے۔ آج بالکل ٹوٹ گیا تھا۔ بہن کو اس نے جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور آج وہ لاپتہ تھی اسے چین ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

"ابرج بھیا کی کم ظرفی اور خود غرضی کا الزام خود کو نہ دیں ابان، مکنون کے ساتھ کچھ بھی آپ کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔" اس نے ابان کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"سب میری وجہ سے ہی ہوا ہے بیہ' ابرج نے مکنون کو میری بہن ہونے کی سزا دی ہے۔" وہ کڑے ضبط سے بولا۔

"ابرج بھیا نے بے قصور مکنون کو سزا دے کر اپنی کمظرفی اور گھٹیا سوچ کا ثبوت دیا ہے وہ رشتوں میں توازن نہ رکھ سکے محبت کا راگ الاپ کر عزت تک نہ کر سکے اور ایسے شخص کی گھٹیا حرکتوں کا آپ' خود کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں۔" عابیہ دوٹوک انداز میں بولی وہ مصلحتاً چپ رہی تھی ورنہ اس کا بس چلتا تو وہ ابرج سہروردی کا گریبان جکڑ کر مکنون کا پوچھتی' ابان اور مکنون کو زلیل کرنے کا بدلہ لیتی لیکن اس نے کچھ کہنا چاہا بھی تھا تو ابان روک گیا تھا۔

"تم مانو نہ مانو مگر حقیقت یہی ہے کہ میں ہی مکنون کی مشکلات کا سبب بنا ہوں۔ ایلیفیہ کے ساتھ کچھ نہ کر کے بھی اس کی اس حالت کا میں بھی کہیں نہ کہیں ذمہ دار ہوں۔" وہ شکست خوردگی کے احساس میں گھرا بولا۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو ابان' کیوں آپ ہر بات کا الزام خود کو دے کر دکھی ہو رہے ہیں۔" وہ ابان کی ایک ہی بات کی گردان سے چڑ گئی تھی لیکن وہ اسے اتنا دکھی پارہی تھی کہ بے بسی سے اس کے ہاتھ تھام کر بولی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ ابرج کا مکنون کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں ہے اور ایلیفیہ نے بہت واضح طور پر بتا دیا تھا اس کے بعد بھی میں چپ رہا کہ میں کچھ کیسے کہتا ابرج سے کیونکہ وہ تو مجھے ایلیفیہ کا مجرم سمجھ کر سوچنے سمجھنے کی حدود سے ہی نکل گیا تھا۔۔۔ لیکن بیہ' ایلیفیہ کی بربادی کا سبب میں بھی ہوں اس کے باوجود کہ میں نے کبھی بری تو کیا اسے اچھی نظر سے بھی نہیں دیکھا۔" وہ عابیہ کے ہاتھوں پر گرفت قائم کرتے ہوئے وحشت زدہ لہجے میں بولا۔

"ابرج کے ماننے سے آپ ایلیفیہ کے مجرم نہیں ہو گئے ابان' اور اب تو ساری حقیقت سب کے علم میں بھی آچکی ہے۔ آپ پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں تو کیوں۔۔۔ بتایئے مجھے۔۔۔ کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے۔" وہ اس کے لہو رنگ چہرے پر رقم اذیت کو محسوس کرتی رو ہی تو پڑی اور روتے ہوئے پوچھ گئی تھی۔

"کشمالہ کو انصاف دلاتے میں ایلیفیہ کے ساتھ ناانصافی کر گیا ہوں بیہ۔۔۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ عابیہ نے اس کی شرٹ پشت سے جکڑ کر اسے جانے سے روکا اور اس کے سامنے آن کھڑی۔

"آپ' وہاں غلط ارادوں سے نہیں گئے تھے اور یہ بات اب سب جان گئے ہیں۔ اب بس بند کر دیں خود کو۔۔۔" وہ اس کے بازو کو پکڑے' اس کی آنکھوں دیکھتے ہوئے بولنے لگی تھی لیکن ابان نے اس کا ہاتھ جھٹک کر' قدم پیچھے کر لیئے۔

"میری نیت صاف اور ارادے نیک تھے اسی لیئے میں نے ابرج کو کبھی صفائی دینے کی کوشش تک نہیں کی کیونکہ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑا تھا اس سے بڑھ کر کوئی میری نیت سے واقف نہیں اس لیئے میں بہت مطمئن ہوں اور رب کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے بھٹکنے نہیں دیا' مجھے نفس پر قابو رکھنے کی ہمت و توفیق دی۔" وہ بہت مدھم لہجے میں بولا۔ صبح کا اجالا پھیل گیا تھا کھڑکی پر پردے پڑے تھے جہاں سے روشنی چھن چھن کر آرہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے وہ ابان کو دیکھ رہی تھی اور ابان کی نظر احساس تشکر سے جھکی ہوئی تھی۔ دو موتی آنکھوں سے گرے تھے اور دبیز قالین میں جذب ہو گئے تھے۔

"پھر آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ' ایلیفیہ کے ساتھ ناانصافی کے مرتکب ہوئے ہیں۔" عابیہ اپنے شریک سفر کو احساس تشکر سے دیکھتی بولی۔

اچھا جیون ساتھی نعمت خداوندی کی نشانی ہوتی ہے اور وہ اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا کہ اسے ابان کی صورت میں ایک اعلی کردار و عادات کا ہمسفر عطا کیا تھا ورنہ وہ کہاں تھی اس قابل کے ابان جیسے اچھے انسان کی شریک سفر بنتی لیکن اسے یہ نعمت اس کے اللہ نے عطا کی تھی اور اب کوئی طاقت اس سے چھین نہیں سکتی تھی اسی لیئے ارمش اور عبرود کی ہر سازش ناکام ہو گئی تھی اور ابان کی نیک نیتی کا اللہ نے کیا خوب صلہ دیا تھا کہ ارمش نے جو ویڈیو اسے بدنام کرنے کی نیت سے بنائی تھی وہی ویڈیو اس کی گواہی بن گئی تھی۔ اللہ کی حکمت بے شک وہی جانتا ہے انسان کو وہاں سے نوازتا ہے جہاں سے انسان نے تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔

"ایلیفیہ پر میں نے بے شک بری نگاہ نہیں ڈالی بیہ لیکن وہاں گیا میں۔۔۔ وہاں میری موجودگی کتنا بڑا سوال تھی میرے اور ایلیفیہ کے کردار پر۔۔۔ میں نے کشمالہ کی حفاظت کی نیت سے ایلیفیہ کی حفاظت کا سوچا ہی نہیں۔۔۔

http://paksociety.com

انصاف نہیں کر سکا۔" وہ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتا۔ عابیہ سے ذہن کی ہر الجھن' ہر اذیت کہہ گیا۔

"آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے لیکن آپ کی نیت میں کوئی کھوٹ نہ تھا اس لیئے اللہ نے آپ کا پردہ رکھا۔۔۔ کوئی یہ نہیں جان سکا کہ آپ وہاں گئے تھے۔۔۔ آپ کا یا ایلیفیہ کا کردار ہر گز بھی مشکوک نہیں ہوا اور جس بات کو اللہ نے پوشیدہ رکھ کر آپ کا اور ایلیفیہ کا بھرم رکھا ہے اس پر یوں سوچ کر آپ میرے خیال میں ناشکری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔" عابیہ نے اسے ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا اور خود نیچے کارپٹ پر بیٹھتی اس کے زانو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بہت نرمی و حلاوت سے بولتی چلی گئی۔

"اپنے رب کا تو شکر گزار ہوں بیہ' لیکن تم یہ مانو کہ ایلیفیہ کی اس حالت کا میں بھی ذمہ دار ہوں۔۔۔ ارمش کو پیچھے سے وہاں جانے کا میں نے موقع فراہم کیا۔۔۔ یہ میری خطا ہے کہ میں نے کسی بھی مجبوری کے تحت ارمش کی مانی تو مجھے ایلیفیہ کا بھی تو سوچنا چاہئیے تھا ارمش نے جو ڈراوا دیا وہ سب کر گزرتا تو۔۔۔ یہ سوچ کر ہی میری روح کانپ اٹھتی ہے۔" وہ عابیہ سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔ عابیہ نے اپنے آنسو رگڑے اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ سب اللہ کا فیصلہ ہے ابان۔" وہ عابیہ کو دیکھنے لگا۔ جو مسکرائی اور بولنے لگی۔

"جو انسان بہت برا نظر آ رہا ہوتا ہے یا بہت برا کر رہا ہوتا ہے اچھائی تو اس میں بھی ہوتی ہی ہے۔۔۔" عابیہ کا لہجہ بہت مدھم تھا۔

"بے شک۔۔۔" ابان کے لب میکانکی انداز میں ہلے۔ عابیہ اس کے کاندھے سے ہاتھ ہٹاتی اٹھی اور اس کے برابر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ارمش چوہدری چاہے انا کی جنگ میں اپنی ماں کی تربیت بھلا بیٹھا تھا لیکن اس کے اندر اچھائی کی کرن موجود تھی تب ہی تو اللہ نے اسے نفس کی غلامی سے بچا لیا اس نے ایلیفیہ کو چاہے کتنا ہی ستایا لیکن اس سے اس کا نسوانی غرور نہیں چھینا اور یہ ارمش کی اچھائی ہے اور جب اللہ نے عین وقت پر ارمش کو سنبھالا دیا تو آپ ہر بات کا خود کو الزام دے کر ہر مثبت ہو جانے والی چیز کو منفی رنگ نہ دیں۔۔۔ یہ نہ سوچیں کہ کیا ہو جاتا یہ سوچیں بہت کچھ برا ہونے سے اللہ نے بچا لیا۔۔۔" وہ کسی بہت سمجھدار انسان کی طرح دھیمے سے بولتی اس کی توجہ اس طرف کر گئی جہاں فی الحال اس کی سوچ و نظر نہ گئی تھی۔

"تم' ٹھیک کہہ رہی ہو بیہ' اللہ نے ہی اپنا کرم کیا جو میں آج تمھاری نظروں میں سرخرو ہوں۔۔۔ ذرا بھی قدم لڑکھڑا جاتے تو آج شاید میں تمھارے سامنے نہ بیٹھا ہوتا۔" وہ ذہن کی گرہ کو کھلتا ہوا محسوس کرتا آہستگی سے بولا۔ عابیہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

"سب کچھ کرنے پر اللہ ہی قادر ہے۔۔۔ عزت و ذلت سب اسی مالک کے ہاتھ میں ہے اور جب انسان اپنے اللہ کی موجودگی کا احساس نہیں بھولتا تو اللہ اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا۔ وہ عیبوں پر پردہ رکھ کر عزت عطا کرتا ہے۔" عابیہ کے لہجے و الفاظ میں اتنی تاثیر تھی کہ ابان کو بے سکونی ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ عابیہ کو دیکھنے لگا وہ اس کے لیئے کس قدر اچھی و نیک شریک سفر ثابت ہوئی تھی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رد عمل ظاہر کرتی تھی وہ بڑی باتوں کو کیسے سکون سے برداشت کرتی ان کے مثبت پہلو تلاش کر کے اس کے لیئے سکون کا باعث بن رہی تھی۔ اس کا دل یکدم ہی اپنے رب کی بڑائی محسوس کرتا سجدہ ریز ہوا تھا وہ اپنے رب کی ان نعمتوں کا آخری سانس تک شکر ادا کرتا تو بھی اپنے رب کی نعمتوں کا حق ادا کرنے سے قاصر ہی رہتا۔

"شکریہ بیہ' اس مشکل گھڑی میں ساتھ نبھانے کے لیئے۔" وہ اتنی دیر میں اب مسکرایا تھا۔

"محبت کی ہے آپ سے ابان' نکاح کیا ہے آپ کا ساتھ نبھانے کے لیئے' عمر بھر ساتھ نبھاؤں گی جہاں میری کوشش کم پڑ جائے اور عمل سست آپ درگزر سے کام لیجئے گا۔" وہ اس کے ساتھ مسکرائی اور سر جھکا کر بولی۔

"انشاءاللہ۔۔۔" وہ عابیہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ وہ دل ہی دل میں 'آمین' بولتی۔ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بس تم اب دعا کرو کہ ایلیفیہ کو اللہ نئی زندگی عطا کر دے اور مکنون جہاں کہیں بھی ہو ٹھیک ہو اور جلد از جلد ہمیں مل جائے۔" وہ عتبان کے کوٹ پر جھکی ہی تھی کہ اس کے کانوں میں ابان کے الفاظ پڑے وہ بیٹے کو سکون سے سوتا پا کر واپس ابان کی طرف مڑی۔

"ایلیفیہ کو اللہ ضرور شفا دے گا اور ہماری مکنون بھی بہت جلد ہم سے آملے گی اللہ پر کامل بھروسہ رکھیئے آزمائش کی گھڑی صبر سے گزار لیں مہکتی بہار آپ تک چل کر خود آئے گی۔" وہ پرسکون سی بولی۔ ابان کو اس کے اس قدر مطمئن انداز پر قدرے حیرت ہوئی لیکن اظہار نہیں کیا۔ ابان نہیں جانتا تھا کہ یہ کایا پلٹ صرف ایک ویڈیو کی بدولت ہوئی تھی۔ جس طرح ابان سب کے سامنے سرخرو ہوا تھا بحیثیت بیوی عابیہ کے تن مردہ میں جان پڑ گئی تھی اور اللہ کی حکمت و بڑائی پر اسے یوں یقین آیا تھا کہ اس کی سوچ مثبت اور مضبوط ہو گئی تھی۔

برا وقت انسان کی سوچ و عمل کو نئی جہت دینے کے لیئے ہی تو آتا ہے اور جو برے وقت کو صبر سے کاٹ لیتے ہیں ان کے لیئے آگے آسانیاں ہوتی ہیں اور جو نہیں صبر سے کاٹتے انکے نصیب میں خسارہ' پچھتاوہ در آتا ہے ابرج سہروردی کی مثال سامنے تھی۔

"انشاءاللہ۔" وہ پورے یقین سے بولا۔

"اور مجھے پورا یقین ہے کہ ایلیفیہ ایک نہ ایک دن زندگی کی طرف لوٹ آئے گی اللہ نے اس کے لیئے آسانی اور

خوشی ضرور رکھی ہو گی کہ اللہ کسی بھی بندے کو نامراد نہیں رکھتا کسی کو کچھ نہیں دیتا تو پھر اس کا نعم البدل دے دیتا ہے ایلیفیہ کی زندگی میں بھی سکھ آئیں گے وہ آپ کو بھول کر اپنی ایک نئی زندگی شروع کرے گی انشاءاللہ۔" وہ اسے احساس ندامت سے نکالنے کے لیئے بہت یقین سے بولی۔ وہ مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

"تمہارا دماغ خراب ہے عود' تم ایسے کیسے اپنا گھر چھوڑ کر آسکتی ہو۔" ثمرین شہر سے باہر گئی ہوئی تھی آج ہی اس کی واپسی ہوئی تھی اور عبرود اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔ اور اس نے ہمیشہ کی طرح ثمرین سے سب کہہ دیا تھا اور ثمرین ابارشن والی بات سے ہی نہ سنبھلی تھی کہ گھر چھوڑ کر آنے کی بات پر وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"اف' تم تو ایسے بول رہی ہو جیسے میں اس مڈل کلاس محسن کا گھر بسانے گئی تھی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ شادی کے بعد اچھا ظاہر کرنے کی آرزو میں وہ کافی باؤنڈ ہو گئی تھی اس کی سوشل ایکٹیویٹیز تقریباً ختم ہو چکی تھیں اور اب آج کل وہ اپنی من مرضی کی زندگی گزارتی خود کو آزاد محسوس کر رہی تھی اور ثمرین کے اپنے ہی واویلے تھے جس پر وہ چڑ گئی تھی۔

"تم نے اس شریف انسان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" ثمرین اسے گھورتے ہوئے بولی۔ وہ بے فکری و ڈھٹائی سے ہنستی رہی۔

"اس شریف انسان سے زیادہ ہی ہمدردی ہو رہی ہے تو تم کر لو شادی۔۔۔" وہ آنکھ دبا کر بولی۔ ثمرین کا چہرہ تپ اٹھا۔

"بے ہودہ مذاق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے عبرود کو تیکھے چتونوں سے گھورا وہ بے فکری سے ہنستی چلی گئی۔

"چلو نہیں کرتے مذاق۔۔۔ اٹھو شاپنگ پر چلتے ہیں۔" وہ یکدم کی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یار' میں ایک گھنٹہ پہلے ہی آئی ہوں اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے پہلو بچانا چاہا لیکن عبرود کے آگے اس کی ایک نہ چلی وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔

"جس طرح محسن سب بھلا کر تمہیں قبول کر رہا ہے اتنی اعلی ظرفی کوئی مرد نہیں دکھاتا۔۔۔ کم عقلی کا مظاہرہ نہ کرو اور واپس چلی جاؤ۔۔۔ ابھی یہ موقع گنوا دیا تو عمر بھر کے پچھتاوے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گے کہ زندگی بار بار موقع کسی کو بھی نہیں دیتی۔" شاپنگ کے بعد ان دونوں نے پزا کھایا تھا اور عبرود اسے اس کے گھر ڈراپ کر کے جانے کو تھی کہ ثمرین نے ہمدرد دوست کی طرح راسخ مشورہ دیا اور گھر میں داخل ہو گئی۔ عبرود نے ہنکارا بھر کر ثمرین کی بات کو ذہن سے جھٹکا اور گاڑی سڑک پر ڈال دی۔

اس نے ایک دفعہ بھی محسن سے رابطہ نہیں کیا تھا اور اس کی طرف سے بھی بالکل خاموشی تھی۔ مسز شاہ کا کہنا تھا کہ وہ محسن سے جلد از جلد طلاق کا مطالبہ کرے لیکن وہ چپ سادھے رہی تھی کہ اس کا ماننا تھا کہ محسن سے طلاق لینا اتنا مشکل نہیں ہے جب اسے شادی کرنی ہو گی تب وہ طلاق لے لے گی کہ اس کی اپنی سوچ تھی کہ وہ فی الحال محسن کو لٹکا کر رکھنا چاہتی تھی کہ اپنے اسیر کو وہ اتنی جلدی آزادی کا پروانہ نہیں دے سکتی تھی کہ ابھی تو اس نے تڑپانے کا مزہ لوٹنا تھا۔ یہ اس کی بیمار ذہنیت کے سوا کچھ نہ تھا۔

محسن کے والدین کے لیئے بہو کا ایک دم گھر سے جانا اور بیٹے کی غیر معمولی خاموشی پریشانی کا باعث تھی لیکن اس نے والدین کو بیوی کی اصلیت نہیں بتائی تھی کہ وہ ابھی بھی محبت کے آگے مجبور' خوش فہم تھا۔ وہ اپنی آخری سانس تک اس ہرجائی کے لیئے ایک روزن کھلا رکھنا چاہتا تھا۔ اسے اپنی محبت پر اتنا یقین ضرور تھا کہ ایک دن وہ بے وفا لوٹ آئے گی ۔۔۔۔ ایسا ہونا تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ امید کا دامن تھامے زندگی کے دن گزار رہا تھا اس فیصلہ کے ساتھ کے کبھی عبرود پلٹ آئی تو وہ اسے خوش آمدید کہے گا کیونکہ عبرود نے بھلے اس سے محبت نہ کی تھی لیکن اس نے اسے بہت چاہا تھا اور جنھیں چاہا جاتا ہے انھیں سزا نہیں دی جاتی۔

"میں تمھاری واپسی کا انتظار کروں گا۔۔۔ تم پلٹ آئیں تو میری ۔۔۔۔ نہ پلٹ کر آئیں تو محبت کے صدقہ تمھاری ہر بے وفائی معاف۔۔۔۔" محسن نے روز کی طرح آفس سے آکر اس دشمن جان کی تصویر پر نگاہ ڈالی اس کے دل کی بس یہی صدا تھی۔

"بے وفا کو بے وفائی معاف۔۔۔۔" اور وہ مسکرا کر فریش ہونے چلا گیا۔

بے وفا تم باوفا میں دیکھیے ہوتا ہے کیا
غیظ میں آنے کو تم ہو مجھ کو پیار آنے کو ہے

☆☆☆☆☆☆

"ماما، مجھے معاف کر دیں۔ میں آپ کی تربیت کی لاج نہ رکھ سکا۔ میں نے ایلیفیہ کی زندگی برباد کر دی۔" ارمش نے جس طرح ایلیفیہ کے عزیزوں کے سامنے اپنے ہر اک جرم کا اعتراف کیا تھا۔ اپنی ماں سے بھی سب کچھ کہہ دیا۔ اپنے بیٹے کے منہ سے اس کے گھناؤنے کارنامے سن کر صائقہ بیگم بیٹھے بیٹھے ہی فنا ہو گئی تھیں۔

وہ زرد چہرے اور پتھرائی آنکھوں سے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔ ارمش ان کے پیروں میں سر رکھتے ہوئے معافی مانگنے لگا۔ انھوں نے پاؤں پیچھے کیے اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اماں۔۔۔" وہ ماں کو خاموشی سے وہاں سے جاتے دیکھ تڑپ کر ان کی راہ میں آیا' کچھ کہتا کہ صائقہ بیگم نے اپنے کاندھے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"میرے سامنے سے ہٹ جاؤ ارمش' میں تمھاری صورت نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ تم نے مجھے میری نظروں سے گرا دیا ہے۔" وہ رو پڑیں۔

"آنٹی' آپ کا غصہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن یہ بھی تو سوچیئے کہ اگر اس نے کچھ غلط کیا تو اپنے منہ سے اپنے جرم خود قبول بھی کر لیئے اور یہ تو آپ بھی جانتی ہی ہوں گی کہ گناہ کرنا آسان ہوتا ہے مگر اپنے گناہ کا اعتراف کرنا بہت مشکل۔۔۔" ارباز جو کچھ دیر قبل ہی آیا تھا اور اندر جائے نہ جائے کی آکورڈ سچوایشن میں کھڑا ارمش کے وہ تمام جرم سن رہا تھا جن کے بارے میں پہلے سے ہی علم رکھتا تھا۔

وہ شاید خاموشی سے پلٹ جاتا لیکن صائقہ بیگم کا ردعمل دیکھ اسے مداخلت کرنا مناسب لگا اور وہ بیچ میں پڑتا انھیں بتا گیا کہ ان کے بیٹے نے اگر سب غلط کیا تھا تو اس کے اندر صحیح کرنے کی امنگ بھی بیدار ہو گئی تھی جو یقیناً خدا کی رحمت کے بعد ان کی تربیت کے سبب ہی تھی۔

"تم' کچھ نہ کہو ارباز۔۔۔" وہ ارباز کی حمایت پر چیخ پڑیں۔ ارباز نے لب بھینچ لیئے۔

"ماما۔" وہ آستین کے کف سے آنسو رگڑتا۔ ماں کی طرف بڑھا۔

"مر گئی تمھاری ماں۔۔۔" وہ پھنکاریں۔ ارمش کے قدم لڑکھڑا گئے۔

"آنٹی۔۔۔" ارباز بولنے ہی لگا تھا کہ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کا کہا اور بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

"تم نے ایلیفیہ کی زندگی برباد کر دی۔۔۔ تم نے ابان کے لیئے مشکلات کے پہاڑ بنا دیئے اور اب شرمندہ ہو۔۔۔ سب بگاڑ کر سدھارنا چاہتے ہو۔۔۔ زخم روح پر لگا کر کہتے ہو تم مداوا کرو گے۔۔۔ زندگی ہی زندگی سے روٹھ جائے تو کیا مداوا کرو گے تم' بولو' جواب دو ارمش؟" وہ ہارے ہوئے انداز میں بولتیں' پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

ارمش کو لگا جیسے وہ مر گیا ہے لیکن وہ زندہ تھا۔۔۔

وہ سب کی نظروں سے گر کر زندہ تھا۔

اپنی ماں کی نظروں سے گر کر بھی اسے موت نہ آئی تھی' وہ زندہ تھا۔

موت یونہی مانگنے سے آیا کرتی تو اب تک ایلیفیہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہوتی۔۔۔

لیکن موت و زندگی کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہے' جسے زندگی دے اور جب چاہے زندگی کو زندگی کی قید سے آزاد کر کے موت کی نیند سلا دے۔

ارمش ماں کے منظر سے ہٹتے ہی گھٹنوں کے بل گرا، روتا چلا گیا۔

ارباز کی آنکھوں میں بھی آنسو چمکنے لگے تھے۔ وہ لیکن دوست کے لیئے کچھ کرنے سے قاصر تھا۔ ارمش نے جو آگ دوسروں کے لیئے بھڑکائی تھی۔ اس میں خود جل رہا تھا۔

"اللہ!" اس نے قلب کی گہرائیوں سے اپنے رب کو پکارا تھا۔

"ایلیفیہ کو زندگی دے دے میرے مولا' مجھے معافی مانگنے کا اک موقع دے دے۔۔۔ مجھے میری ماں کی آنکھوں کی ویرانی و نفرت دور کرنے کا بس اک موقع دے دے میرے اللہ۔" وہ دوسرے کی قسمت لکھنا چاہتا تھا اور تھک ہار کر اس رب کے آگے جھک گیا تھا۔

جس نے اس کی قسمت لکھنی تھی۔

وہ روتے ہوئے اپنے ہر عمل سے توبہ کرتا، ایلیفیہ کی زندگی اور اپنی ماں کی نظروں میں سرخرو ہونے کی مناجات کرتا چلا گیا۔ اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ رب کے سامنے جھکا اس کا وجود لرز رہا تھا۔

ارمش کو اک موقع ملنے والا تھا کہ اس کی ہر دعا ٹھکرا دی جانی تھی۔۔۔۔

ایلیفیہ زندگی کی طرف لوٹ آنے والی تھی کہ اس کی شرمندگی بڑھا کر اسے پچھتاوؤں میں گھرا چھوڑ جانے والی تھی۔۔۔۔

صائقہ بیگم بیٹے کو معاف کرنے والی تھیں یا اس سے ناراض ہو جانے کو تھیں۔۔۔

زندگی کی ترتیب الٹ پڑ گئی تھی۔۔۔

جو وہ چاہتا تھا وہ نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

وہ ہو رہا تھا جو رب کائنات کی مرضی تھی۔۔۔۔

اور آگے بھی وہی ہونا تھا جو خالق کائنات کی رضا۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

"تم بتاتے کیوں نہیں ہو عبرود اور تمھارے درمیان ایسا کیا ہوا ہے جو وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے اور اس نے خلع کا نوٹس بھیج دیا ہے۔" زبیدہ نعمانی جو بہو کی غیر موجودگی سے پریشان بیٹے سے ہر روز سوال کر رہی تھیں اور محسن ماں کو جھوٹ بول بول کر تھکنے لگا تھا لیکن پھر بھی سچ منہ سے نہیں نکالا تھا اور آج کورٹ کا نوٹس موصول ہوا تھا اور جھوٹ کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔

محسن نے اب ماں سے کچھ نہ چھپایا۔

بہن اور بہنوئی کی جو گفتگو سنی تھی۔

وہاں سے لے کر عبرود کے اعتراف اور ڈھٹائی کے مظاہرے تک کچھ نہ چھپایا۔

زبیدہ نعمانی ساکت رہ گئی تھیں۔

"اتنا کچھ ہو گیا، عابی نے مجھے بھنک تک پڑنے نہ دی اور تم نے بھی بتایا تک نہیں۔" زبیدہ نعمانی کی چپ ٹوٹی' آنسو گرنے لگے۔

"عابی' نہیں چاہتی تھی کہ آپ دکھی ہوں یا عبرود کے ساتھ آپ کا رویہ تبدیل ہو اور وہ پاگل (عابی) میرا گھر خراب نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ کم عقل یہ جانتی ہی نہیں کہ عبرود میرے ساتھ گھر بسانا چاہتی ہی نہیں۔" محسن اندر ہی اندر جل رہا تھا۔ جس عورت نے اس کے اعتماد کا خون کیا۔ اس کی بہن کی زندگی اجیرن کی۔ وہ سب بھلا کر اسے بسانا چاہتا تھا مگر اس نے خلع کا نوٹس بھیج دیا تھا۔ اس کے دل میں موجود عبرود کے لیے محبت۔۔۔ سسک اٹھی تھی مگر وہ لب بھینچے ماں کے سامنے شرمندہ سا موجود تھا۔

زبیدہ نعمانی کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن بیٹے کی آنکھوں کے بھیگے گوشے دیکھ، ان کے دل کو ٹھیس لگی تھی۔

"تم' عبرود کو طلاق دے دو۔ میں نہیں چاہتی کورٹ کچہری کے چکر میں خاندان کی عزت رُل جائے۔" وہ عبرود کو برا کہتے رک گئی تھیں لیکن اپنا فیصلہ بیٹے کے گوش گزار کر گئی تھیں۔

"ماما' میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔۔۔ عابی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہا۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔" وہ اٹھ کر ماں کے قدموں میں آن بیٹھا۔

"تم کیوں ہوتے ہو شرمندہ۔۔۔ اس سب میں تمھارا کیا قصور۔۔۔" زبیدہ نعمانی لاڈلے بیٹے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ گئی تھیں۔

"ماما' میرا انتخاب درست نہیں لیکن میں پھر بھی عبرود کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔۔۔ وہ بیوی ہے میری' محبت ہے میری۔۔۔ بیوی کو تو طلاق دے دوں گا لیکن محبت کا کیا کروں کیا محبت کو طلاق دی جا سکتی ہے؟ اگر ہاں تو بتائیے کیسے اپنی محبت کو طلاق دوں۔" وہ ماں کی گود میں سر رکھے رو دیا۔

"محسن۔۔" ان کے لب ہلے اور ہاتھ سر پر آن ٹھہرا۔

"ماما' عبرود نے میرے بچے کی جان لے لی۔۔۔ عابی کی جان لینی چاہی۔۔۔ اس نے مجھے دھوکا دیا۔۔۔ مجھے تکلیف پہنچی ہے اس کے ہر اک عمل سے لیکن۔۔۔" اس نے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا اور لحظہ بھر کو رکا۔

"مجھے اس سے نفرت نہیں ہو پا رہی۔۔۔ اس کو چھوڑ دینے کا خیال مجھے تڑپا دیتا ہے۔۔۔ میں اسے ایک موقع دینا چاہتا ہوں ماما۔۔۔ پلیز' ہمیشہ کی طرح میری خوشی کے لیے' میری بات رکھ لیں۔" وہ ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔

آنے کے باوجود عبرود کو بہو بنایا تھا۔ بیٹے کی محبت میں بہو کی حرکتیں برداشت کی تھیں اور وہ تو ان سب کے ساتھ تو کیا ان کے بیٹے کے ساتھ بھی مخلص نہ تھی اور حقیقتوں کے عیاں ہونے کے بعد بھی ان کا بیٹا کہتا تھا کہ وہ بیوی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔۔۔ اس بیوی کو جس نے خلع کا نوٹس بھیج دیا تھا۔

"بات ہم لوگوں کے معاف کرنے یا نہ کرنے کی تو ہے ہی نہیں، عبرود! تمھارے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی۔ کیوں فراموش کر رہے ہو کہ اس نے خلع کا مقدمہ دائر کر دیا ہے اور وہ جس مزاج کی لڑکی ہے۔ جس سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے تم، اپنے ساتھ زبردستی باندھ کر نہیں رکھ سکتے۔" وہ غصہ نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن خود پر کنٹرول نہیں رکھ پائیں۔ غصہ میں تلخ حقیقت بیٹے کے سامنے دہرائی تھی۔

"سب جانتا ہوں۔۔۔ بس پھر بھی چاہتا ہوں کہ میری کوشش کم نہ پڑے۔۔۔ وہ بے وفائی کی آخری حد تک چلی گئی ہے اور میں وفا کی آخری حد تک چلے جانا چاہتا ہوں۔۔۔ اس کے بعد بھی وہ میری زندگی سے چلی گئی تو قسمت جان کر صبر کر لوں گا لیکن کوشش کے بنا اس کی سنگ دلی کے ہاتھوں اپنا سب کچھ نہیں لٹاؤں گا۔" وہ آنسو رگڑتا' اک عزم سے بولا اور ماں کو دیکھنے لگا جو حیران سی بیٹھی تھی۔

"مجھے آپ کا ساتھ۔۔۔ آپ کی دعائیں چاہئیں ماما' میں چاہتا ہوں آپ عبرود کو معاف کر دیں اور مجھے دعا دیں کہ وہ میری زندگی میں لوٹ آئے۔ بنا کسی سازش اور پروگرام کے، وہ میری محبت کو محسوس کر کے، میری محبت میں میرا گھر بسانے کو لوٹ آئے۔" وہ ماں کے ہاتھ تھامے بے قراری سے بولتا' پُر امید نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"میرے لیے کچھ معنی رکھتا ہے تو وہ ہے میرے بیٹے کی خوشی۔۔۔ اور تمھاری خوشی عبرود کے ساتھ میں ہے یہ جان کر ہی شادی کی مخالفت نہیں کی اور آگے بھی تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔ تمھاری ماں اور تمھاری ماں کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔" انھوں نے بھیگے لہجے میں کہتے ہوئے' بیٹے کی پیشانی چوم لی۔

"بہت شکریہ' ماما۔" وہ ماں کے چہرے کو محبت و عقیدت سے دیکھتا۔ اتنی دیر میں پہلی دفعہ مسکرایا اور زبیدہ نعمانی بھی مسکرا دیں۔

☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ۔۔۔" ابرج سہروردی اس کا ہاتھ تھامے اسے پکارتے ہوئے رو دیا۔ کچھ گھنٹہ قبل ایلیفیہ رب کی خاص رحمت کے سبب موت کی دہلیز عبور کرتی' زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی اور اس کی نئی زندگی کی خبر ان سب کے لیئے اک معجزہ ہی تو تھا۔ وہ سب دوڑے' دوڑے ہاسپٹل پہنچے تھے۔

ایلیفیہ کی کھلی آنکھیں' حرکت کرتا جسم' زندگی کی لہر دوڑاتیں سانسیں وہ سب بہت خوش تھے۔

ایلیفیہ اپنے ماں' باپ کو دیکھتی رونے لگی تھی اور ابرج کو دیکھ بھی سیل رواں جاری ہو گیا تھا۔

"یہ رونا دھونا بند کر کے اللہ کا شکر ادا کرو اس نے ہماری ایلیفیہ کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔" ابرج اور ایلیفیہ کو روتے دیکھ معصومہ سہروردی نرمی سے بولیں۔ وہ آنسو صاف کر کے مسکرایا اور بھیگی پلکوں سے تکتی ایلیفیہ کو دیکھنے لگا۔

"جان نکال دی تھی تم نے ہم سب کی۔۔۔ اپنوں کو بھلا یوں تکلیف دیتے ہیں۔۔۔" وہ اس کے آنسو پوروں پر چنتے ہوئے محبت سے بولا۔ اس کے لہجے میں دوستی کا مان اور بڑے بھائی والا رعب تھا۔ وہ بمشکل مسکرائی۔

"مکنون' کہاں ہے؟ وہ نہیں آئی مجھ سے ملنے؟" ابرج اس سے کچھ کہہ رہا تھا جب اس نے یکدم ہی پوچھا۔ ابرج کے لب بھینچ گئے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔

اسے کہے تو کیا؟

بتائے تو کیا؟

سچ بتانے لائق نہیں۔۔

جھوٹ بول نہیں سکتا۔۔

بہانہ بنانے کی بھی ہمت نہ ہو پائی۔۔۔

"مکنون' میکے گئی ہوئی تھی اور ہم سب تو خبر سنتے ہی دوڑے چلے آئے۔" معصومہ سہروردی نے بیٹے کی مشکل دور کی۔ ابرج نظر چرائے کمرے سے ہی نکل گیا۔ ایلیفیہ مزید کچھ کہتی یا پوچھتی کہ نرس کو دیکھ چپ کر گئی۔

نرس نے اندر آتے ہوئے ان سب کو باہر جانے کا کہا اور باہر نکال کر ہی دم لیا کیونکہ ابھی ایلیفیہ کو بہت زیادہ نگہداشت کی ضرورت تھی۔

اسے روبہ صحت ہونے اور نارمل زندگی کی طرف آنے میں وقت لگنا تھا۔ وہ سب کمرے سے جا چکے تھے۔ نرس نے اسے انجکشن لگایا اور اس نے آنکھیں موند لیں۔ اسے دنیا کا سامنا کرنے کی ہمت اپنے اندر ٹوٹتی ہوئی لگی تھی لیکن ماں باپ کے زرد چہروں پر پھیلی امید کی کرن' زندگی کی نوید اسے ہمت کرنے پر اکسا رہی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہسپتال سے جب گھر لوٹے گی تو اپنے لیے نہیں' اپنے والدین کے لیے جیئے گی۔ ان کے سارے ارمان پورے کرے گی اور ان کی خوشی و سکھ کا سامان کرے گی۔

☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ نے ہوش میں آنے کے بعد پہلا جملہ جو اپنے منہ سے ادا کیا۔ وہ اس شخص کی ہی فکر میں مبتلا ہونے کے احساس میں

Edited By ... M.S

ڈوبا ہوا تھا۔ جس کے سبب کہیں نہ کہیں وہ ان حالوں کو پہنچی ہوئی ہے۔" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

"اتنی شدید محبت بھلا کیسے کر سکتی ہے ایلیفیہ۔۔۔۔" اس کے اندر بے کلی نے سر اٹھایا۔

"وہ کر سکتی ہے کیونکہ اس کی محبت سچی' کسی مکر و فریب سے انجان ہے۔ تمھاری محبت کی طرح تو نہیں جو غرض کی چادر میں لپٹی، اپنے ہونے کا احساس بخشنے کو مچلتی بند مٹھی کی ریت کی مانند نکلتی چلی گئی۔ تم محبت کا راگ الاپتے، محبت تو کیا عزت تک نہ کر سکے۔ محبت تو کیا نبھاتے تم، رشتے تک نہ نبھا سکے۔" اس کے اندر کوئی زور سے ہنسا۔ اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی۔

ضمیر کی ملامت ایسی تھی کہ وہ روز جینے اور مرنے کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ اس نے بمشکل گاڑی سنبھالی۔

"میں ہار گیا ہوں خود سے' اپنی انا کے ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو گیا ہوں مکنون' تم جیت گئی ہو۔ تمھاری خاموش محبت، فاتح بن گئی ہے۔ تم جو احساس پاس رہ کر نہ کروا سکیں۔ وہ احساس تمھارے دور جانے سے جاگ اٹھا ہے۔ میرے دل کو اندھیروں کی نذر ہونے سے بچا لو اپنی اجالوں سی محبت سنگ لوٹ آؤ میرے جیون میں۔۔۔۔" وہ اسپیڈ کم کرتا۔ بے کلی سی محسوس کرتے ہوئے در مکنون کو دل ہی دل میں مخاطب کیے بولتا چلا گیا۔

گھر آیا تو ڈائری اٹھالی۔

یہ اس کا معمول بن گیا تھا وہ گھر آ کر کئی طویل گھنٹے اس ڈائری کو پڑھتے' محسوس کرتے گزار دیتا تھا۔

ڈائری پڑھ کر اسے مکنون اپنے بہت پاس محسوس ہوتی تھی۔

مکنون کی موتیوں سی لکھائی میں درج نظم پر نظر پڑی تو آنکھوں سے موتی گرنے لگے۔

بہت آسان ہے جاناں

یہ کہہ دینا، بھلا دینا

وہ بیتے پل، حسیں لمحے!

انہیں دل سے مٹا دینا!

وہ میرے خط سبھی نظمیں

جو تیرے نام تھیں غزلیں!

جو چاہو تو جلا دینا

سمندر میں بہا دینا!

وہ راہیں راستے جن

پہ چلے تھے دور تک پہروں!
وہاں سے اب اگر گزرو
تو تھوڑا مسکرا دینا!
وہ میری ذرد یادوں
کی سلگتی دھیمی سی خوشبو
کسی دن دھیرے دھیرے سے
ھواوں میں اڑا دینا!
اے میرے ھمنوا جاناں
محبت کی سزا دینا!
مجھے یکسر بھلا دینا۔

"تمھیں بھلا دینا اتنا آسان نہیں ہے مکنون' تم تو میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہو۔" وہ دیوانوں کی طرح اس ڈائری پر بکھرے موتی نظروں سے چھوتا، لبوں سے چومتا' بڑبڑایا۔

"تمھیں جو اذیتیں دیں' میری آنکھوں میں آنسو بن کر ٹھہر گئی ہیں۔ خود کو تمھارا مجرم پاتا ہوں۔ کراہیت محسوس ہوتی ہے مجھے خود سے لیکن تمھیں پھر بھی بھول نہیں سکتا۔" وہ لفظوں کو یوں چوم رہا تھا جیسے وہ روشنائی سے لکھے چند لفظ نہ ہوں۔ ایک مکمل در مکنون ہو اس کی زندگی' اس کا سب کچھ۔

"اقرار کرنے میں' جتانے میں ناکام ہو گیا۔ نہ بتا سکا کہ محبت ہے۔ نہ جتا سکا کہ محبت ہے۔ میرے اندر کی برائی کچھ یوں جیتی کہ میری محبت ہار گئی لیکن مجھے اک موقع دو اپنی غلطی سدھارنے کا۔۔۔ لوٹ آؤ نا مکنون' تمھارے بن کچھ نہیں ہوں تم تو میری زندگی ہو' میرا سب کچھ ہو۔" وہ ڈائری سینے سے لگائے رو دیا۔ اس لڑکی کے ہجر میں جسے پتھر کے مول رول دیا تھا۔

کیوں۔۔۔؟

صرف خودی کے زعم میں۔۔۔۔

غرض و بدلے کے انتقام میں۔۔۔۔

محبت کا دعوی اور عمل وحشیوں سا۔۔۔

نکاح کا بندھن جوڑ کر بھی ساتھی نہ بن سکا۔۔۔

اگر در مکنون کو محبت نہ سہی عزت ہی دیتا تو وہ یوں در بدر ہوتی؟

عورت کو کیا چاہئیے محبت کے دو بول۔۔۔

عزت کی اک چادر اور چار دیواری۔۔۔

جو اس نے اپنے غرور میں چھین لی تھی۔

اسے ابان بخاری کی بہن ہونے کی سزا دیتا، اس کے جذبات سے کھیل گیا۔

خود کو برتر سمجھا اور اس کی نسوانی انا و وقار مجروح کر ڈالا۔

مکنون کو زخم دیتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ یوں ایلیفیہ کے زخم ٹھیک کر دے گا۔۔۔

مکنون کو محبت کے لیئے ترسا کر اس بھرم میں رہا کہ ایلیفیہ کے تڑپتے دل کو سکون ملے گا۔۔۔

کسی کے درد کا مداوا کسی کو درد دے کر نہیں ہوتا کبھی سمجھ ہی نہیں سکا۔

اور اب سمجھنے کے قابل ہوا ہے تو پچھتاوے روگ کی طرح اس سے آن لپٹے ہیں۔۔۔

پیچھا چھڑائے تو کیسے۔۔۔رہائی پائے تو کیونکر۔۔۔

"خدا کے لیئے لوٹ آؤ مکنون۔۔۔" وہ اس کی تصویر پر انگلیاں پھیرتا بے بسی سے بڑبڑایا۔

اسے اندازہ ہی نہ ہوا کب اس کی آنکھوں سے آنسو تصویر پر گرنے لگے۔

یہ اس کی بے بسی کی انتہا تھی۔۔۔

پتھر پر چوٹ لگ چکی تھی۔۔۔

اب درد کا مزہ چکھ رہا تھا۔۔۔

حسابِ عمر کا اتنا سا گوشوارہ ہے
تمہیں نکال کے دیکھا تو سب خسارہ ہے

کسی چراغ میں ہم ہیں کسی کنول میں تم
کہیں جمال ہمارا کہیں تمہارا ہے

وہ کیا وصال کا لمحہ تھا جس کے نشے میں

تمام عمر کی فرقت ہمیں گوارا ہے

ہر اک صدا جو ہمیں بازگشت لگتی ہے
نجانے ہم ہیں دوبارہ کہ یہ دوبارہ ہے

وہ منکشف مری آنکھوں میں ہو کہ جلوے میں
ہر ایک حُسن کسی حُسن کا اشارہ ہے

عجب اصول ہیں اس کاروبارِ دُنیا کے
کسی کا قرض کسی اور نے اُتارا ہے

کہیں پہ ہے کوئی خُوشبو کہ جس کے ہونے کا
تمام عالمِ موجود استعارہ ہے

نجانے کب تھا! کہاں تھا مگر یہ لگتا ہے
یہ وقت پہلے بھی ہم نے کبھی گزارا ہے

یہ دو کنارے تو دریا کے ہو گئے، ہم تم!
مگر وہ کون ہے جو تیسرا کنارہ ہے

☆☆☆☆☆☆

"مجھے 'کسی پارٹی میں نہیں جانا۔" وارڈن نے اسے پارٹی کا بتا کر تیار ہو جانے کی ہدایت دی تھی۔ اس کے کانوں میں روم میٹ کی باتیں گونجنے لگی تھیں اور وہ سختی سے انکار کر گئی تھی۔

"ہاسٹل انتظامیہ ہر سال اینیول فنکشن کا اہتمام کرتی ہے، جس میں ہاسٹل میں مقیم ایک 'ایک لڑکی کا شرکت کرنا لازم ہوتا ہے۔" وارڈن نے اس حسین لڑکی کے چہرے پر غصہ دیکھ کر نرمی سے پینترا بدلا۔ وہ لڑکی متحیر سی وارڈن کو دیکھنے لگی۔ جس پر

وارڈن نے چہرے پر فوراً ہی خیر مقدمی مسکراہٹ سجالی اور من گھڑت تفصیل اس کے گوش گزار کرتی چلی گئی۔

"میڈم' میرے بیگ میں میرا سارا سامان تھا جو یہاں آتے ہوئے چوری ہو گیا۔ اب میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں پارٹی ویئر ڈریس خرید سکوں۔ اس لیئے میری طرف سے معذرت قبول کیجیئے۔" وہ بڑی شائستگی سے بولتی۔ آفس سے نکلتی چلی گئی۔ وارڈن کے چہرے پر غصہ کی لالی چھلکنے لگی۔

"یہ جتنی سیدھی لگتی ہے۔۔ اتنی، ہے نہیں۔" وارڈن مٹھیاں بھینچے' بڑبڑائی۔

"کیا ہوا، کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" عائزہ جو اپنے کپڑے آئرن کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر پوچھ گئی۔ اس نے مختصراً پارٹی کی تفصیل جو وارڈن نے کہی تھی۔ عائزہ کو بتادی۔ عائزہ دھیمے سے ہنس دی۔

"میں' تمھیں پہلے ہی خبر دار کر چکی تھی اور میری بات سمجھ تو آئی نہیں تھی لیکن جب آج بیتے گی تم پر تو سب سمجھ آجائے گا کہ کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر ہی حقیقتوں کو سمجھتے ہیں۔" عائزہ ہنسی کے درمیان تقریباً اس کے کان میں گھس کر بولی اور جما جما کر کپڑے استری کرنے لگی۔ وہ جو عائزہ کی بات پر ساکن ہوتی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھی تھی۔ آہٹ پر چونکی اور دروازے کی جانب دیکھنے لگی ۔وہاں بوا ایک بہت بڑا سا شاپر لیے کھڑی تھیں۔

"میڈم نے یہ سامان تمھارے لیئے بجھوایا ہے۔ انھوں نے کہا ہے رات نو بجے تک تیار ہو جانا۔" بوا ہاتھ میں موجود شاپرز اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولیں اور اس کو لینے کے لیئے ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ بوا تمام شاپرز بیڈ پر رکھتیں وارڈن کی ہدایت دہرا کر روم سے نکل گئیں۔

"عائزہ' یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مجھے، سمجھ نہیں آرہی۔" وہ عائزہ کا ہاتھ تھام کر کہتی' رو پڑی۔

"یہ ہاسٹل نہیں' فحاشی کا اڈہ ہے جہاں لڑکیوں کی عصمتوں کے سودے ہوتے ہیں۔ اور آج تمھیں اہل محفل سے متعارف کروایا جائے گا پھر تمھاری بولی لگے گی۔۔۔" عائزہ اس کے کان میں گھس کر بولی اور پلٹ کر اپنے کپڑے ہینگ کرنے لگی۔

"مم' میں۔۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔" اس کے لب کانپے۔

"ایسی لڑکی تو میں بھی نہیں تھی لیکن جب عزت کی اماں' باپ کا گھر چھوڑ آئی تو میں ایسی لڑکی بن گئی پتہ ہے کیوں؟" عائزہ لرزتی ہوئی، بے حد خوبصورت لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی پہلی خطا اسے اندھی کھائی میں دھکیلنے والی تھی۔

"عورت جب بیٹی' بہن' بیوی اور ماں جیسے عظیم مرتبوں کو ٹھوکر لگا کر گھر کی دہلیز عبور کرتی ہے تو اس سے تمام القابات چھن جاتے ہیں پھر وہ صرف اک عورت' اک جسم رہ جاتی ہے رشتوں کی جگہ کلنک کا ٹیکہ اس کی پیشانی پر داغ دیا جاتا ہے کیونکہ بہن' بیٹی کو تو عزت ملتی ہے عورت کو نہیں اور جب عورت بہن بیٹی نہ رہے تو پھر بس وہ طوائف رہ جاتی ہے۔" عائزہ کا لہجہ مدھم اور اذیتوں سے بھرا تھا۔ وہ تو جیسے کھڑے کھڑے فنا ہو گئی تھی۔ عائزہ بہت کچھ کہہ رہی تھی اور وہ تو ایک ہی بات پر اٹک گئی تھی کہ

رشتے ٹھکرا کر عورت۔۔ صرف جسم بن جاتی ہے۔

"میں، یہاں اس شخص کے ساتھ آئی تھی۔ جس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا اور مجھے بنا نکاح کے استعمال کر کے مجھے بیچ کر چلا گیا تھا مجھے یہاں سے بھاگ جانے کو کہنے والا کوئی ایک نہ تھا کہ میری بد بختی عروج پر تھی لیکن میں تمھیں خبر دار کر رہی ہوں' یہاں سے بھاگ سکتی ہو تو بھاگ جاؤ۔" عائزہ آنسو گرتی ہینگ کیا ہوا لباس الماری میں لٹکانے کو آگے بڑھی۔ وہ عائزہ کا ہاتھ تھام گئی۔

"میں یہاں سے کیسے بھاگوں۔۔۔ مجھے نہیں آرہی سمجھ۔۔۔ پلیز میری مدد کرو عائزہ۔۔۔" وہ رو رہی تھی۔

"میں، مدد نہیں کر سکتی۔ میرے تو خود پر کٹے ہوئے ہیں جو بتایا اس پر اپنا دماغ خود چلاؤ۔ کسی کو شک ہو گیا تو میری بوٹی بوٹی کر کے کتوں کو ڈال دی جائے گی۔" عائزہ اب کے سختی سے بولی۔ کپڑے الماری میں لٹکائے اور کمرے سے ہی نکل گئی۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

کرے تو کیا کرے۔۔۔

کیسے یہاں سے نکلے۔۔۔

"مجھے کہیں سے موبائل مل جائے تو میں ایک کال کر لوں پھر۔۔۔" اس کے ذہن میں سوچ سرسرائی' اپنے یاد آنے لگے

۔

وہ محفوظ پناہ گاہ آنکھوں میں گھومنے لگی، جس میں رہتے اسے کبھی دھوپ کی تمازت کا اندازہ ہی نہ ہوا تھا۔ فقط ایک چھینک آنے پر سب ایک پاؤں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ شجر سایہ دار کیا آیا۔ آنکھوں کو ساون کی جھڑی لگ گئی۔

"مجھے بچالیں۔۔۔ آکر لے جائیں پلیز۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بہت اپنے کو' اپنے ماں جائے کو پکارتی بلک رہی تھی اور روتے روتے' بے ہوش ہو گئی تھی۔

یہ ممکن تو نہیں جو دل نے چاہا تھا وہ مل جائے
کوئی امید ٹوٹے تو کیا کریں
جو دیکھے خواب آنکھوں نے حقیقت وہ نہ بن پائیں
جو قسمت ساتھ نہ دے تو کیا کریں
یہ دل جو رو رہا ہے تو کہیں سے صبر مل جائے
ہوئے جو بد گمان ہم تو کیا کریں

جو دل کے پاس رہتے ہیں وہ دل کیوں توڑ جاتے ہیں
وفا کے بدلے کیوں وہ بے وفائی چھوڑ جاتے ہیں
کبھی جو ہم سفر تھے اب وہی انجان لگتے ہیں
محبتوں کے وہ رشتے بھی تو بے جان لگتے ہیں
خوشی کے در پے دستک دے رہے ہیں غم مسلسل ہی
کہیں نہ چین پائیں تو کیا کریں
کسی سے ہمنوائی کا صلہ ہم کو نہ مل پائے
ہوئے جو بد گمان ہم تو کیا کریں
یہ ممکن تو نہیں جو دل نے چاہا تھا وہ مل جائے
کوئی امید ٹوٹے تو کیا کریں

کسی کا ساتھ پانا بھی کبھی آسان نہیں ہوتا
کسی کے دور جانے سے یہ دل ویران نہیں ہوتا
وجہ کچھ اور بھی مل جاتی ہے دنیا میں جینے کی
کسی کی آس پہ جینا بھی تو آسان نہیں ہوتا
نصیبوں میں ہی نہ لکھا تو وہ کیسے مل جائے
خدا بھی روٹھ جائے تو کیا کریں
یہ دل جو رو رہا ہے تو کہیں سے صبر مل جائے
ہوئے جو بد گمان ہم تو کیا کریں

☆☆☆☆☆☆

"تم نے خلع کا نوٹس بھیج دیا ہے تم تو کہہ رہی تھیں کہ تم فی الحال محسن سے طلاق نہیں لو گی۔" عبرود نے ثمرین کو جب خلع کا بتایا تو وہ پریشان ہوتی، دھیمے سے پوچھ گئی۔

"ارادہ جو تھا۔ وہ میں، تمھیں بتا چکی تھی لیکن یہ مام کو جانے کیا ہو گیا ہے وہ جو شادی کے لیے جتنے آرام سے مان گئی تھیں اب ایک ہی ضد کہ میں جلد از جلد محسن سے ہر تعلق ختم کروں اور امریکہ چلی جاؤں۔" وہ بے زاری سے بولی۔

"تم اتنی فرمانبردار کب سے ہو گئیں۔۔۔ آنٹی نے کہا کہ خلع لو اور تم نے کیس دائر کر دیا۔" ثمرین کو حیرت ہوئی اور وہ طنز سے بولی۔

"مام نے کہا ہے کہ میں نے اگر جلد از جلد محسن سے جان نہ چھڑائی تو ڈیڈ مجھے جائیداد سے بے دخل کر دیں گے اور جس طرح مام نے ڈیڈ کو اپنے بس میں کیا ہوا ہے میں جانتی ہوں ڈیڈ ایسا کر گزریں گے اس لیے میں مجبور ہو گئی ہوں کہ جس انسان سے میں نے آج نہیں تو کل اپنا تعلق ختم کرنا ہی ہے اس کے لیے میں کیوں اپنے لیے مشکلات کھڑی کروں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔ ثمرین کو دکھ پہنچا تھا۔

"اتنی خود غرض نہ بنو عود' کہیں دولت کے لیے' حسن کے غرور میں تم اپنا نقصان نہ کر بیٹھو۔۔۔" ثمرین دھیمے سے بولی ۔عبرود لاپرواہی سے ہنس دی۔

"یہ یاد رکھو دولت صرف آسائشات فراہم کرتی ہے اور حسن ایک دن ٹمٹما جاتا ہے۔۔۔" وہ اس کی مذاق اڑاتی ہنسی کے باوجود بولتی چلی گئی۔

"کتابی باتیں بند کر دو۔۔۔" عبرود ہنستے ہوئے بے زاری سے بولی۔

"محسن کا پیار وہ دولت ہے جس کا نعم البدل تمھارے ڈیڈ کی اربوں کی دولت بھی نہیں ہو سکتی۔۔۔ ہیرا چھوڑ کر اپنے لیے پتھر نہ چنو۔۔۔ آج جوان ہو' حسین ہو' دولت کے انباروں پر کھڑی ہو لیکن زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے۔ جب نہ حسن کام آتا ہے، نہ دولت سہارا بنتی ہے۔ ایسے میں تمھیں محسن کا سچا پیار اور محبت بھرا ساتھ یاد آئے گا لیکن تب تک اتنی دیر نہ ہو چکی ہو کہ تم پلٹ بھی نہ سکو۔" ثمرین اس کے حسین و مغرور چہرے کو دیکھ بے بسی سے مگر مستحکم لہجے میں اپنی بات کہہ کر نکلتی چلی گئی۔

عبرود ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔

ثمرین کی باتیں اسے یوں ہی سوچنے پر مجبور کر دیتی تھیں لیکن اس کی فطرت میں ہی بے حسی و خود غرضی یوں رچی بسی تھی کہ وہ چند ہی لمحوں میں سوچ جھٹک کر زندگی کی رنگینیوں میں مصروف ہو جاتی تھی۔ اس نے شاپنگ پر جانے کا سوچا اور وارڈروب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

سرخ رنگ کا سلیولیس ٹاپ' نیلی جینز' گلے میں پنک رنگا اسکارف' اونچی ہیل' کانوں میں بالیاں' ہاتھوں میں مختلف کڑے' اس نے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا۔۔۔

اس کا قیامت سا حسن، آئینہ کی شفاف سطح پر جلوہ افروز تھا۔۔۔

وہ غرور سے مسکرائی اور ہینڈ بیگ اٹھا کر اس میں ایک بھاری رقم رکھتے ہوئے گنگنانے لگی۔

لیلیٰ میں لیلیٰ۔۔۔ایسی ہوں لیلیٰ
ہر کوئی چاہے مجھ سے۔۔۔ملنا اکیلا
جس کو بھی دیکھوں۔۔۔دنیا بھلادوں
مجنوں بنادوں۔۔۔ایسی میں لیلیٰ

سیل فون اٹھایا ہی تھا کہ اسکرین پر بڑا جانا پہچانا نام بلنک کرنے لگا۔اس نے کئی دنوں بعد مسکرا کر کال ریس کر دی۔

"عبرود شاہ اسپیکنگ۔۔" وہ بڑی ادا سے بولی۔

"میں 'تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" وہ عبرود کا مغرور لہجہ نظر انداز کر کے دھیمے سے بولا۔

"ہمارے درمیان اب ایسا کوئی تعلق نہیں بچا کہ میں تم سے ملوں کہ بقول شاعر اب کے تجدید وفا کا نہیں امکاں جاناں ۔۔۔۔" وہ درشتگی سے کہتی، بات کے اختتام تک گنگنائی اور لفظ 'جاناں' کو معنی خیزی سے ادا کرتی 'ہنس دی۔

"تجدید وفا تو اب میں بھی نہیں چاہتا مس شاہ' اور یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی منت کرنے' یا رشتہ بچانے کی آخری کوشش کے طور پر آپ سے ملنے کی بات کر گیا ہوں۔۔۔میں تو چاہتا ہوں آپ کورٹ کچہری کے چکروں میں اپنا وقت برباد نہ کریں۔۔۔۔ آپ کو نہیں رکھنا رشتہ تو ٹھیک ہے میں ڈائیورس دینے کے لیے تیار ہوں۔۔۔" محسن کا سرد لہجہ اس کے کانوں میں گونجا۔اسے اپنا آپ آسمان سے یکلخت زمین پر آتا محسوس ہوا۔

"طلاق دینے کو راضی ہو تو ملنا چہ معنی وارد۔۔۔ کہیں مجھ سے التجا تو نہیں کرنا چاہتے کہ میں حق مہر معاف کر دوں۔۔۔" اسے امید نہیں تھی کہ محسن ایسی بات کرے گا۔اس نے تو ساری حقیقتوں کے منکشف ہو جانے کے بعد اس سے یہ سب نہ کہا تھا تو وہ اب تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ محسن طلاق دینے کی بات کرے گا لیکن جب وہ کر ہی گیا تھا تو وہ لاکھ حیران سہی لیکن خود کو کمپوز کر کے گہرے طنز سے بول پڑی تھی۔

"محسن نعمانی اب اتنا بھی ٹٹ پونجیا نہیں کہ محض دس لاکھ کی رقم کے لیے معافی کی درخواست کرے۔۔۔۔" عبرود کو اس کے تیور یکسر بدلے ہوئے لگ رہے تھے۔

"آپ بھول گئی ہیں مس شاہ کہ خلع کی صورت میں آپ کو حق مہر کی رقم چھوڑنی پڑے گی اور میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا کہ آپ جیسی بزنس مائنڈڈ لڑکی کا نقصان ہو' اس لیے میں نے از خود طلاق دینے کی بات کی ہے۔۔۔ آپ مقدمہ واپس لے لیں ۔میں اسی ہفتہ آپ کو طلاق بھیج دوں گا' حق مہر کی رقم کے چیک کے ساتھ۔۔۔۔ گڈ بائے فار یور۔۔۔" محسن نے گہری سنجیدگی سے کہا اور اس کی سنے بنا لائن منقطع کر دی۔

عبرود کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے مارے طیش کے اپنا قیمتی موبائل دیوار پر دے مارا اور اپنی آرائش جس پر اس نے کچھ دیر قبل فخر محسوس کیا تھا۔ سب اتار پھینکی تھی کمرے کا حشر نشر کر دیا تھا لیکن محسن کے لفظوں کی تپش تھی کہ کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"بلڈی باسٹرڈ' سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔۔ مجھے' عبرود شاہ کو طلاق دے گا۔۔۔ دس لاکھ میرے منہ پر مارے گا۔۔۔۔ میں اس کا منہ نہیں نوچ لوں گی۔۔۔" وہ غصہ سے کھولتی' کمرے میں چکرا رہی تھی۔ اس نے طلاق کی بات کی' خلع کا نوٹس بھیج دیا تو ٹھیک تھا لیکن محسن نے طلاق دینے پر رضامندی ظاہر کی تو اس کی انا بلبلا اٹھی۔

"میں' بھی دیکھتی ہوں محسن! تم' مجھے طلاق کیسے دیتے ہو۔" عبرود نے بلبلاتے ہوئے سوچا اور قد آدم آئینہ پر ہائی ہیل کھینچ کر ماری اور بستر پر گر گئی۔

☆☆☆☆☆☆

بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے
یار کچھ بھی ہو یار ہوتا ہے

محسن نے بے دلی سے موبائل ٹیبل پر ڈالا اور بستر پر گر سا گیا۔ اس نے جو بھی کیا اس پر وہ عبرود کے غصہ ہونے' یہ محسوس کر لینے کے باوجود کہ اسے حیرت ہوئی ہے۔ وہ خوش نہیں ہو پا رہا تھا۔ کیونکہ جس لڑکی کو بے پناہ چاہا تھا۔ اس کی انا کو گزند پہنچا کر اس جیسا مخلص شخص خوش نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ یہ سب کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

آج سے تین دن پہلے اس نے عبرود کو مغربی حلیے میں کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ اس کی غیرت پر تازیانہ اور محبت پر تھپڑ لگانے کے مترادف تھا لیکن وہ صبر کے گھونٹ بھرتا گھر چلا آیا تھا کہ وہ عبرود کی بدلحاظی سے واقف ہو گیا تھا۔ ہر حق رکھتے ہوئے بھی وہ اس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا تھا۔ لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ عبرود پر دباؤ ڈالنے کی بجائے اسے آزاد کر دے گا لیکن یہ سوچ کر ہی وہ مر سا گیا تھا کیونکہ اس نے عبرود کو دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔

گھر پہنچا تو عابیہ اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔ ننھے عتبان کو دیکھ کر اسے اپنے اندر احساس زیاں اترتا محسوس ہوا تھا۔ عبرود اگر سنگ دلی نہ دکھاتی تو بچے کی قلقاریاں اس کے آنگن میں بھی گونج رہی ہوتیں۔ اسے اپنی آنکھیں نم ہوتیں محسوس ہوئیں اور وہ بھانجے کو پیار کرتا ان سب کے درمیان سے نکل گیا۔ مگر وہ کب تک راہ فرار حاصل کر سکتا تھا۔

ملازمہ کھانے پر اسے بلانے چلی آئی تو وہ سب کے درمیان آن بیٹھا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور وہ ابان کے کہنے پر اپنا چائے کا مگ لیے اس کے ساتھ لان میں چلا آیا۔

"کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" ابان نے دھیمے سے پوچھا۔

"آپ تو سب جانتے ہیں' عبرود کی حقیقت اور اس کی ہٹ دھرمی۔۔۔ کچھ چھپا ہی نہیں آپ سے۔۔۔" وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بول گیا۔

"عابیہ کے زریعے مجھے علم ہوا تھا کہ عبرود نے خلع کا نوٹس بھیجا ہے۔" وہ محسن کی دل گرفتگی محسوس کر کے گہری سنجیدگی سے بولا۔

"وہ ساتھ رہنے یا بسنے کے لیے آئی ہی نہیں تھی اس لیے اس نے راستہ تو بدلنا ہی تھا۔۔۔ ماما کہتی ہیں میں اسے آزاد کر دوں لیکن ابان' میرا دل نہیں مانتا۔" اس کی آنکھیں بے حد سرخ ہو گئی تھیں۔

ابان اسے دیکھنے لگا اسے کہاں تھی امید کہ وہ عبرود کا روپ دیکھ لینے کے بعد بھی اسے خود سے جوڑے رکھنا چاہے گا لیکن وہ یہ بھی تو جانتا تھا کہ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ محبت اتنی فراخ دل نہ ہوتی تو شاید وہ آج اس گھر میں موجود ہی نہ ہوتا۔

جس وقت عابیہ نے غصہ میں، شادی سے انکار کیا تھا۔ وہ انا کا مسئلہ بنا کر شادی ختم کر دیتا لیکن وہ تو عابیہ پر خفا تک نہ ہو پایا تھا اور اب اگر محسن نے عبرود کو معاف کر دیا تھا یا وہ اسے کوئی سزا دینا ہی نہیں چاہتا تھا تو اس میں حیرانگی والی کونسی بات تھی۔۔۔؟

یہ ظرف تو بس محبوب کا ہی ہو سکتا ہے۔

"تم' نے عبرود سے بات کی؟" اس نے ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے پوچھا۔ محسن نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"پہلے کئی ایک بار کال کی تھی لیکن اس نے بات کرنا بھی گوارا نہیں کیا اور جب سے کورٹ کا نوٹس ملا ہے۔ میری تو امید ہی مر گئی ہے۔ کس امید پر میں اس سے رابطہ کروں؟" وہ بے بسی سے کہتا۔ سرخ آنکھوں سے ابان کو دیکھنے لگا۔

"تم' اگر عبرود کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتے تو اس سے ملو' اسے سمجھاؤ' اس کے پیرنٹس سے بات کرو۔ شاید' کوئی حل نکل آئے۔" وہ محسن کو مضطرب پا کر مشورہ دے گیا۔

"میں' ملا تھا عبرود کے پیرنٹس سے لیکن وہ مفاہمت کی راہ پر نہیں چلنا چاہتے۔۔۔ مسز شاہ نے تو مجھے دھمکی تک دے ڈالی کہ اگر میں نے عبرود کو نہیں چھوڑا تو وہ میری اینٹ سے اینٹ بجا دیں گی۔" وہ تفصیل بتاتے ہوئے' تلخی سے ہنس دیا۔

"جب ایک لڑکی تمھارے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی تو تم زبردستی تو ساتھ رکھ نہیں سکتے' خلع کا پہلا نوٹس مل گیا ہے۔ تم اس سب کو کب تک لٹکا کر رکھ سکو گے۔ ختم کر دو اس سارے قصہ کو۔۔۔" ابان تفصیل سن کر غصہ محسوس کر کے وہ بول گیا۔ جواب تک محسن کا خیال کر کے کہہ نہیں پایا تھا۔

"میں جتنا عبرود کو سمجھ پایا ہوں وہ کمزور کردار کی لڑکی نہیں ہے، بس تربیت کے فقدان نے اس کی شخصیت مسخ کر دی' اگر اس کی مام اس کی برین واشنگ نہ کریں تو مجھے لگتا ہے شاید وہ لوٹ آئے کیونکہ وہ یہ سب محض غصہ میں' انا کے زعم اور باپ کی

دولت کے گھمنڈ میں کرنے جارہی ہے کیونکہ وہ جس سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہے۔وہاں طلاق ہونا اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ان کے ہاں تو یہ سب اسٹیٹس سمبل سمجھا جاتا ہے۔اگر اس کے کردار میں جھول ہوتا تو میں شاید اب تک اسے طلاق دے چکا ہوتا۔" محسن اپنے ذہن و دل کی ہر بات ابان سے کہتا چلا گیا۔ابرج اس کا دوست اسے آج کل دستیاب نہیں تھا اور ابان کافی کچھ خود سے جانتا تھا اور جو نہیں جانتا تھا وہ سب محسن نے از خود اسے بتادیا۔ابان اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی محسن نے اپنی بات جاری رکھی۔

"وہ حسن کو بہت بڑی دلیل سمجھتی ہے۔اسے لگتا ہے' وہ حسین چہرے سے' دنیا کے ہر مرد کو قدموں پر لا سکتی ہے مگر اس سب کے باوجود بھی وہ کسی مرد کے ساتھ بہت آگے تک نہیں گئی۔۔۔اس لحاظ سے تو کہیں نہ کہیں اچھائی اس کے اندر زندہ ہے ۔۔۔اسے بتایا جائے کہ عورت کا حسن اس کے حسین چہرے سے' عیاں کر دینے میں نہیں اس کا اصل حسن تو پوشیدہ رہنے میں ہے چادر اور چار دیواری میں ہے تو مجھے یقین ہے وہ سنبھل سکتی ہے۔" محسن کا لہجہ ہموار اور اس کی سوچ پانی کی مانند شفاف تھی۔اس کے لفظ لفظ سے عبرود کے لیے محبت اور اعتبار چھلک رہا تھا۔

"تمھاری ہر بات' ہر تجزیہ اپنی جگہ درست ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ وہ تمھارے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی' وہ تمھارے ساتھ مخلص ہی نہیں تھی۔۔۔" ابان کے لب میکانکی انداز میں ہلے۔عبرود کے کردار کی گواہی تو کہیں نہ کہیں وہ بھی دے ہی سکتا تھا کہ چاہے وہ اس کو اپنے حسن کے جال میں جکڑ لینا چاہتی تھی' کئی ایک بار بے باک گفتگو بھی کی لیکن اس نے ایسی کوئی اوچھی حرکت نہیں کی تھی۔جس کی بنیاد پر وہ اسے بد کردار کہہ سکتا۔اسے بس نظر میں آنا تھا۔جس کے لیے اس نے کئی ایک کوششیں کیں مگر ناکام ہوئی تو اس نے چالبازیاں شروع کر دیں۔ابان کو تباہ کرنے کی سازش اور سازش بھی ایسی کہ اس کے کردار کو برا نہیں کہا جا سکتا تھا۔محسن کی بات کہیں نہ کہیں درست تھی کہ تربیت کے فقدان نے اس کی شخصیت مسخ کر دی تھی۔

"وہ میرے ساتھ مخلص نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ تو خود اپنے ساتھ بھی مخلص نہیں ہے۔اس لیے میں اسے آزاد نہیں کرنا چاہتا' میں اسے سنبھلنے کا' اپنا وقار' اپنی عزت' پہچاننے کا ایک موقع دینا چاہتا ہوں اور اگر میں ایسا نہ کروں تو لعنت ہے مجھ پر' میری محبت پر کہ میں اپنی محبت کو نیک سمت نہ دکھا سکا اور راہ میں ہی چھوڑ دیا۔" محسن کی باتیں جذباتی ہو سکتی تھیں لیکن اس کا عزم بہت پختہ تھا۔

"تم نے کیا سوچا ہے کیا کرو گے؟" ابان نے اس کا اٹل انداز دیکھ کر بحث نہ کرنا ہی مناسب سمجھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کی ہر خطا معاف کرنے کو تیار تھا تو اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"میں نے سوچا ہے کہ کورٹ کی ہیئرنگ پر جاؤں گا کیس کو لٹکانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔۔۔عبرود کی دوست سے بھی رابطہ میں ہوں۔وہ عبرود کو سمجھاتی رہتی ہے۔بہت ممکن ہے کوئی حل نکل آئے۔" اس نے جو سوچا تھا وہ ابان کے سامنے رکھ

دیا۔

"اگر پھر بھی عبرود کا فیصلہ نہ بدلا تو۔۔۔" ابان کے لب ہلے۔

"تو مجھے یہ اطمینان تو رہے گا کہ میں نے کوشش کی تھی۔۔۔ کوشش کیے بنا ہار مان کر بیٹھنے سے بہتر مجھے لگتا ہے کہ تھوڑی سی کوشش کر لوں۔ ناکام بھی ہو گیا تو عمر بھر کے پچھتاوے مقدر نہ ہوں گے۔" محسن کے انداز میں یقین تھا۔ وہ محبت تھی جو وہ عبرود سے کرتا تھا۔

ابان کو عبرود پر رشک آیا کہ کیسی بے لوث چاہت رکھتا تھا وہ اس کے لیے جس کی اس نے قدر نہ کی۔ اپنی شخصی برائیوں کی یوں آبیاری کی کہ خوش بختی ہی، بد بختی میں ڈھل گئی مگر جس کا اسے ابھی ادراک ہی نہ تھا۔

"کچھ لوگ برے نہیں ہوتے لیکن ماحول انھیں برا بنا دیتا ہے، وہ اپنی سمت غلط زاویوں کی جانب موڑ لیتے ہیں اکثر لوگ عمر بھر جان نہیں پاتے کہ ان کی سمت درست نہیں لیکن کچھ خوش نصیب لوگوں کو یہ بتانے والے مل جاتے ہیں کہ ان کی سمت درست نہیں اور کیسے درست کی جا سکتی ہے۔" محسن کی تمام گفتگو' اس کا تجزیہ' اس کا فیصلہ سن لینے کے بعد ابان کچھ سوچ کر گہری سنجیدگی سے بولا۔ محسن اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

"میں' آپ کی بات کا لب لباب کیا ہے سمجھ نہیں پا رہا۔" محسن متحیر سا بولا۔

"عبرود جیسی بھی ہے تمھیں قبول ہے اور تم چاہتے ہو کہ وہ تمھاری زندگی میں لوٹ آئے۔ ایسا ہی ہے نا؟"۔ ابان اس کی حیرت پر مسکرا کر بولا۔

"جی' ایسا ہی ہے۔" وہ دھیمے سے بولا۔ ابان کچھ کہتا کہ وہ کھڑا ہو گیا اور پینٹ کی جیب میں ہاتھ پھنسائے بولتا چلا گیا۔

"میرا ماننا ہے کہ جب میں نے عبرود سے شادی صرف اپنی محبت کے لیے کی تو میں اس کی چند ایک خامیاں نظر انداز کیوں نہیں کر سکتا۔ اچھوں سے نبھا تو سب کر لیتے ہیں نا تو میں اپنے دل کی خوشی کے لیے زرا سا کمپرومائز کر لوں تو کیا حرج ہے؟" اس کا لہجہ زرا سا نم تھا کیونکہ اس نے جسے زرا سا کمپرومائز کہا تھا۔ وہ اتنا معمولی نہیں تھا۔

عبرود نے اسے دھوکہ دیا تھا۔

اس کے بچے کی جان لے لی تھی۔

پھر بھی وہ اسے ایک موقع دینا چاہتا تھا تو کیوں؟

صرف اس لیے کہ وہ اس کی من چاہی بیوی تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسری عورت اس کی زندگی میں آئے۔

اس کی سوچ تھی کہ جو دوسری عورت آئے گی گارنٹی تو اس کی بھی نہیں ہو گی تو بہتر یہ نہیں کہ جو عورت زندگی میں محبت

بن کر آئی اسے زرا سا جھک کر جانے سے روک لیا جائے۔

اس کی برائیاں نظر انداز کر دی جائیں۔

کئی ایک خامیاں تو اس میں بھی تھیں عبرود نے اگر کہا نہیں تو وہ بے عیب تو نہیں ہو گیا تھا کیونکہ بے عیب اور مکمل تو صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے۔

"میں تمھاری سوچ کی قدر کرتا ہوں جس طرح تم سوچتے ہو ایسا بہت کم لوگ سوچتے ہیں اور تمھاری یہ مثبت سوچ جان کر مجھے لگا ہے کہ عبرود تم تک پلٹ آئے گی۔" ابان اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ محسن مسکرایا۔ اور وہ دونوں لان میں چہل قدمی کرنے لگے۔

"میرے پاس ایک حل ہے اگر ورک کر گیا تو شاید عبرود تمھاری زندگی میں لوٹ آئے۔" وہ محسن کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

"کیسا حل۔۔؟" محسن نے گردن گھما کر ابان کو دیکھا۔

"تم 'عبرود پر صرف یہ ظاہر کر دو کہ تم اسے بھلا چکے ہو۔ تمھیں اس کی بالکل بھی پرواہ نہیں ہے۔" ابان کا لہجہ بہت سادہ تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" اس کی آواز میں حیرت تھی۔

"عبرود کا سب سے بڑا مسئلہ اس کا اپنی ذات پر غرور ہے۔ اس لیے تمھارا نرم رویہ 'تمھاری محبت عبرود کو مثبت سمت نہیں دکھا رہی کہ وہ اس سب کو اپنا حق سمجھ رہی ہے۔ اسے لگتا ہے کہ وہ ہے ہی چاہے جانے کے لائق 'اس لیے تم اسے چاہتے ہو اور چھوڑنا نہیں چاہتے اگر تم اپنا رویہ بدل لو تو مجھے لگتا ہے پتھر پر چوٹ پڑ سکتی ہے۔" ابان نے کھل کر اپنی بات کی وضاحت کی۔

"وہ تو میری کال ریسیو نہیں کرتی۔ میں رویہ کیسے بدلوں گا۔" اس کا انداز اپنا ہی مذاق اڑانے والا تھا۔

"وہ تم سے طلاق مانگ رہی ہے۔۔۔۔ اور تم نے انکار کر دیا ہے۔۔۔ تمھارا انکار اسے ضد دلا رہا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ وہ طاقت ور ہے وہ تم سے طلاق لے کر تمھیں نیچا دکھا سکتی ہے تم اس کا مہرہ ہی پلٹ دو تو صورتحال تبدیل بھی ہو سکتی ہے۔" ابان کا لہجہ ہموار تھا۔

محسن کی باتیں سن کر وہ اسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عبرود کی انا پر ضرب لگا کر اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

ابان کے معاملے میں بھی تو یہی سب ہوا تھا وہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی اور ابان نے خیر مقدم نہیں کیا تھا اور اس نے اس سب کو ضد و انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ ورنہ جس طرح کی اس کی سوچ تھی وہ چند دن ہو ٹلنگ کرتی اور اسے بھول جاتی۔ ابان کو گزشتہ ایام یاد آئے تھے اور اس نے ایک حل محسن کے سامنے رکھ دیا تھا۔

جس پر عمل کرتے ہوئے محسن نے آج عبرود کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ خلع کے چکر میں نہ پڑے کیونکہ وہ اسے طلاق

دے دے گا۔ جس طرح عبرود غصہ میں آئی تھی۔ محسن کو لگا تھا کہ ابان کا مشورہ کامیاب ہو جائے گا۔ اس نے بوجھل ہوتے ذہن و دل کے ساتھ اپنے حق میں بہتری کی دعا کی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

بے وفا سے بھی پیار ہوتا ہے
یار کچھ بھی ہو یار ہوتا ہے

ساتھ اُس کے جو ہے رقیب تو کیا
پھول کے ساتھ خار ہوتا ہے

جب وہ ہوتے ہیں صحنِ گلشن میں
موسمِ نو بہار ___ ہوتا ہے

کاش ہوتے ہم اُس کے پھلوں میں
اُس گلے کا جو ہار ___ ہوتا ہے

دوست سے کیوں بھلا نہ کھاتے فریب
دوست پہ اعتبار ___ ہوتا ہے

جب وہ آتے نہیں سبِ وعدہ
موت کا انتظار ___ ہوتا ہے

وصل میں بھی خیالِ ہجر سے دل
بے سکوں بے قرار ہوتا ہے

http://paksociety.com

ہم بڑے خوش نصیب ہیں ورنہ
آپ کو کس سے پیار ہوتا ہے

تیر وہ تیر نیم کش تو نہیں
دل کے جو آر پار ہوتا ہے

حُسنِ اخلاق سے اے عروسِ حیات
سب سے اچھا سنگھار ہوتا ہے

عشق کی کائنات کا پُرنم
حُسن پروردگار ہوتا ہے

☆☆☆☆☆☆

"ماما' کب تک مجھ سے ناراض رہیں گی؟" ارمش چوہدری ماں کے پیر تھامے سسک اٹھا۔ جب سے بیٹے کا اصل روپ ان کے سامنے آیا تھا۔ وہ بیٹے سے ناراض تھیں۔ اس سے بات چیت بند کی ہوئی تھی۔ وہ روزانہ انھیں منانے کی کوشش میں ناکام ہوتا۔ آج پھر کوشش کرتا۔ ان کے پاؤں پکڑ گیا تھا۔

"میں' تم سے نہیں، خود سے ناراض ہوں۔ میں، تمھاری اچھی تربیت نہ کر سکی۔" وہ اس کے بولنے پر چپ رہتی تھیں لیکن آج چپ کا گلا گھونٹ کر بول پڑی تھیں۔

"ماما' مجھے سزا دیں۔۔۔ مجھے برا بھلا کہیں۔۔۔ مجھے ماریں۔۔۔ لیکن مجھ سے ناراض نہ ہوں ماما' مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے ۔میں نے سب سے معافی مانگ لی ہے۔۔۔ اب تو ایلیفیہ کو بھی ہوش آگیا ہے۔۔۔ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔" وہ ان کے پیر چھڑا لینے پر دوبارہ پاؤں جکڑتا، بری طرح رو رہا تھا۔

"تم نے جو کیا ہے اس کی کوئی معافی نہیں ہے۔۔۔ تم نے سب بگاڑ کر اعتراف جرم کر لیا تو تم گناہ سے پاک ہو گئے۔۔۔ تمھیں ابھی کسی نے معاف نہیں کیا تمھیں سب معاف کر دیں گے تو میں بھی بھول جاؤں گی سب۔۔۔ جاؤ لے کر آؤ ایلیفیہ اور اس کے والدین کے قدموں میں گر کر معافی نامہ۔۔۔" ان کے رونے میں بھی شدت آگئی تھی۔

"ایلیفیہ سے سامنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔۔۔ اور ایلیفیہ کے پاپا سب کچھ اللہ پر چھوڑ چکے ہیں۔۔۔ اللہ کی لاٹھی بڑی بے آواز ہوتی ہے۔۔۔ مجھے سزا سے بہت ڈر لگنے لگا ہے ماما۔۔۔ آپ مجھے معاف کر دیں اور دعا کریں۔ وہ سب بھی مجھے معاف کر دیں تاکہ میں سکون سے مر سکوں۔۔۔" اس کے رونے میں شدت کچھ یوں آئی تھی کہ صائقہ بیگم تڑپ اٹھی تھیں۔

وہ چاہے بیٹے سے سخت خفا تھیں لیکن بیٹے کے منہ سے مرنے کا سن کر ان کی ممتا تڑپ اٹھی تھی۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔ کیوں ماں کو بے موت مارنا چاہتے ہو۔" وہ روتے ہوئے، قدرے بے بسی سے منمنائیں۔

"ماما' مجھے اک پل کو چین نصیب نہیں ہے۔۔۔ دوسروں کا سکون برباد کر کے میں خود سکون کے لیے ترس گیا ہوں۔۔۔ دعا کریں ان سب کے دل میرے لیے نرم پڑ جائیں۔۔۔ ایلیفیہ اور ابان مجھے معاف کر دیں۔۔۔ میں ایڑیاں رگڑ کر' عبرت ناک موت نہیں مرنا چاہتا۔" وہ روتے ہوئے، ماں کا دل دہلا گیا۔

"مت کرو ایسی باتیں۔۔۔ میرا دل بند ہو جائے گا۔" صائقہ بیگم نے بیٹے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ماما' آپ مجھے معاف کر دیں۔" وہ ماں کا ہاتھ ہتھیلی میں مقید کیے، سسکا۔

"میں نے تمھیں معاف کیا۔۔۔ میرا اللہ اور وہ سب لوگ بھی تمھیں معاف کر دیں جن کی زندگی تم نے برباد کی۔" وہ ماں تھیں۔ بیٹے کو تڑپتے نہ دیکھ سکیں تو اسے معافی کا اذن دے دیا۔

کچھ دیر وہ ماں کی گود میں سر رکھے ذہن و دل کی ہر الجھن کہتا رہا بس وہ دکھ زبان پر نہ آسکا جس نے اسے دن میں تارے دکھا دیے تھے۔

صائقہ بیگم کافی دیر بیٹے کی دل جوئی کرتی رہیں۔

رات کے گیارہ بجے بمشکل اسے اس کے کمرے میں بھیجا اور وضو کر کے نماز حاجت کی نیت باندھ لی۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ چکی تھیں۔ نماز حاجت کے بعد کئی نوافل ادا کیے۔ نماز توبہ ادا کی۔ اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتیں۔ وہ بیٹے کے گناہوں کی توبہ طلب کرتیں' اس کے سکون کے لیے دعائیں مانگتیں، سجدے میں سر رکھے بری طرح رو رہی تھیں۔

کئی گھنٹوں بعد انھوں نے مصلّہ اس کی مخصوص جگہ پر رکھا اور بستر پر لیٹ گئیں۔

ارمش چوہدری کی اکثر نمازیں قضا ہو جاتی تھیں۔ فجر کی نماز کے لیے صائقہ بیگم اسے جگاتی رہ جاتی تھیں اور وہ اکثر ٹال مٹول سے کام لیتا، نماز قضا کر جاتا تھا مگر پچھلے کچھ دنوں سے اس کی نمازوں میں باقاعدگی آگئی تھی اور آج بھی وہ بنا کسی کے جگائے فجر کے لیے جاگ گیا تھا۔ نماز پڑھ کر وہ کمرے سے نکلا تو اسے ماں اپنی مخصوص جگہ پر کہیں نظر نہ آئی۔

صائقہ بیگم کی برسوں پرانی عادت تھی کہ وہ فجر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت بلند آواز میں لاؤنج میں بیٹھ کر کرتی تھیں۔ آج ان کی مخصوص جگہ خالی تھی۔

وہ مضطرب سا ماں کے کمرے میں چلا آیا۔ اس نے ماں کو اب تک بستر پر پا کر بے چینی سی محسوس کر کے آواز دی مگر جواب ندارد۔۔۔ وہ بستر تک پہنچا۔

وہ صائقہ بیگم کو پر سکون سا سوتا پا کر تڑپ اٹھا۔ ماں کو آوازیں دیتا' ماں کے ساکت وجود میں ہلچل نہ پا کر' وہ ان کا بازو ہلاتا بچوں کی طرح رو دیا۔ اس کی جنت' اس کی ماں خالق حقیقی سے جا ملی تھی۔ در و دیوار اس کی چیخوں سے گونجنے لگے۔ اس نے کہاں سوچا تھا کہ اس کی ماں اتنی خاموشی سے اسے چھوڑ جائے گی۔

"ماما۔۔۔" وہ ماں کے قدموں میں سر رکھے رو رہا تھا۔ لیکن بیٹے کی تڑپ پر تڑپ اٹھنے والیں صائقہ بیگم زندگی کی قید سے آزاد ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"وہ' گھٹیا آدمی جانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔" عبرود کچھ دیر پہلے ہی ثمرین کے گھر آئی تھی اور آتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

"تم' کس کی بات کر رہی ہو؟" وہ نا سمجھی سے پوچھ گئی۔

"محسن کی اور کس کی۔" اس نے ثمرین کو تیکھے چتونوں سے گھورا۔

"اب کیا ہوا ہے جو اتنے غصہ میں ہو؟" ثمرین اس کی ہر دوسرے دن کی بکواس سے تنگ آ چکی تھی۔ بے زاری سے بولی۔

"وہ' کم حیثیت انسان مجھے طلاق دینے کی بات کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ دس لاکھ کی حق مہر کی رقم میرے منہ پر مارے گا۔" وہ غصہ سے کھول کر بولی۔

"تمھیں تو اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں خلع کا نوٹس بھی بھیج چکی ہو اور اب اتنے آرام سے طلاق مل رہی ہے تو اتنا واویلا کیوں مچا رہی ہو؟" ثمرین گہرے طنز سے بولی۔

"اس گھٹیا شخص نے میری توہین کی ہے اور تم چاہتی ہو واویلا بھی نہ کروں' واہ۔۔۔" وہ غصہ سے بے قابو ہونے لگی۔

"وہ طلاق کی بات کرے تو گھٹیا ہو گیا۔ تمھاری توہین ہو گئی اور جو تم چیخ چیخ کر طلاق مانگتی رہی ہو' کیا وہ سب کچھ بھول گئی ہو؟" وہ عبرود کے تیوروں پر ہنسی محسوس کرتی بامشکل اپنی ہنسی دبائے۔ طنز سے بول پڑی۔

"زیادہ طنز کرنے کی ضرورت نہیں۔" عبرود اس کے چہرے پر استہزائیہ مسکان دیکھتی' بلبلا کر بولی۔

"یہ مت بھولو کہ وہ کم حیثیت انسان اس معاملے میں تم سے طاقتور ہے۔ وہ پہلے بھی اپنی اس طاقت کا استعمال کر کے تمھیں طلاق دے سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا مگر اب وہ اپنی طاقت کا استعمال کر رہا ہے تو تمھیں برا کیوں لگ رہا ہے؟" ثمرین اس کے چلبلانے پر اندر ہی اندر محظوظ ہوتی بظاہر سکون سے بولی۔

"تم' اس گھٹیا شخص کو میرے خلاف ڈیفینڈ کر بھی کیسے سکتی ہو؟" وہ چیخی۔

http://paksociety.com

"اس لیے کیونکہ وہ ہے اس لائق کہ اس کی تعریف کی جاسکے۔اس کا ساتھ دیا جاسکے اور تم عبرود' تمھارا ڈیفینڈ کس بنیاد پر کروں؟" ثمرین نے آج مصلحت پسندی کو سائیڈ کر دیا تھا۔

"تم' میری دوست ہو کہ محسن کی؟" عبرود کا چہرہ تپش چھوڑنے لگا۔

"تم' اپنے باپ کی دولت پر نازاں ایک مغرور لڑکی جس کے سینے میں دل نہیں ہے' جو جذبات سے یکسر عاری ہے۔ جس نے اپنے مفاد کے لیے محسن سے شادی کی، اس کی بہن کا گھر خراب کرنا چاہا۔۔۔اس کی' اس کے بچے کی جان لینی چاہی۔۔۔ تم نے تو اپنے بچے کی جان لے لی۔۔۔اور اس شخص نے پھر بھی تمھیں معاف کیا اور تم نے یہ اس شخص کی کمزوری سمجھ لیا۔ تمھیں لگنے لگا کہ تم حسین و دولت مند ہو اس لیے محسن تمھارے آگے پیچھے پھرتا ہے اور اسی غرور میں تم نے طلاق مانگی۔ اسے نیچا دکھانے کو خلع کا مقدمہ دائر کر دیا اور اب اس نے از خود طلاق دینے کی بات کی تو تمھاری انا بلبلا اٹھی جبکہ حقیقت یہی ہے کہ تمھاری اوقات یہی ہے کہ تمھیں عضو معطل کی طرح اپنی زندگی سے باہر پھینک دیا جائے۔۔۔ تم نے محسن سے کون سے وفائیں نبھائی ہیں جو وہ تمھارے ساتھ تعلق رکھے۔۔۔ تم جیسی غرور کی ماری لڑکیاں گھر بسانے کے لائق ہی نہیں ہوتیں۔۔۔۔ محسن نے اب تک تمھارے ساتھ نرمی کر کے غلط کیا اب اس نے تمھیں تمھاری اوقات بتا کر صحیح کیا ہے۔ یہی ہے تمھاری اوقات کہ تم سے ہر تعلق ختم کر لیا جائے۔" ثمرین جو دوستی بچانے کی خاطر' کبھی کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔ آج بنا لحاظ کے' بنا نتائج کی پرواہ کیے بولتی چلی گئی تھی۔

عبرود کی برداشت نے جواب دیا اور وہ اس کے منہ پر تھپڑ مار گئی۔ایک پل کو ثمرین ساکت رہ گئی۔ عبرود کچھ کہے بنا اسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتی باہر کی طرف بڑھی۔

"تم میری زبان خاموش کرنے کو میرے منہ پر طمانچہ مار کر جاسکتی ہو لیکن اگر تم اب بھی نہیں سنبھلیں تو وقت تمھیں ایسا تھپڑ مارے گا کہ تم بلبلا بھی نہیں سکو گی۔" عبرود کے قدم ثمرین کی آواز پر تھمے لیکن وہ پلٹے بنا، کچھ کہے بغیر ثمرین کے گھر کی دہلیز پار گئی۔

وہ غصہ سے کھولتی ثمرین سے دوستی ختم کر لینے کے عہد کے ساتھ ڈرائیو کر رہی تھی۔ گھر پہنچی تو پہلا سامنا نک سک سے تیار سلیولیس بازو کی قیمتی شفون کی ساڑھی پہنے جانے کو تیار مسز شاہ سے ہو گیا تھا۔

"مائی ڈارلنگ عود' اتنے غصہ میں کیوں ہے؟" وہ بیٹی کو تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ اسے پکار گئیں۔

"مام' کیا میں اس لائق نہیں ہوں کہ مجھ سے کوئی تعلق رکھا جاسکے۔؟" وہ سرخ چہرے کے ساتھ مڑی اور بے چینی سے ماں سے سوال کیا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"سوئیٹ ہارٹ' کس نے کی ہے تم سے یہ بکواس' کیا تم محسن سے مل کر آرہی ہو؟" وہ بیٹی کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتیں۔ پوچھ گئیں۔

"نہیں مام۔۔۔ وہ ثمرین۔۔۔" وہ ہچکیوں سے روتی سب کچھ کہتی چلی گئی۔ اس کی ہمیشہ تعریف ہی ہوئی تھی اور ثمرین تو ہمیشہ اس کی چپ چاپ مان جاتی تھی۔ اس کی بکواس' طنز خاموشی سے سن لیتی تھی اور آج ثمرین نے اس کے سامنے کیسا آئینہ رکھا تھا کہ اس کو بے چینی لاحق ہو گئی تھی۔

"مائی چائلڈ' وہ ثمرین تمھاری خوبصورتی سے جلتی ہے جان' تم اس کی باتوں کو سیریئس نہ لو۔ اس جیسی احساس کمتری کی ماری لڑکیاں یوں ہی دل کی بھڑاس نکالتی ہیں۔" وہ بیٹی کو اچھے سے جانتی تھیں۔ شادی کے بعد اس میں کافی چینج بھی محسوس کیا تھا اور آج کل پارٹیوں میں جس بے دلی سے شرکت کر رہی تھی۔ یہ سب ان کے لیے خطرے کی گھنٹی کی علامت تھا۔ اسی لیے انھوں نے خلع پر زور دیا تھا کہ جس طرح اس نے خودکشی کی دھمکی کے ساتھ محسن سے شادی پر ان لوگوں کو منایا تھا۔ وہ اب کے اسے ایسا کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھیں اور اب ثمرین کی باتوں کو وہ جس طرح سیریئس لے رہی تھی ضروری ہو گیا تھا کہ اسے ثمرین سے ہی بدگمان کر دیا جائے۔

انھوں نے پارٹی میں جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور بیٹی کی برین واشنگ کرنے لگیں۔

محسن کو برا بھلا کہتیں۔ وہ ثمرین میں وہ عیب ڈھونڈ کر لائی تھیں کہ ثمرین کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ دو گھنٹے کی چرب زبانی کا نتیجہ تھا کہ وہ بیٹی کو اپنے ٹریک پر لے آئی تھیں۔ انھوں نے اسے فریش ہونے کا کہا اور بعد میں بھی اس کو سمجھانے کا ارادہ باندھتیں، اسے امریکہ بھیجنے کا فیصلہ کرتیں۔ اپنے کمرے میں پہنچ گئی تھیں۔ وہ گہری سوچ میں تھیں کہ خلاف توقع احسن شاہ چلے آئے تھے۔

"احسن، تم جتنا جلدی ہو سکے عود کو باہر بھیج دو۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولیں۔

"تمھیں ہو کیا گیا ہے یار، کبھی کہتی ہو کہ عود کو طلاق لینے پر راضی کروں۔۔۔ کبھی عاق کرنے کی دھمکی۔۔۔ تم چاہتی کیا ہو؟" وہ جھنجھلا کر بولے۔ وہ بیوی کی ہر دوسرے دن نئی بات سن چڑ چکے تھے۔

"مجھے لگا تھا کہ عبرود اگر محسن سے خلع لے لے گی تو اس کی جان محسن سے چھوٹ جائے گی لیکن محسن نے طلاق کی از خود بات کر کے عبرود کو ضد دلا دی ہے۔ وہ کہتی ہے وہ محسن کو ایسا کرنے نہیں دے گی اوپر سے ثمرین کی بکواس، اس کا محسن کی حمایت کرنا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں عبرود پھر سے محسن کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آ جائے اور جس طرح ہم لوگ شادی کروانے پر مجبور ہوئے، شادی رکھنے پر بھی مجبور نہ ہو جائیں۔ اس لیے مقدمہ کو ایک سائیڈ کرو فی الحال عبرود کو منظر سے ہٹا دو تاکہ وہ محسن اس سے رابطہ نہ کر پائے کچھ ٹائم گزرے گا تو پھر دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔" وہ بہت تفصیل سے بولی تھیں۔

"اوکے ڈارلنگ، میں کرتا ہوں انتظام یو ڈونٹ وری، سب ویسے ہی ہو گا جیسے تم چاہو گی۔" احسن شاہ بیوی کو وارفتگی سے دیکھتے، ان کے لیے مخصوص نرمی و چاہت سے بولے۔

"تھینک یو احسن۔" وہ مسکرائیں۔ اور آگے کا لائحہ عمل شوہر کے گوش گزار کرتی چلی گئیں اور احسن شاہ محض اقرار میں گردن ہلاتے چلے گئے۔

"موسٹ ویلکم سوئیٹ ہارٹ۔" وہ شوخی سے بولے اور وہ ہنس دیں کہ جانتی تھیں انھوں نے کہہ دیا مطلب ہو گیا کیونکہ برسوں میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ کچھ کہہ دیں اور احسن شاہ انکار کر دیں اور وہ نہ کریں جو وہ چاہتی ہوں۔ چہرے پر فخر کا تاثر ابھر گیا تھا۔

"میں چینج کر لوں۔۔ تمھاری لاڈلی کے چکر میں پارٹی میں جانا کینسل کرنا پڑا۔" وہ اک ادا سے ان کے سیاہ رنگ کے کوٹ کا کالر ٹھیک کرتیں، دھیمے سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ احسن شاہ نے مسکراتے ہوئے بیوی کے دل کش سراپے کو دیکھا اور بیوی کے منظر سے ہٹتے ہی اس کے حکم کی تعمیل کے لیے پہلا قدم اٹھاتے ہوئے کسی کو کال ملا گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"ابرج، مجھے بتاتے کیوں نہیں ہو۔ درِ مکنون کہاں ہے؟" ایلیفیہ کی طبعیت کافی بہتر تھی۔ ہوش میں آنے کے تیسرے دن اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ ہاسپٹل میں درِ مکنون کا اس نے کئی بار پوچھا تھا اور سہروردی ہاؤس آئے اڑتالیس گھنٹے گزرنے کے باوجود اسے درِ مکنون کہیں نظر نہیں آئی تھی اس لیے وہ ابرج سے پوچھ گئی تھی۔

"کیا لکھ کر دوں تمھیں کہ مکنون اپنے میکے گئی ہے۔" وہ ایلیفیہ کے اک ہی سوال سے تنگ آ کر قدرے چڑ کر بولا۔

"کیا تم سے لڑ کر میکے گئی ہوئی ہے جو مجھ سے ملنے کو ایک بار بھی نہیں آئی۔" وہ بولی اور ابرج نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"یار روز بتا، بتا کر تھک گیا ہوں۔ بند کر دو یہ تفتیش اور اپنی صحت کی جانب توجہ دو اور جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔" وہ غصہ سے بولتا، بات کے اختتام تک، دھیما پڑ گیا۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔۔۔ بتا کیوں نہیں دیتے کہ درِ مکنون ہے کہاں۔؟" وہ بستر سے اٹھتی 'اس کے سامنے آن رکی۔ ابرج لب بھینچے کھڑا تھا۔

"مکنون 'گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" معصومہ سہروردی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔ ابرج نے ماں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا لیکن وہ سب کہتی چلی گئیں۔

"اس بدبخت انسان نے قدر نہ کی مکنون کی اور وہ اس کے رویوں سے تنگ آ کر جانے کہاں چلی گئی ہے۔" معصومہ سہروردی تفصیل سناتے رو پڑی تھیں۔

انھوں نے ابرج کا سلوک اور طلاق کی دھمکی والی بات بھی نہیں چھپائی۔ وہ خود بیٹے کے عمل کے سبب اس سے نالاں

تھیں۔ ایسے میں اس کا پردہ کیوں رکھتیں۔ جس کی سنگ دلی کے باعث آج ان کی بہو کو لاپتہ ہوئے تقریباً پندرہ دن گزر گئے تھے۔

ہاسپٹل' سرد خانے کھنگال لیے تھے۔ کراچی کے تمام ہاسٹلز چیک کر لیے تھے۔

پولیس میں رپورٹ درج کروادی تھی۔ پولیس کے سوالات سن ان کا دل کیا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔ جس لڑکی کے اعلیٰ کردار و سیرت کی گواہ تھیں۔ اس کے کردار کے بارے میں گھٹیا تفتیشی سوالات انھیں کتنی اذیت دے گئے تھے۔ یہ ان کے بیٹے کو اندازہ نہ تھا یہ اور بات تکلیف سے وہ بھی گزر رہا تھا مگر یہ تکلیف اس نے خود اپنی ضد و انا میں مول لی تھی۔ اس لیے انھیں بیٹے سے بالکل بھی ہمدردی نہ ہوئی تھی۔ انھیں تو ابان پر ترس آتا تھا۔ وہ بے ضرر سا شخص کیسی، کیسی ذلت برداشت کر رہا تھا اور لب پر اک اف تک نہ آیا تھا۔

"تڑاخ۔۔۔" تفصیل سن کر ایلیفیہ خود پر کنٹرول نہیں رکھ پائی اس نے ایک طمانچہ ابرج کے منہ پر دے مارا۔

"تم تو مکنون سے محبت کے دعویدار تھے اور پھر بھی اتنا گھٹیا سلوک کرتے رہے تم۔۔۔" وہ سر ہاتھوں میں گرائے، روتی چلی گئی۔

"مجھے، سمجھ نہیں آرہی تھی۔ میں کیا کروں۔ جب' جب مکنون کو دیکھتا تھا، تمھاری بے بسی یاد آتی تھی مجھے لگا شاید مکنون کو چوٹ پہنچا کر میں، تمھاری تکالیف کا مداوا کر سکوں گا۔ بس اس لیے بھول گیا کہ مجھے مکنون سے محبت ہے۔ میں نے جو کچھ کیا تمھارے لیے' تمھاری خوشیوں کے لیے' ابان کو سزا دینے کے لیے کیا ایلیفیہ۔۔۔۔" اسے امید نہیں تھی کہ ایلیفیہ اس پر ہاتھ اٹھالے گی۔ وہ بمشکل ضبط کے مرحلے سے گزرتا' دبے دبے غصہ اور قدرے بے بسی سے بولتا چلا گیا۔

"اچھا تو دلا دیں مجھے خوشیاں۔۔۔۔؟ بن گئے ابان میر انصیب۔۔۔؟" وہ حلق کے بل چلائی۔

"ایلیفیہ' سنبھالو خود کو تمھاری طبعیت خراب ہو جائے گی۔" اسے یوں چلاتے دیکھ معصومہ سہر وردی اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے نرمی سے بولیں۔

"اس فضول انسان نے اپنی شادی کی رات بھی یہی بکواس کی تھی۔۔۔ سب کچھ کہہ دینا' کر گزرنا اس کے لیے کتنا آسان تھا۔۔ اس نے میرا سوچتے' سوچتے اپنی زندگی برباد کر لی۔۔۔ مجھے خوشی دینے کی چاہ میں اس نے در مکنون سے خوش ہونے کا حق چھین کر اسے دربدر ہو جانے پر مجبور کر دیا۔" وہ بلک رہی تھی۔

"میں نہیں کرنا چاہتا تھا' مکنون کا اک اک آنسو اس کے دامن پر نہیں میرے دل پر گرا ہے لیکن میں مجبور تھا۔" وہ ضبط کھوتا' چلایا۔

"تم اس شخص کی بہن کو زود و کوب کرنے پر مجبور تھے۔ جس نے ہزار ہا آفتوں کے ٹوٹ پڑنے کے باوجود مجھ پر اک میلی نظر نہیں ڈالی۔ ابان چاہتا تو وہ کیا نہیں کر سکتا تھا لیکن مسئلہ تو یہی تھا کہ وہ شخص ایسا کچھ چاہتا ہی نہیں تھا اور تم نے جو کیا وہ تم کرنا

چاہتے تھے۔" وہ پھپھو کے ہاتھ ہٹاتی' عین اس کے سامنے آن رکی اور بات کے اختتام تک اس کا گریبان جکڑ گئی۔

"مجھے کیا پتہ تھا۔ میں ابان کو مجرم مان کر اس کی نہیں اپنی زندگی عذاب کر رہا ہوں۔ بخدا! ایلیفیہ اگر مجھے یہ شک نہ ہوتا کہ تمھارے ساتھ جو ہوا اس کا سبب ابان ہے تو میں اتنا نہیں گرتا۔۔۔ میں مکنون کو مشق ستم نہ بناتا۔" وہ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتا ہوا بولا۔ اس نے گریبان چھڑوانے کی کوشش تک نہ کی تھی۔

"تم' بناتے کیونکہ تم اپنی اندر منفیت کو پروان چڑھا چکے تھے۔۔۔ کتنا سمجھایا تھا ابرج کہ اپنے اندر کے اچھے انسان کو مرنے نہ دینا۔۔۔ محبت کی ہے تو محبت کی لاج بھی رکھنا۔۔۔ ہر کسی کے نصیب میں محبت نہیں ہوتی اور دوسرے کا نصیب چھین کر کسی کو دان نہیں کیا جاسکتا۔" وہ اس کا گریبان جھنجھوڑتی، بری طرح رو رہی تھی۔

"تم' ٹھیک کہہ رہی ہو ایلیفیہ' میں اپنے اندر کی برائی کو شکست نہ دے سکا۔ اسی لیے آج سب کا مجرم ہوں۔۔۔ ماما' سے نظر نہیں ملا پاتا۔۔۔ ابان سے سامنے پر شرم سے مر سا جاتا ہوں۔۔۔ اور مکنون' وہ خدا جانے کہاں چلی گئی ہے اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا ۔۔۔ اسے آنچ بھی آئی تو خود کو عمر بھر معاف نہیں کر سکوں گا۔" وہ اس کے ہاتھ تھامے، بے بسی سے بولا۔ اس کا لہجہ شرمندگی کا عکس لیے ہوئے تھا اور آنکھوں میں نمی تھی۔

"میں' تمھیں معاف نہیں کروں گی ابرج' جس محبت کا حصول چاہا ہی نہیں۔ اس محبت کی ناکامی پر تم نے مجھے، مکنون اور ابان کا مجرم بنا دیا۔" وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی، چلائی۔

"ایلیفیہ' جو گزر گیا اب لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔ ہم سب اس پر لعنت ملامت بھیج سکتے ہیں لیکن اس سب سے مکنون کی نہ تکلیف دور ہو سکتی ہے، نہ وہ تذلیل مٹ سکتی ہے، جو اس نے ابان کی' کی۔ اور نہ ہی مکنون واپس آسکتی ہے اس نے تو خود اپنے لیے خسارے چن لیے۔" معصومہ سہر وردی' بھتیجی کو خود سے لگائے۔ اسے تھپکتے ہوئے، نم لہجے میں بولیں۔

"پھپھو' یہ میری حالت کا ذمہ دار ابان کو ٹھہرا بھی کیسے سکتا ہے؟" وہ ان کے سینے سے لگی، بڑبڑائی۔

"کچھ یہ خود پاگل ہو گیا تھا اور رہی سہی کسر اس کم بخت ارمش نے پوری کی۔" معصومہ سہر وردی بولیں اور اس نے تڑپ کر ان کے سینے سے سر اٹھایا اور انھیں دیکھنے لگی۔

"اس رات تمھارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ارمش نے اس کی ویڈیو بنائی اور اپنے حساب سے ایڈٹ کر کے ابرج کو سینڈ کر دی ۔ جس کے بعد ہی یہ زیادہ بدگمان ہو کر غصہ میں آگیا۔" وہ تفصیل بتاتیں، چلی گئیں۔

"ابان نے میرے ساتھ کچھ نہیں کیا تھا جو ہوا اس سب کا ذمہ دار ارمش تھا۔ تم جاؤ ابھی اسی وقت اور جا کر ابان سے معافی مانگو۔" وہ تفصیل سن کر بولی۔

"ارمش نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے حقیقت سب کو پتہ چل گئی ہے کون مجرم ہے اور کون بے قصور ہے۔۔۔ رہی

http://paksociety.com

بات معافی کی جو سلوک میں ابان کے ساتھ کر چکا مجھ میں معافی مانگنے کا حوصلہ نہیں ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"مکنون کے گھر سے جانے کا ابان کو علم ہے؟" وہ ابرج کی بات کو آگے بڑھانے یا اسے ملامت کرنے یا معافی مانگنے پر مجبور کرنے کی بجائے بات ہی بدل گئی۔

"ابان کے علم میں ہے۔ وہ میرے ساتھ ساتھ مکنون کو ڈھونڈ تا رہا ہے۔" وہ بے بسی سے بولتا' بیڈ پر گر سا گیا۔

"مکنون تو ابان کی بہن ہے۔ ان کو اندازہ نہیں ہے کہ وہ کہاں جا سکتی ہے؟ کوئی رشتہ دار، دوست جس سے مدد لے سکتی ہے؟ وہ کیسے اتنی لاعلمی کا اظہار کر سکتے ہیں؟" وہ ابان کے بے خبر ہونے کا سن کر یقین ہی نہیں کر پائی تھی۔

"ابان کے پیرینٹس کو میں اچھے سے جانتی ہوں ان کا خاندان بڑا نہیں ہے اور وہ دونوں سوشل بھی نہیں تھے۔ اس لیے مکنون کسی جاننے والے کے گھر گئی ہے، یہ کہا ہی نہیں جا سکتا۔" معصومہ سہروردی دھیمے سے بولیں۔

"میں، یہ نہیں کہہ رہی کہ ابان کے علم میں ہے اور انھوں نے آپ لوگوں کو نہیں بتایا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مکنون کو ابان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ ابان کو اندازہ ہونا چاہئیے کہ مکنون کہاں جا سکتی ہے۔ کس پر بھروسہ کر سکتی ہے۔" ایلیفیہ نے اپنی بات کی وضاحت کی تھی۔

"ابان اسی لیے پریشان ہے کہ دور دور تک کوئی ایسا ہے ہی نہیں، جس پر مکنون بھروسہ کر سکے۔ اس کے باجود وہ غائب ہے۔ یہ بات پریشان کن ہے۔" ابرج نے ان دونوں کو الجھتے دیکھ، کہا۔

"کوئی عزیز اور قابل اعتبار دوست نہیں ہے پھر بھی مکنون گھر سے چلی گئی۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ کسی دارالامان یا کسی ہاسٹل میں چلی گئی ہو۔" وہ پر سوچ انداز میں بولی۔

"ہم سب جگہ چیک کر چکے ہیں۔" ابرج کا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔

"صرف کراچی میں ابرج۔۔۔ پاکستان میں کئی شہر ہیں وہ کسی دوسرے شہر میں بھی تو جا سکتی ہے۔" وہ اس کو نڈھال سا پا کر اس پر جو غصہ تھا۔ وہ بھولنے لگی تھی۔ اب کے قدرے نرمی سے بولی تھی۔ انداز پر سوچ تھا۔

"صرف کراچی میں نہیں۔۔۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں کے ہاسپٹل' دارالامان' ہاسٹل چیک کیے گئے ہیں۔" ابرج کی بے بسی بڑھنے لگی۔

"چھوٹے شہروں میں بھی چیک کرو۔" وہ ابرج کے برابر بیٹھتے ہوئے، بولی۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے ایلیفیہ' پاکستان میں کوئی دو تین شہر نہیں ہیں جو ہم ہر شہر' ہر علاقہ چھان ماریں۔ یہ الگ بات کہ ہائی الرٹ ضرور کروا دی گئی ہے۔ تمام شہروں کی پولیس الرٹ ہے بس مکنون کی بدنامی ہو گی اس ڈر سے اخبار' ٹی وی اور سوشل میڈیا کی مدد نہیں لی۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں اب تک کی کی گئی کوششیں اس کے گوش گزار کرتا چلا گیا۔

معصومہ سہر وردی بیڈ کی داہنی طرف لگے صوفہ سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں۔ ایلیفیہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔ اسے یوں بے قراری سے جلے پیر کی بلّی کی مانند چکراتے دیکھ ان دونوں کو ہی فکر ہونے لگی تھی۔

"ایلیفیہ چندا' تم بیٹھ جاؤ۔ مت تھکاؤ خود کو' نہ ڈالو ذہن پر زور۔ تمھاری طبعیت ابھی سنبھلی نہیں ہے۔" و معصومہ سہر وردی اٹھ کر اسے بازو سے تھام کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بہت محبت سے اس کی فکر میں ڈوب کر بولی تھیں۔

"پھپھو' مکنون کا صرف ابرج نہیں' میں بھی مجرم ہوں۔ اس کے گھر واپس آنے کے بعد ہی میں اب سکون کی سانس لے سکتی ہوں اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی۔" وہ ان کے کاندھے پر سر ٹکائے پھر رونے لگی۔

"مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے۔ مکنون، انشاءاللہ! مل جائے گی۔" وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے، بولیں۔

"ابر' تم نے مکنون کا پاسپورٹ چیک کیا؟ وہ ہے یا نہیں۔۔۔" روتے ہوئے ذہن میں کوندا سا لپکا کہ کہیں وہ ملک سے باہر تو نہیں چلی گئی۔ اس کے سوال پر وہ دونوں ماں بیٹے چونک اٹھے۔

"اوشٹ' پاسپورٹ چیک کرنے کا تو مجھے خیال ہی نہیں گزرا۔" وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا بڑبڑایا اور اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ دونوں جتنی دیر میں اس کے کمرے تک پہنچیں۔ وہ، مکنون کا پاسپورٹ بر آمد کر چکا تھا۔

"مکنون کا پاسپورٹ موجود ہے۔۔۔" وہ ایلیفیہ کی آنکھوں کے سامنے پاسپورٹ لہراتے ہوئے بولنے ہی لگا تھا کہ ایلیفیہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مکنون کے پاسپورٹ کی موجودگی کا صاف مطلب ہے کہ مکنون ملک سے باہر نہیں گئی۔۔۔" ایلیفیہ کی بات پر وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔

ابرج اور ابان اسے کراچی کے علاوہ لاہور' اسلام آباد' راولپنڈی میں ہی چیک کرتے رہے تھے۔ پاسپورٹ کے متعلق تو ان میں سے کسی نے بھی سوچا ہی نہیں تھا اور پاسپورٹ کا ہونا یہ ظاہر کرتا تھا کہ مکنون ملک سے باہر نہیں گئی۔

"آج کل تو لاہور وغیرہ بھی بس کے زریعے سے جایا جا سکتا ہے؟" معصومہ سہر وردی کا انداز پر سوچ تھا۔

"جایا تو جا سکتا ہے لیکن وہ یقیناً گئی نہیں ہو گی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ مکنون نے ایسے شہر کا انتخاب کیا ہو گا جہاں وہ کچھ گھنٹوں میں پہنچ سکے۔۔۔ بس اور ٹرین کا سفر لمبا ہوتا ہے اور جس طرح وہ پوشیدگی اختیار کرنا چاہتی تھی لہذا وہ یہ رسک نہیں لے سکتی تھی۔" ایلیفیہ نے اپنا موقف، دلیل کے ساتھ ان دونوں کے سامنے رکھا۔

"ایلیفیہ' ٹھیک کہہ رہی ہے ابرج۔۔" معصومہ سہر وردی کے لب ہلے۔

"جو بات ہم لوگ اتنے دن گزرنے کے بعد نہیں سوچ سکے ایلیفیہ نے چند ایک باتوں کے بعد اس طرف نشاندہی کر کے تو

مجھے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔" ایلیفیہ کی بات ان دونوں کے ہی دل کو لگی تھی اور عقل بھی تسلیم کر رہی تھی۔

"میں انٹرنیٹ سے پاکستان کے چھوٹے شہروں کی تفصیل نکالتی ہوں۔ تب تک تم ابان کو بلالو وہی بتا سکتے ہیں کہ کراچی کے علاوہ مکنون کس شہر میں جا سکتی ہے۔" ایلیفیہ نے کہتے ساتھ ہی ملازمہ کو آواز لگائی تھی تاکہ اپنا موبائل منگوا سکے۔

ابرج نے ابان کو کال کر کے آنے کا کہہ دیا اور ایلیفیہ معلومات اکٹھی کرنے میں جت گئی۔ جتنی دیر میں ابان وہاں پہنچا ۔ایلیفیہ کئی ایک قریبی شہروں کے ہاسٹل اور دارالامان کی ایک فہرست تیار کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا ہوا ہے عائزہ، اتنی پریشان کیوں ہو؟" عائزہ پریشان سی وارڈن کے آفس میں داخل ہوئی اور کچھ کہتی کہ وارڈن نے سوال پوچھ لیا۔

"میڈم' وہ' بے ہوش ہو گئی ہے۔" عائزہ مضطرب سی بولی۔

"کون بے ہوش ہو گئی ہے؟ کس کی بات کر رہی ہو؟" وارڈن نے فطری طور پر پریشان ہوتے ہوئے سوال داغا۔

"نایاب۔۔۔" عائزہ نے اپنی روم میٹ کا نام لیا۔ جو چند دن قبل ہی اس ہاسٹل میں شفٹ ہوئی تھی۔

"تم چلو میں ڈاکٹر شفا کو لے کر آتی ہوں۔" وارڈن نے کہتے ساتھ ہی ہاسٹل میں مستقل طور پر قیام پذیر ڈاکٹر شفا کا نمبر ملایا اور وہ دونوں آگے پیچھے ہی عائزہ کے روم میں پہنچے جہاں عائزہ اور مہرین بمشکل بے ہوش نایاب کو بستر پر ڈال چکی تھیں۔

"یہ لڑکی پریگننٹ ہے۔" ڈاکٹر شفا نے وارڈن کو دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں انکشاف کیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" وارڈن جو ڈاکٹر شفا کے ایک اشارے پر عائزہ اور نرمین کو روم سے جانے کا کہہ گئی تھی۔ ڈاکٹر شفا کے انکشاف پر بے یقینی سے بولی۔

"آپ کو پتہ ہے میڈم میں ہوا میں تیر نہیں چلاتی ہمیشہ آپ کو میں درست معلومات ہی فراہم کرتی ہوں پھر بھی آپ اس کے ضروری ٹیسٹ کروالیں۔ میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔" ڈاکٹر شفا اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کے دوران بولی۔

"تم کہہ رہی ہو تو کسی تصدیق کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی۔" وارڈن کی بات پر ڈاکٹر شفا کے چہرے پر بڑی فخریہ مسکان چمکی۔

"خیر تم فی الحال اسے ہوش میں لاؤ اور اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرنا۔" ڈاکٹر شفا کو وارڈن نے ہدایت کی اور وہ ضروری ٹریٹمنٹ کے بعد کمرے سے نکل گئی۔ وارڈن بستر پر بے ہوش پڑی بے حد خوبصورت لڑکی کو پر سوچ نگاہوں سے تکنے لگی۔

"اس لڑکی کی تصویر دکھا کر میں لاکھوں روپے وصول کر چکی ہوں۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ بظاہر معصوم دکھائی دینے والی لڑکی، اتنی چالو نکلے گی۔ مجھے اس سب کا ضرور کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو لاکھوں روپے ہاتھوں سے نکل جائیں گے اور ساکھ

http://paksociety.com

الگ خراب ہو گی۔" وارڈن سوچ گئی۔ چونکی تو جب' جب وہ لڑکی ہوش میں آتی۔ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"بتاؤ کس کا گناہ چھپائے' ہمارے ہاسٹل میں آپڑی ہو۔" وہ ٹھیک طرح سے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں پائی تھی کہ وارڈن اس کے قریب ٹکتے ہوئے غرائی۔

"مم، میں سمجھی نہیں۔۔۔" اس کے لب ہلے۔

"بکواس کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گی۔" وارڈن تھپڑ مارتی۔ مشتعل سے انداز میں اس کا بازو جکڑ گئی۔

"تمھیں ایک شریف لڑکی سمجھ کر ہاسٹل میں رکھا اور تم پریگننٹ ہو۔" وارڈن کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ تو لفظ' پریگننٹ' پر ہی اٹک گئی تھی۔

"تم جیسی گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیاں حلال کی اولاد تو پیدا کرنے سے رہیں۔ اس لیے شرافت سے مجھے تمام تفصیل بتاؤ۔۔۔ ورنہ میں، تمھیں اپنے ہاسٹل سے نکال دوں گی۔" وارڈن بہت سختی کے ساتھ بولتی چلی گئی۔

"میڈم۔۔۔" وہ تو وارڈن کی اتنی گری ہوئی بات سن کر ہی کانپ اٹھی تھی۔

"تمھیں، بے سہارا سمجھ کر اپنے ہاسٹل میں جگہ دی اور تم اس طرح کی بدکردار عورت ہو گی، یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔" وارڈن بہت حقارت سے بولتی جارہی تھی۔

"آپ' سوچ سمجھ کر بولیں۔ میں، یہاں آپ کے ہاسٹل میں رہ رہی ہوں تو یہ مطلب نہیں کہ آپ جو چاہے، مجھے بولیں ۔۔۔" وہ وارڈن کو بدتمیزی پر اترتے دیکھ تو برداشت کر ہی گئی تھی مگر اپنی کردار کشی برداشت نہ کرسکی۔ حلق کے بل چلائی۔

دوسرے ہی پل وارڈن کے سیدھے ہاتھ کا تھپڑ اس کے نم ہوتے گلابی رخسار کی خیریت معلوم کر گیا۔

"آواز نیچی رکھو۔۔۔ پتہ نہیں کس کا گناہ لیے یہاں آن پڑی ہو اور آگے سے تیور دکھاتی ہو۔۔۔" وارڈن سخت مشتعل ہو گئی تھی۔ اس نے اس لڑکی کے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں جیسی آپ مجھے سمجھ رہی ہیں۔۔۔" وہ تکلیف اور اذیت سے کراہ کر منمنائی۔

"اچھی لڑکی سمجھ کر ہی ہاسٹل میں رکھا تھا کیا پتہ تھا کہ چند ہی دن میں تمھارے کالے کرتوت کھل جائیں گے۔" وارڈن اس کے بال مٹھی سے آزاد کرتی' اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں۔ آپ میرے بارے میں پلیز کچھ غلط مت سوچیں۔۔۔" وہ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتی، اپنی پاکیزگی کی قسمیں اٹھانے لگی تھی۔ وارڈن نے اس کی بات سنی اور ان سنی کر دی۔

"تم نے فارم میں خود کو سنگل مارک کیا ہے اور اب تمھارا بھانڈا پھوٹا ہے تو گناہ چھپانے کو شادی کا ڈرامہ کر رہی ہو لیکن کان کھول کر سن لو، میرے ہاسٹل میں، میں کسی کو اتنی بے حیائی کی اجازت نہیں دوں گی اور تم جیسی لڑکیوں کی وجہ سے نہ ہی اپنے ہاسٹل

http://paksociety.com

کی ریپوٹیشن خراب ہونے دوں گی۔۔۔۔" وارڈن ٹھنڈے لہجے میں کہتی، اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بنا، اس کی سنے بنا، کمرے سے نکل گئی۔

"میرے اللہ! یہ کیسی آزمائش ہے۔" وہ سسک اٹھی۔

روتے ہوئے یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں سوچتی رہی لیکن اسے راستہ دکھائی نہیں دیا۔

"اب کیسی طبعیت ہے؟" عائزہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس نے روتے ہوئے سر اٹھایا۔

"پلیز! میری، یہاں سے نکلنے میں مدد کرو۔" وہ لپک کر عائزہ کا بازو تھام کر، ملتجی ہو گئی۔

"میں، تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ یہاں کسی کو شک ہوا کہ میں تمھیں یہاں کی اصلیت بتا چکی ہوں میرا بہت برا حشر ہو گا۔ تم، خود کرو جو کرنا ہے۔ میری نیکی کو میرے لیے آزار نہ بناؤ۔" عائزہ اس کا ہاتھ جھٹک کر سختی سے بولی کیونکہ وہ اس لڑکی کو معصوم سمجھ کر اس کی ہمدردی میں ایک بہت بڑا قدم اٹھا چکی تھی اور ایسا جس نے بھی کیا تھا۔ اس کا انجام عبرت ناک ہوا تھا۔ اس لیے وہ بھی بہت ڈری ہوئی تھی۔ وہ حقیقت بتا گئی تھی لیکن مدد کرنے سے قاصر تھی۔

"میڈم نے بتایا ہے میں، پریگننٹ ہوں اور میڈم مجھے بری لڑکی سمجھ رہی ہیں لیکن میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میں بری لڑکی نہیں ہوں۔۔۔ یہ میرے شوہر کا بچہ ہے۔ میں تو گھریلو دشواریوں سے تنگ آ کر یہاں آ گئی تھی۔ میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے ساتھ یہ سب ہو گا۔ میری جائز اولاد پر انگلیاں اٹھیں گی۔" وہ عائزہ کا ہاتھ تھامے بلک رہی تھی۔

عائزہ اسے جھٹلا نہیں پائی کہ اس کے لفظ، لفظ کی سچائی، اس کے چہرے اور آنکھوں میں رقم تھی۔

"خدا کے لیے عائزہ! میرا یقین کرو اور مجھے یہاں سے نکال نہیں سکتیں تو اپنے موبائل سے مجھے بس ایک کال کر لینے دو۔" وہ عائزہ کی خاموشی سے خوفزدہ ہوتی، روتے ہوئے باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔

"اس وقت تو کال نہیں کروا سکتی میں کیونکہ کوئی بھی اس طرف آ سکتا ہے۔ آج رات میں دو، تین بجے کے بعد کوشش کروں گی۔" عائزہ اس کی بے بسی پر تڑپتی مدھم لہجے میں اس کی مدد کا وعدہ کر گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن عائزہ نے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور رات کا انتظار کرنے کا کہتی اپنا جوڑا لیے واش روم میں گھس گئی۔ وہ چپ چاپ کھڑی آنسو بہاتی رہی۔

"نایاب، تمھیں میڈم بلا رہی ہیں۔" بوا نے اطلاع دی اور وہ آنسو رگڑتی۔ اذیت محسوس کرنے لگی جو کچھ اسے وارڈن کہہ گئی تھی۔ اس کے بعد وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ان سے کہہ دو میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ بوا ہی نہیں کمرے میں داخل ہوتی عائزہ بھی اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"بوا، آپ میڈم سے کہہ دیں جا کر نایاب کچھ دیر میں آ رہی ہے۔" عائزہ نے بوا سے کہا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا کی

کہ وہ میڈم تک نایاب کا نہیں اس کا پیغام پہنچائے۔ بوا کچھ کہے بنا باہر نکل گئی۔

"میڈم کو تم آج اپنے خلاف کر چکی ہو (عائزہ کا اشارہ پریگننسی کی طرف تھا۔) اس لیے اب ایسا کچھ نہ کرو کہ وہ تمھاری سخت نگرانی کروانے لگیں۔ تم ابھی جاؤ' ان کی بات سنو' جو کہیں چپ کر کے مان لو۔ میں' رات میں تمھیں اپنا موبائل دے دوں گی۔ بہتر ہو گا جب تک تم اپنے لیے کوئی مصیبت کھڑی نہ کرو۔" عائزہ ناصحانہ انداز میں کہتی آئینہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ کچھ کہے بنا آنسو رگڑتی دھیمی چال سے کمرے سے نکلتی وارڈن کے آفس تک چلی آئی۔

"لیکن' میڈم میں اب بہتر فیل کر رہی ہوں۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔" وارڈن نے اس سے کہا کہ وہ ہاسپٹل چلنے کی تیاری کرے تب وہ منمنائی۔

"ڈاکٹر شفا کے شک کی تصدیق کے لیے ہاسپٹل جا کر کچھ ٹیسٹ کروانے ضروری ہیں تاکہ حتمی رپورٹ سامنے آسکے۔ اس لیے بحث کیے بنا ہاسپٹل چلو۔" وارڈن نے اسے گھورا اور ہاسپٹل جانے کے اسباب سے آگاہ کیا۔ وہ منع کرنے لگی تھی کہ اسے عائزہ کی کہی بات یاد آئی کہ وہ وارڈن کو اپنے خلاف نہ کرے اور اس نے چپ چاپ وارڈن کی بات مان لی اور راستے میں ایک خیال اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا۔

"میں' موقع ڈھونڈ کر بھاگ سکتی ہوں۔ آج کے بعد شاید پھر مجھے موقع نہ مل سکے۔" اس نے انجانے راستوں پے نظر جمائے سوچا۔

ہاسٹل آتے ہوئے اس کا بیگ اور موبائل چھن گئے تھے۔ اس کے پاس تو پہننے کے لیے کپڑے تک نہ تھے۔ اس نے وارڈن سے مارکیٹ جانے کی بات کی تھی۔ جو سنتے ہی مسترد کر دی گئی تھی لیکن اس نے اپنا مسئلہ بتایا تھا تو وارڈن نے اسے ایک عورت کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اسے یہ سب عجیب لگا تھا مگر وہ چپ رہی تھی۔ اس نے اپنی انگوٹھی فروخت کر کے کچھ ضروری سامان خریدا تھا اور واپس ہاسٹل آگئی تھی۔

جو عورت ساتھ گئی تھی اس کی تیز عقابی نظروں نے اسے ڈسٹرب کیا تھا لیکن وہ پھر بھی چپ رہی تھی لیکن جب عائزہ نے ہاسٹل کے بارے میں اس پر انکشافات کیے تھے۔ تب اسے اس عورت کو ساتھ بھیجے جانے کا مقصد سمجھ آگیا تھا کہ وہ اس کی نگرانی کو ساتھ گئی تھی تاکہ وہ کہیں فرار نہ ہو سکے اور حقیقت عیاں ہونے کے بعد اس نے وہاں سے نکلنے کے لیے مارکیٹ کا بہانہ کیا تو اب کے مسترد ہو گیا تھا اور جاب کی تلاش میں نکلنے کا بروقت بہانہ اسے سجھائی دے گیا تھا لیکن وہ بھی نامنظور ہو گیا تھا ساتھ ہی جتایا بھی گیا تھا کہ ہاسٹل میں رہنے کی اجازت کے ساتھ ہی طے پایا تھا کہ:

جاب کے لیے بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہو گی۔۔ ہاسٹل انتظامیہ کھانے پینے کا بندوبست خود کرتی ہے اور فیس اور دیگر

ہے۔

کوئی ملنے نہیں آئے گا خاص کے مرد۔۔۔

وہ گھومنے پھرنے کے لیے باہر نہیں نکلے گی۔۔۔

ضروری سامان کی خریداری کے لیے مہینہ میں صرف ایک بار باہر جایا جاسکتا ہے۔

کسی عزیز سے ملنے کی اجازت نہیں ہو گی۔بہت قریبی عزیز ہو گا تو اس کا رہائشی مکمل پتہ اس کے فون نمبر کے ساتھ بتانا ضروری ہو گا۔

کئی ایک اور اصول وضوابط اسے یاد کروائے گئے تھے اور وہ اپنے لب سی چپ کر کے واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

لیکن آج ہاسپٹل کے بہانے باہر نکلی تھی تو وہ اس عذاب سے ہی نکلنے کے لیے راہ سوچنے لگی تھی۔ لیکن وارڈن اس کی سوچ سے زیادہ چالاک تھی۔ وہی نہیں ان کے ساتھ آئی وہی عورت جو مارکیٹ بھی ساتھ گئی تھی۔ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر کے روم میں بھی وہ دونوں ساتھ گئی تھیں۔ پھر اسے ٹیسٹ کے لیے لے جایا گیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ٹیسٹ کے بعد وہاں سے نکل جائے گی مگر وہ ٹیسٹ کروا کر باہر آئی تو وہ دونوں لیبارٹری کے باہر موجود تھیں اور وہ ناچار بینچ پر ان کے درمیان بیٹھی ٹیسٹ کی رپورٹ کا انتظار کرنے لگی تھی۔ سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ وہ واش روم کے بہانے اٹھی تو وہ عورت اس کے ساتھ چل پڑی۔

"یااللہ میری مدد کر۔۔۔مجھے میرے ایک غلط قدم کی اتنی بڑی سزا نہ دے جو میں جھیل نہ پاؤں۔مجھے، میری اور میرے شوہر کی نگاہ سے گرنے سے بچالے' میری عزت رلنے سے بچالے۔" وہ واش روم سے واپسی پر اس عورت کے آگے آگے چلتی نم آنکھوں سے رب سے مناجات کرنے لگی۔

شاید وقت قبولیت تھا وہ جس وقت وارڈن کے برابر بیٹھی اس کے ساتھ والی بینچ پر بیٹھا مرد اسے دیکھ چونک اٹھا جبکہ وہ تو اتنی پریشان اور گہری سوچ میں تھی کہ اس کی نگاہ خود کو دیکھتے شخص پر اٹھی ہی نہ تھی۔ مدد کے لیے ایک روزن کھل گیا تھا اور وہ انجان تھی۔

"میڈم' مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ میری اتنی نگرانی کیوں کر رہی ہیں۔۔۔ہاسٹل میں ہی تو رہنے لگی ہوں اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ میں کسی سے بات نہیں کر سکتی، اپنی مرضی سے کہیں جا نہیں سکتی۔" وہ آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے، مدھم لہجے میں بولی۔

"اپنی بکواس بند کرو یہ جگہ ان باتوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔" اس کی آواز اتنی بھی مدھم نہ تھی۔ اس لیے وارڈن نے گھبرا کر سرگوشی کے سے انداز میں اسے دھمکی لگا کر اسے گھورا اور وہ کچھ کہنے کو لب کھولنے ہی لگی تھی کہ وارڈن اٹھ کھڑی ہوئی اور

اس کا بازو تھام کر ڈاکٹر کے روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس لڑکی کو آواز دیتا یا اس کے پیچھے جاتا، اسی وقت ساتھ والے کمرے سے اس کی بیوی نکلتی اس تک آن رکی۔

☆☆☆☆☆☆

"حوصلہ رکھو ارمش، انسان تقدیر سے لڑ نہیں سکتا۔ تمھاری ماما کی زندگی ہی اتنی تھی۔" ابان کو ارمش چوہدری کی والدہ کی ڈیتھ کی خبر آفس کے کسی ورکر کے زریعے ملی تھی اور وہ خود کو روک نہیں پایا تھا۔ جنازے میں اس نے بوجھل دل کے ساتھ شرکت کی تھی۔ ابھی اس کا غم تازہ تھا۔ ماں کو قبر میں اتارے اسے زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا تھا۔ ارمش کو روتے دیکھ اسے اپنی ماں کا آخری سفر یاد آگیا تھا۔ در شہوار کو لحد میں اتارتے وہ اندر ہی اندر مر سا گیا تھا۔ ارمش کی بے بسی اس کا دکھ اسے اپنا لگا تھا۔ اس نے نم لہجے میں پرسہ دیتے ہوئے اسے حوصلہ رکھنے کی تلقین کی تھی۔

ارمش چوہدری کو اسے دیکھ جھٹکا لگا تھا۔ وہ سب کچھ توقع کر سکتا تھا لیکن ابان کی آمد نہیں۔۔۔ کچھ کہنے کی چاہ میں اس کے لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ اس نے بکھرتے حوصلوں کے ساتھ ابان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"ارمش، ایسے نہ کرو۔۔۔ تم سے مجھے کوئی گلہ نہیں ہے۔" ابان نے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمھارے ساتھ کتنا برا کیا پھر بھی تم میرے دکھ میں شامل ہونے کو آئے۔۔۔۔"

"گزری باتیں نہ دہراؤ، میں تمھیں معاف کر چکا ہوں۔۔۔۔" وہ دھیمے سے ارمش کو ٹوکتے ہوئے بولا۔ ارمش کی نم آنکھوں میں حیرت اترنے لگی۔

"تمھارا دکھ میں سمجھ سکتا ہوں۔۔۔ میں نے بھی تو حال ہی میں ماں کی ابدی جدائی برداشت کی ہے لیکن ماں کو کھونے کا غم میں تو آج تک منا رہا ہوں اس لیے جانتا ہوں تمھارا دکھ بڑا ہے پھر بھی بس اتنا کہوں گا کہ سنبھالو خود کو۔۔۔ کمزور نہ پڑو۔" وہ گہرے دوست اور غم گسار کی مانند بولتا چلا گیا۔ ارمش کو اپنا آپ اور بھی چھوٹا لگنے لگا۔

"تم جیسے ہی بیٹے ہوتے ہیں جو ماؤں کا فخر بنتے ہیں اور مجھ جیسے خواہشوں اور ضد کے مارے۔۔۔۔ ماؤں کو قبر میں اتار دیتے ہیں۔۔۔۔ ماما، میری برائیاں سہار نہ سکیں۔۔۔ مجھے معاف تو کر دیا مگر میرے ساتھ کچھ اور دن جی نہ سکیں۔۔۔۔ دعا کرنا ابان، مجھے سکون مل جائے۔" وہ نم لہجے میں بولا، آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگ آئے اور وہ آنسو آستین کے کف سے رگڑتا، وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ابان نے بھی بوجھل ہوتے ذہن و دل کے ساتھ واپسی کی راہ لی تھی۔ وہ یہاں ارمش کو نیچا دکھانے یا اپنی اچھائی جتانے کو ہرگز نہیں آیا تھا بس ارمش کی ماما کی وفات کا سن کر خود کو روک نہیں پایا تھا۔ اسے در شہوار آج ہر دن سے زیادہ یاد آنے لگی تھیں۔

"ماما جان، میں آپ کو بہت یاد کرتا ہوں۔ کاش! میں آپ کو واپس لا سکتا۔" اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے۔ سسکتے دل سے ماں کو پکارا۔ آنسو گال بھگونے لگے۔

"میں، آپ کو واپس لانے پر قادر نہیں ہوں۔۔۔ اللہ کی رضا میں راضی ہوں۔۔۔ بس کبھی آپ زیادہ یاد آتی ہیں تو صبر ٹوٹ جاتا ہے۔" وہ ارمش چوہدری کے گھر سے سیدھا قبرستان چلا آیا تھا۔ باپ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے بعد ماں کی قبر پر آن رکا تھا۔ آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔

"آپ تو اب کبھی واپس نہیں آئیں گی ماما جان، لیکن میرا آپ سے وعدہ ہے۔ میں، آپ کی در کو ڈھونڈ کر لاؤں گا۔۔۔ اسے دنیا کے میلے میں کھونے نہیں دوں گا۔۔۔ اس پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔۔۔ آپ سے در کو خوش رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ ناکام ہو گیا ہوں لیکن ابھی میری سانس چل رہی ہے ماما جان، سانس بند ہونے سے پہلے اپنا ہر وعدہ ایفا کروں گا۔ آپ کی در کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔" وہ قبر کی مٹی ہاتھ میں بھرے سسک رہا تھا۔ یوں ہی روتے، ماں سے دل کی باتیں کرتے جانے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ وہ اٹھ کر آفس کے لیے چل پڑا تھا۔ پورا دن بہت بوجھل گزرا تھا۔ اس نے لامحالہ کام نمٹائے تھے۔ گھر جانے کا لیکن آج دل ہی نہیں کر رہا تھا۔

کئی بار عابیہ کی کال آچکی تھی لیکن وہ میٹنگ کا کہہ کر ٹالتا چلا گیا تھا یوں ہی بے مصرف سے کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ شام کے سات بج چکے تھے۔ پیون نے سب کے چلے جانے کا بتا کر اس سے کب جائیں گے پوچھا تھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آفس کی سیڑھیاں اتر رہا تھا جب اس کے پاس ابرج کی کال آگئی اور وہ سہروردی ہاؤس پہنچ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ 'آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے سچ میں یہاں ہاسپٹل میں دیکھا ہے؟" وہ بیوی کو دیکھتے ہی مضطرب سا بولا۔ وہ حیران رہ گئی۔

"میں نے انھیں اپنی شادی پر ہی دیکھا تھا اور اس وقت کے دیکھنے میں اور آج کے دیکھنے میں بہت فرق ہے لیکن مجھے پورا یقین ہے مجھ سے پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔" ساجد احمد کا انداز مدلل اور ٹھوس تھا۔

"وہ کہاں گئی' آپ نے روکا کیوں نہیں؟" شوہر کو پر یقین پا کر اس کی بے تابی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"میں تو دیکھ کر ہی حیران ہوا وہ شکل سے ہی بیمار لگ رہی تھیں۔ میں کچھ کہتا یا پوچھ پاتا۔ انھوں نے برابر بیٹھی عورت سے کچھ کہا اور وہ عورت بازو جکڑے سامنے کمرے میں لے گئی۔" اب کے ساجد احمد نے تفصیل کہی۔ وہ فوراً ہی اس کمرے کی جانب بڑھی کہ ساجد نے بیوی کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے لگتا ہے وہ کسی مشکل میں ہیں اور وہ دونوں عورتیں ضرورت سے زیادہ چالاک لگ رہی تھیں۔ اس لیے یوں ڈائیریکٹ سامنے جانا مناسب نہیں رہے گا۔" اس نے اڑتے پڑتے چند لفظ ہی سنے تھے۔ جن میں نگرانی اور ہاسٹل جیسے الفاظ قابلِ غور تھے۔ اوپر سے وہ عورت جس طرح اسے تقریباً گھسیٹ کر لے گئی اور کچھ دیر قبل ساتھ آئی عورت جیسے پیچھے ہی ان دونوں کے ساتھ

کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہاں بیٹھے کئی لوگ متوجہ ہوئے تھے لیکن کچھ دیر میں ہی سر جھٹک گئے تھے لیکن ساجد احمد ایسا نہ کر سکا تھا ۔وہ شناسائی کی لو تھامے اپنی بیوی کو امید دلاتا اسے سمجھداری سے سارے معاملے کو ہینڈل کرنے کی ہدایت کر گیا۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کچھ بھی۔۔۔ میں تو یہ جان کر ہی تڑپ اٹھی ہوں کہ آپ نے اسے یہاں ہاسپٹل میں دیکھا ہے اور وہ کسی مشکل میں ہے۔" اس کا لہجہ نم ہونے لگا تھا۔ ساجد نے بیوی کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم سامنے کمرے میں جاؤ صورتحال کو جاننے و سمجھنے کی کوشش کرو۔ اللہ نے ہی راستہ دکھایا ہے۔ اللہ ہی سب بہتر کرے گا۔" ساجد نے نرمی و دھیمے سے کہا اور وہ شوہر کے کہنے پر چہرہ کو چادر کے پلو سے ڈھانپتی کمرے میں داخل ہو گئی۔

"آپ 'بس ہاسٹل کی وارڈن ہیں۔ میری گارجین بننے کی کوشش نہ کریں۔" وہ آواز سن کر سائیڈ پر ہوتی کان لگا گئی۔

"بکواس بند کرو۔ مجھے تیور دکھاتی ہو۔" وارڈن جو پہلے ہی اسے کافی سخت سست سنا رہی تھی۔ اس کے ناگواری و غصہ سے کہنے پر تھپڑ مار گئی۔

"ایک بار واپس ہاسٹل تو چلو تمھارے سارے کس بل نکال دوں گی۔" وارڈن نے گال پر ہاتھ رکھے بے یقین سی کھڑی لڑکی کو غصہ سے وارننگ دی۔ وہ جو سائیڈ پر کھڑی تھی وہ اب تک اس لڑکی کا چہرہ نہ دیکھ پائی تھی لیکن شوہر کی بات کی تصدیق ہوتی لگ رہی تھی کہ وہ لڑکی کسی مشکل میں ہے۔

"تم جاؤ ماریہ اور جا کر اس کی رپورٹس لے کر آؤ ایک بار ساری تصدیق ہو جائے تو میں اس سارے قصے کو سرے سے ہی ختم کروا دوں گی۔" وارڈن نے اس عورت کو ہدایت دی اور وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی۔

"آپ کو باہر ہی انتظار کرنا چاہیئے تھا کوئی راؤنڈ پر آگیا تو ہمارے لیے مسائل ہو سکتے ہیں۔" خاموش تماشائی بنی ڈاکٹر نے کہا۔ وارڈن اس سے بات کرنے لگی۔

"آپ تو جانتی ہی ہیں ڈاکٹر میرب 'میرے ہاسٹل میں لڑکیاں جانے کہاں کہاں سے منہ کالا کیے آن پڑتی ہیں اور مجھے ان کے گناہوں کی صفائی کروانی پڑتی ہے۔" وارڈن مدھم لہجے میں بولتی جملے کے آخر تک ہنس دی۔ اس کی ہنسی میں ڈاکٹر میرب کی ہنسی بھی شامل ہو گئی۔

"ہم بیٹھے تو ہیں آپ کی خدمت کے لیے۔۔۔" ڈاکٹر نے وارڈن کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شوخی و معنی خیزی سے کہا۔ فاصلے پر کھڑی نرس کی ہنسی بھی ان دونوں کی ہنسی میں شامل ہو گئی جبکہ روتی ہوئی نایاب اور پردہ کے پیچھے چھپی کھڑی لڑکی ان کی گفتگو کا لب لباب سمجھ نہیں پائی تھی۔ ان کی باتیں تھیں بھی اتنے پردوں میں ملفوف کہ ان جیسی سیدھی سادھی معصوم لڑکیوں کے سمجھ آنے کی تھیں ہی نہیں۔

"

ڈاکٹر میرب ہنس دی۔

"لڑکی ہے تو بہت حسین۔۔۔اس بار تو آپ کی لاٹری ہی نکل گئی ہے۔۔۔ویسے یہ گوہر نایاب مل کہاں گیا آپ کو؟"ڈاکٹر میرب سامنے سیاہ کشمیری شال میں کھڑی بے حد حسین لڑکی کو نظروں ہی نظروں میں تولتے ہوئے رازداری سے پوچھ گئی۔

"خود چل کر آگئی تھی لیکن کم بخت سے جوانی سنبھالی ہی نہ گئی۔۔۔اس لیے آپ کو زحمت دینی پڑ رہی ہے۔" وارڈن نے ایک تیز نظر نایاب پر ڈالی اور ڈاکٹر میرب کو دیکھنے لگی۔

"کنواری ہوتی تو منہ مانگی قیمت مل جاتی لیکن کیا کریں جو ہے اسی پر گزارہ کرنا پڑے گا کہ مال استعمال شدہ سہی لیکن ہے تو قیمتی ہی۔۔۔باآسانی حسن و کم عمری کی قیمت مل جائے گی۔" وارڈن اپنے اصلی روپ میں سامنے آچکی تھی۔اس کا انداز گفتگو بازاری تھا اور نایاب کو اپنے قدموں تلے سے زمین نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

عائزہ کی باتوں کو وہ جھٹلا تو نہیں سکی تھی مگر یقین کرنے میں جو عذر مانع تھا اب وہ سب مٹ گیا تھا۔وارڈن اور ڈاکٹر کی گفتگو اس کو پاتال میں گرانے کو کافی تھی۔

چھپی کھڑی لڑکی کے قدم بھی اکھڑ سے گئے تھے۔وہ منہ پر ہاتھ رکھے بے یقین سی کھڑی تھی۔وہ عورت واپس آگئی تھی۔اس کے ہاتھ میں رپورٹس تھیں جو اس نے ڈاکٹر میرب کو دے دی تھیں۔

"رپورٹس، پازیٹو ہیں۔"ڈاکٹر میرب نے ڈاکٹر شفا کی بات کی تصدیق کر دی۔وارڈن نے کانپتی ہوئی نایاب کو گھورا اور ڈاکٹر میرب کو آنکھوں ہی آنکھوں میں مخصوص اشارے کرتی کمرے سے نکل گئی۔وہ عورت ماریہ بھی وارڈن کے پیچھے ہی بڑھی وہ بھی لپکی کہ نرس اس کی راہ میں آگئی۔

"آپ کے کچھ ٹیسٹ رہتے ہیں۔اس کے بعد آپ چلی جایئے گا۔"نرس کا لہجہ مہذب تھا۔اس کے پاس انکار کا یارانہ تھا۔وہ ڈاکٹر اور وارڈن کو جس طرح بات کرتے دیکھ چکی تھی یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرے گی۔پھر بھی اس نے مزید ٹیسٹ کروانے سے صاف انکار کر دیا۔

"مجھے کوئی ٹیسٹ نہیں کروانے۔۔۔"وہ کہتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی۔

"زیادہ زبان چلائی تو میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔"نرس اس کا بازو جکڑ کر بدلحاظی سے غرائی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے چھوڑیے میرا ہاتھ۔۔۔"نایاب نے مزاحمت کرتے ہوئے'غصہ دکھایا۔

"تمھاری ہاسٹل کی وارڈن تمھیں یہاں تمھارا ابارشن کروانے کے لیے لائی ہے اور ابارشن سے پہلے تم یہاں سے چاہو بھی تو نہیں جاسکتیں۔اس لیے میں سختی سے پیش آؤں۔اس سے بہتر ہو گا کہ تم ہمارے ساتھ کاپریٹ کرو۔"ڈاکٹر میرب اس کے عین

رہنا تو پردے کی اوٹ میں کھڑی لڑکی کے لیے بھی ممکن نہیں رہا تھا لیکن وہ نہ باہر جا سکتی تھی نہ ان لوگوں کے سامنے آسکتی تھی۔ وہ تو اسی پر شکر کر رہی تھی کہ اسے اب تک ڈاکٹر یا نرس نے دیکھا نہ تھا۔

"میں ابارشن نہیں کروانا چاہتی۔۔۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں جیسی آپ اور میڈم مجھے سمجھ رہی ہیں۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"میں، تمھیں کیسی بھی لڑکی نہیں سمجھ رہی۔ بس اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہوں۔۔۔ تم کاپریٹ کرو گی تو ٹھیک ورنہ پھر مجھے وارڈن کو بلانا پڑے گا۔" ڈاکٹر نے بے حسی سے کہا اور نرس کو انجیکشن تیار کرنے کا اشارہ کر دیا۔

"آپ، پلیز! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔۔۔ میں بری لڑکی نہیں ہوں۔۔۔۔ میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں ۔۔۔ مجھے صرف ایک کال کر لینے دیں۔۔۔" وہ بے ربط جملے بولتی بری طرح رو رہی تھی لیکن اس کی بات سننے اور سمجھنے کو وہ دونوں ہی تیار نہ تھیں۔ نرس نے انجیکشن تیار کیا اور غیر محسوس انداز میں اس کے بازو میں تقریباً گھونپ دیا۔ کیونکہ انھیں تو کیس جلد از جلد نمٹانا تھا اور وہ لڑکی رونا دھونا مچا کر ان کا ٹائم ضائع کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"عابی' یہ ابان کھانا کھا کر گیا ہے یا یوں ہی بھوکا پیاسا چلا گیا۔" محسن کچھ دیر قبل زبیدہ نعمانی کو بخاری ولاز چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ انھیں عابیہ نے مختصراً ابان کے حیدرآباد جانے کی تفصیل اور وجوہات سے آگاہ کیا تھا۔ انھیں داماد کی فکر ہونے لگی تھی۔

"کہاں ماما' نو بجے سے پہلے تو وہ کھانا کھاتے ہی نہیں اور جب سے مکنون لاپتہ ہے وہ ٹھیک سے کھا ہی کب رہے ہیں۔" وہ آزردگی سے بولی۔

"مکنون کی گمشدگی میرے لیے بھی تکلیف کا باعث ہے۔ اٹھتے' بیٹھتے اس کی سلامتی کی دعا کرتی رہتی ہوں۔" زبیدہ نعمانی کا لہجہ دھیما تھا۔

"اللہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔۔۔ مجھے مکنون سے اتنی بے وقوفی کی ہرگز بھی امید نہیں تھی ماما' اگر کوئی پریشانی تھی تو ہم لوگوں سے کہتی۔۔۔ ابان اس کے لیے کتنے پریشان ہیں اور وہ خود جانے کس حال میں ہو گی۔۔۔ اللہ نہ کرے اسے کچھ ہو گیا تو ۔۔۔" وہ کہتی چلی گئی۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے مزید بولنے سے روک دیا۔

"اللہ سب بہتر کر دے گا۔۔۔ برا گمان کرنے سے بہتر صرف دعا کرو۔" ان کا انداز بہت نرمی لیے ہوئے تھا۔

"آپ کھانا کھا کر آئی ہیں یا میں بوا سے کھانا لگوا دوں؟" عابیہ نے تکلیف دہ موضوع کی جان چھوڑی اور ماں سے کھانے کا پوچھنے لگی۔

"

گے۔" وہ مسکرائی تھیں۔

"ماما' مجھے بھوک نہیں ہے۔۔" وہ منمنائی۔

"تم اپنی صحت کی طرف سے بالکل غافل ہو چکی ہو جبکہ جس طرح تمھاری ڈلیوری ہوئی تمھیں اپنی صحت کا بے حد خیال رکھنا ہے۔۔۔ عتبان کو فیڈ کرواتی ہو اور کھانے پینے کی طرف سے اتنی غفلت۔۔ چہرہ دیکھو کتنا زرد ہو رہا ہے۔۔ بیمار پڑ جاؤ گی تو عتبان اور ابان کا خیال کیسے رکھو گی۔" وہ سختی سے اسے بے نکت سناتیں۔ نوراں کو آواز دے کر کھانا لانے کا کہہ گئی تھیں۔

"ماما' میرا دل نہیں کر رہا۔۔۔ ابان نے بھی کچھ نہیں کھایا۔۔ وہ آجائیں گے تو ساتھ کھالوں گی۔" وہ بے زاری سے بولی۔

"بحث نہ کرو اور اٹھو جا کر چینج کر کے آؤ۔" وہ ماں کے ڈپٹنے پر اٹھ کر چلی گئی۔ اس نے لائٹ گرین کلر کا شفون کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس نے کاٹن کا سوٹ نکالا پھر واپس رکھتی نائٹی اٹھا کر واش روم میں چلی گئی۔ چینج کر کے اور منہ دھو کر جس وقت وہ لاؤنج میں پہنچی، ٹیبل پر نوراں بوا کھانا لا کر رکھ چکی تھیں۔ وہ بے دلی سے کھانے لگی تھی۔ زبیدہ نعمانی کی کڑی نگرانی تھی جو اس نے کئی دن بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔

کھانے سے فراغت کے بعد ان دونوں نے چائے پی تھی۔

"تم نے مجھے ہر بات سے لاعلم کیوں رکھا تھا؟" وہ ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔ زبیدہ نعمانی نے بیٹی کے سر میں انگلیاں چلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ماما' میں بھیا کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔" وہ منمنائی۔

"یہ تکلیف تمھارے بھیا کا مقدر تھی۔۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ جس سوسائٹی سے عبرود کا تعلق ہے۔ وہ گھر نہیں بسانے کی مگر محسن پر تو عشق کا بھوت سوار تھا اور اب ساری حقیقت سامنے آگئی ہے اس نے خلع کا نوٹس بھیج دیا ہے۔ اس کے باوجود محسن اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔" وہ دکھ اور غصہ کے ملے جلے احساس کے ساتھ بولی تھیں۔ بیٹے کی حالت دیکھ کڑھتی تھیں مگر کچھ بھی کرنے سے قاصر تھیں۔

"ماما' بھابھی' بھیا کی محبت' ان کی خوشی ہیں۔۔۔ اگر وہ انھیں نہیں چھوڑنا چاہتے تو آپ مجبور نہ کریں۔" وہ دھیمے سے بولی۔

"میں' محسن کو عبرود کو چھوڑنے کے لیے مجبور نہیں کر رہی عابی' لیکن ایسی عورت جسے اگلے کے جذبات کی قدر نہیں۔ اس پر اپنے جذبات عیاں کرنا' محبت نچھاور کرنا تو نری حماقت ہے خود کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے۔" وہ دکھ سے بولیں۔

"ماما' بھیا جو بھی کرنا چاہتے' جتنی کوششیں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کر لینے دیں کہ کوشش کر لیں گے تو کم از کم انھیں پچھتاوے تو نہیں گھیریں گے۔ بھابھی کو منانے کی کوشش کیے بنا طلاق دے دی تو عمر بھر خوش نہیں رہ سکیں گے۔ بھابھی نے ان کی ہر ایک کوشش ناکام بنا کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو کچھ دن ملال میں گھر کر وقت کے ساتھ سنبھل جائیں گے۔" وہ اٹھ بیٹھی اور دھیمے

http://paksociety.com

سے کہتی چلی گئی۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو لیکن میں ماں ہوں نا اپنے لاڈلے بیٹے کو یوں تڑپتا دیکھ نہیں پا رہی۔" ان کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ماما آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ بھابھی لوٹ آئیں گی۔ بھیا کی محبت انھیں بدلنے اور لوٹنے پر مجبور کر دے گی۔" وہ ماں کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے بولی تھی۔

"میں نے تو پہلے بھی بیٹے کی خوشی کے لیے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ وہ لوٹ آئے تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ میرے لیے میرے بیٹے کی خوشی اہم ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھیں۔ وہ ان عورتوں میں سے نہیں تھیں۔ جو خوامخواہ کا عناد پال کر لوگوں کی زندگی برباد کرتی ہیں۔

"آپ یہ سب بھیا سے بھی بول دیں۔ وہ اس وقت جس مشکل گھڑی میں تن تنہا کھڑے ہیں۔ آپ کا ساتھ ان کا حوصلہ بنے گا۔" وہ ماں کے ہاتھ سے گلاس لیتی ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے مسکرا کر بولی تھی۔

"میں محسن سے کہہ چکی ہوں کہ عبرود کے لیے گھر کے دروازے کھلے ہیں لیکن میں اس کی فطرت کسی حد تک جان گئی ہوں۔ اسی لیے ڈرتی ہوں اس دن سے جب عبرود اپنی فطرت دکھا کر محسن کو اکیلا کر جائے گی۔" ان کے لہجے میں انجانے خدشے بول رہے تھے۔

"ماما ہم انسان تو کوشش ہی کر سکتے ہیں۔ ہو گا تو وہی جو اللہ کو منظور ہو گا۔۔۔ اس لیے سب اللہ پر چھوڑ دیں۔۔۔ وہ کوئی بہتر راستہ نکال دے گا۔۔۔" وہ بہت نرمی سے بولی تھی۔ وہ مسکرا کر بیٹی کے ہاتھ تھام گئی تھیں۔

"میری نازک مزاج' زرا زرا سی بات کا بتنگڑ بنانے والی' قدرے بگڑی ہوئی بیٹی تو شادی کے بعد کافی سدھر گئی ہے' بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔" وہ بیٹی کی ناک کھینچ کر سکون سے' قدرے شرارتی لہجے میں بولی تھیں اور عابیہ جھینپ کر سرخ پڑ گئی تھی۔

"یہ سب ابان کی محبت اور پرواہ کے نتائج ہیں۔۔۔ جو شخص بہن کے لیے پریشان ہوتا اسے ڈھونڈنے جا رہا ہو پھر بھی بیوی کی طرف سے غافل نہ ہو تو ایسے شخص کی ہمرائی نے مجھے سنوارنا ہی تھا نا ماما۔۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ منمناتے ہوئے بولی تھی اور وہ مطمئن سی ہنس دی تھیں کہ داماد نے نیک اطوار کے ذریعے ان کا بھی تو دل جیت لیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو' میری دعا ہے کہ تم اور ابان ہمیشہ ایک ساتھ بہت خوش رہو' ابان کو تمھاری ذات سے کبھی تکلیف نہ پہنچے۔" وہ بیٹی کی پیشانی چوم گئی تھیں۔

"ماما مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔۔۔ کافی دن سے سو نہیں پائی ہوں۔۔۔ آپ عتبان کو دیکھ لیجیے گا۔ میں کچھ دیر آپ کی گود میں سر رکھ کر میٹھی پر سکون نیند لینا چاہتی ہوں۔" ابان نے عتبان کی پیدائش کے بعد جب زبیدہ نعمانی ان کی طرف رہنے آئی تھیں تو ان کے لیے گیسٹ روم کھلوا دیا تھا۔ آج بھی عابیہ نے ان کے لیے گیسٹ روم صاف کروا دیا تھا۔ نوراں بوا سے عتبان کا کوٹ بھی

http://paksociety.com

یہیں منگوالیا تھا۔ اس نے سوئے ہوئے بیٹے کی پیشانی چوم کر ماں سے کہا اور ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ زبیدہ نعمانی اس کے سر کا مساج کرتیں اس پر قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگی تھیں۔ درمکنون کے گھر سے غائب ہونے کا علم میں آنے کے بعد آج وہ ماں کی گود میں سر رکھے پرسکون نیند سو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"آپ' کون ہیں اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اب اس سے چھپے رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ وہ سامنے آگئی تھی۔ اسے دیکھ ڈاکٹر حیران، پریشان سی سوال پوچھ گئی جبکہ اس کی نظر تو بمشکل کھڑی اس معصوم پر تھی۔ نایاب بھی تو اسے اپنے سامنے پاکر حیران سے زیادہ خوش ہوئی تھی لیکن کوئی رد عمل ظاہر نہیں کر پائی تھی۔

وہ لہرا کر نیچے آتی کہ نرس نے اس کا بازو تھام لیا تھا اور نیم بے ہوش لڑکی کو بمشکل بستر تک لے گئی تھی۔ ڈاکٹر میرب نے اس سب میں نرس کی مدد کی تھی اور اس لڑکی کو بستر پر منتقل کرتی وہ یہ سب لب بھینچے دیکھتی لڑکی کے پاس آن رکی تھی اور سوال دہرایا تھا۔

وہ لڑکی جانتی تھی اب اسے جواب دینا ہی پڑے گا۔ اس لیے وہ خود کو کمپوز کر کے بولی۔

"میں کون ہوں اور یہاں کیا کر رہی ہوں۔ اس سوال کو جانے دیجیے۔" اس کا لہجہ ترش تھا۔ ڈاکٹر میرب نے کچھ بولنے کو منہ کھولا ہی تھا کہ وہ مزید بولی۔

"میں چاہتی ہوں آپ اس لڑکی کا ابارشن نہ کریں۔" ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے وہ بہت مضبوط لہجے میں بولی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ میں سمجھی نہیں۔" مارے گھبراہٹ کے ڈاکٹر میرب کی آواز کانپ رہی تھی۔

"آپ کو کچھ بھی سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس کام کے پیسے لے رہی ہیں نا میں۔۔۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔۔۔؟" ڈاکٹر میرب اس لڑکی کی بات کاٹ کر بولی۔

"تم جو کچھ دیر پہلے اس عورت سے گھٹیا گفتگو کر رہی تھیں' میں وہ سب سن چکی ہوں۔" اس لڑکی کا لہجہ بہت سرد تھا۔ ڈاکٹر میرب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"تمھارے پاس کیا ثبوت ہے؟" اس کا لہجہ لڑکھڑا گیا۔ وہ اس مقدس پیشے سے کوئی پندرہ سالوں سے منسلک تھی۔ وہ حیدرآباد کی ایک مشہور گائناگولوجسٹ تھی۔ اللہ نے اس کے ہاتھ میں بڑی شفا رکھی تھی۔ اولاد کے آرزومند دور دور سے اس کے نام کی شہرت سن کر آتے تھے اور کامیاب لوٹتے تھے۔ اس کی یہ شہرت اور کامیابی اس پر منفی اثرات ڈال گئی۔ اس نے عاجزی و انکساری کی جگہ تکبر کو چن لیا ہر کامیاب ہو کر جانے والے پیشنٹ کو اپنی صلاحیت کا مرہون منت جانا اور وہ یہ جان ہی نہ سکی۔ اللہ نے اس سے صلاحیت تو نہ چھینی لیکن خداداد صلاحیت جس نے شفا اور کامیابی کا در کھولا تھا وہ بند ہو گیا۔ اس نے مثبت صلاحیتوں کو

http://paksociety.com

منفی کاموں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ وہ نئی زندگی کی نوید دینے والی نئی زندگی کو آنکھ کھولنے سے قبل موت کے گھاٹ اتارنے کے قبیح فعل میں مبتلا ہو گئی۔ اللہ ناراض ہو گیا اور اس کی شہرت و کامیابی کا منفی سفر شروع ہو گیا۔ اس کی اللہ نے پانچ سال رسی دراز کی اور شاید اب اللہ نے کھینچ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"ثبوت تو یہ لڑکی ہے جو یہاں نیم بے ہوش حالت میں پڑی ہے۔ میں اگر ابھی چلاؤں' لوگوں کو اکٹھا کر لوں تو تمھارا مکروہ چہرہ سب کے سامنے آجائے گا لیکن میں ایسا کروں گی نہیں۔۔۔" ڈاکٹر میرب جس کی عمر اڑتیس سال تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد ہو چکی تھی لیکن اس لڑکی کی آخری بات نے اس کو کچھ امید دی وہ حیرانگی سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی۔

"تم ابارشن پیسوں کے لیے کرتی ہو۔ تم، اس لڑکی کا ابارشن روک دو۔ میں تمھیں اتنا پیسہ دے دوں گی کہ تم چاہو تو ساری عمر بیٹھ کر بھی کھا سکتی ہو۔" اس لڑکی کا لہجہ ہموار تھا۔ ڈاکٹر میرب کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"تم مجھے اس کام کے لیے کتنی رقم دے سکتی ہو؟" ڈاکٹر حیرت سائیڈ پر کرتے ہوئے بولی۔ اس کا تو دین ایمان ہی پیسہ ہو گیا تھا۔ اسے پیسے سے غرض تھی۔

"تمھیں اس عورت نے کتنے پیسے دیے ہیں؟" وہ گہری سنجیدگی سے سوال داغ گئی۔

"تم' اپنا بتاؤ کتنے دے سکتی ہو' مجھ سے نہ پوچھو کہ میں کس سے' کس کام کے کتنے لے رہی ہوں۔" ڈاکٹر میرب کے چہرے پر اب بے فکری تھی۔ کچھ دیر قبل کی گھبراہٹ اور ڈر غائب ہو چکا تھا۔ نرس ساتھ آن کھڑی ہوئی تھی کہ اسے بھی تو اپنا کمیشن چاہیئے تھا۔

"اس عورت نے تمھیں بہت سے بہت دس' بیس ہزار ہی دیے ہوں گے۔ میں لاکھوں میں دے سکتی ہوں۔" وہ بہت پر اعتماد انداز میں بولی۔ ان دونوں کا منہ کھل گیا۔

"ہم کیسے تمھاری بات مان لیں' تم کوئی دھوکے باز ہوئیں تو؟" لاکھوں کا سن کر نرس کے منہ میں پانی آگیا تھا۔ وہ للچا کر بولی۔ وہ مسکرائی۔

"تم لوگ بس اس لڑکی کو باحفاظت یہاں سے نکالنے میں، میری مدد کرو۔ جس کی میں تم لوگوں کو منہ مانگی قیمت دوں گی۔" وہ اندر ہی اندر مضطرب ہوتی۔ بظاہر سکون سے بولی۔

"یہ لڑکی تمھاری کیا لگتی ہے؟" ڈاکٹر میرب نے بستر پر دراز خوبصورت لڑکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو اب کلی طور پر بے ہوش تھی۔

"یہ سب باتیں آپ کے جاننے کی نہیں ہیں۔۔۔ آپ کا مقصد پیسے کا حصول ہے اور آپ کو وہ مل رہا ہے تو سوال جواب کا سلسلہ بند کر دیں ورنہ۔۔۔" وہ ڈاکٹر میرب کو دیکھتی اب کے کڑے لہجے میں بولی۔

"ورنہ کیا۔۔۔؟" ڈاکٹر میرب اچھنبے سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی۔

"تمھارے پاس دو راستے ہیں یا تو تم اپنی نام نہاد عزت اور شہرت کو بدنامی کی عمیق گہرائیوں میں اتار دو یا پھر میری بات مان کر بے پناہ دولت حاصل کر لو۔" اس لڑکی نے اب کے سکون سے لیکن زرا جلدی جلدی ساری تفصیل کہی۔

"میں تمھاری بات مان کر اس لڑکی کا ابارشن ملتوی کر دوں گی لیکن میں اس کام کے دس لاکھ لوں گی۔" ڈاکٹر میرب کسی گھاک شکاری کی مانند اپنی ڈیمانڈ رکھ گئی۔ اسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا لیکن وہ جانتی تھی کہ پیسہ ہر گز بھی اس سب کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس نے پیسوں کا نہیں سوچا تھا۔ وہ حامی بھر گئی تھی۔ ڈاکٹر میرب ہی نہیں نرس بھی بھونچکا رہ گئی تھی کہ کہاں امید تھی کہ وہ اتنی کثیر رقم دینے کے لیے مان جائے گی۔

"شیورٹی کے لیے آدھی رقم یعنی پانچ لاکھ تمھیں ابھی دینے ہوں گے۔" ڈاکٹر میرب حیرت کو دباتی، بولی۔

"ابھی تو ممکن نہیں ہے۔۔" وہ گڑبڑا کر، منمنائی۔

"میری منہ مانگی قیمت دینے کی بات کر کے پانچ لاکھ پر ہی چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی ہیں۔ ایسے میں 'میں' تم پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ میں تمھاری باتوں میں آ کر میڈم شاہینہ (وارڈن) سے بگاڑ کروں اور میرے ہاتھ کچھ نہ لگے۔۔۔ اتنی بیوقوف نہیں ہوں میں۔۔۔" ڈاکٹر میرب اس کا گڑبڑانا محسوس کرتی، حقارت سے بولی۔

"آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔۔۔ اس لڑکی کی عزت اور اس کے بچے کی جان میرے لیے اپنی جان و عزت سے زیادہ پیاری ہے۔۔۔ رقم میں تمھاری منہ مانگی تمھیں دے دوں گی۔ بس مجھ پر بھروسہ کر لو کہ میں ظاہر ہے اتنی بڑی رقم لے کر یہاں نہیں آئی تھی۔۔۔" وہ اب کے گھبرا کر' قدرے منت بھرے لہجے میں بولی۔

"تم کچھ بھی کہو یوں منہ اٹھا کر میں تم پر بھروسہ کر کے اپنی روزی پر لات نہیں مار سکتی۔۔۔ تم اپنا الو سیدھا کر کے غائب ہو جاؤ اور میڈم شاہینہ کے لائے کیسز سے جو میرے گھر کا چولہا جلتا ہے' وہ بجھ جائے۔۔۔" ڈاکٹر میرب نے اب کے سختی سے کہا اور نرس کو کچھ ہدایت دیتی وہ اپنی چیئر پر جا بیٹھی۔

"آپ کو شیورٹی چاہئیے نا، تو یہ رکھئیے۔۔۔ پورے تین تولہ کی ہے۔۔۔ سونے کی قیمت کا تو اندازہ ہو گا ہی آپ کو۔۔۔" اس نے کچھ سوچ کر گلے میں پہنی چین اتاری اور کرسی پر بیٹھی ڈاکٹر میرب کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ چین اتنی موٹی اور بہترین بناوٹ کی تھی کہ ڈاکٹر میرب کی تقریباً رال ٹپکنے لگی تھی۔ وہ اچکتی کہ اس نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"یہ چین صرف گارنٹی کے طور پر دے رہی ہوں۔۔۔ تمھارے کام کا معاوضہ تمھیں مل جائے گا لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم نے کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی۔۔۔ اس لڑکی یا اس کے بچے کو کچھ ہوا تو میں تمھارا وہ حال کروں گی کہ تمھاری سات نسلیں یاد رکھیں گی۔" وہ غصہ و نفرت سے بولی اور چین اس کی طرف اچھال دی۔ یہ چین اس کی شادی پر اس ہستی نے دی تھی۔ جس سے وہ

http://paksociety.com

سب سے زیادہ محبت کرتی تھی اور اس کی خوشیوں کے لیے اس نے اپنی پسند کے خلاف جا کر شادی کر لی تھی۔

وہ اپنی زندگی سے مطمئن تھی لیکن محبت کی کسک اسے کبھی کبھی بے چین کر دیتی تھی اور اسی شخص کی تحفہ میں دی چین کسی اور کو دیتے اسے تکلیف ہوئی تھی لیکن وہ یہ سب اس شخص کے لیے ہی تو کر رہی تھی۔ جس نے اس کی عزت رکھتے، اس کی خوشیاں بچاتے، اپنی خوشیاں و عزت کا سوچا تک نہ تھا اور اگر آج وہ اس کے اسی کے دیے تحفے کے ذریعے کام آسکتی تھی تو یہ اس کے لیے باعث فخر تھا۔ اس نے ایک نظر ڈاکٹر میرب کے لالچ و حرص کا منظر پیش کرتے چہرے کی جانب دیکھا اور کاندھے پر لٹکا بیگ ٹیبل پر رکھ کر اپنا سیل فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کر دیا اور کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

"سب خیر تو ہے۔ مجھے، اتنی جلدی میں بلایا؟" ابان کے آنے کی اطلاع کے ساتھ ہی وہ سب لاؤنج میں آ گئے تھے۔ ایلیفیہ کو دیکھ وہ نہ جانے کیوں نظر چرا گیا تھا وہ اس سے سامنے کی خود میں ہمت نہیں پا رہا تھا تب ہی تو اسے دیکھنے ہاسپٹل گیا ہی نہیں تھا جبکہ عابیہ کتنا پیچھے پڑی تھی۔ وہ خود کو کمپوز کر کے ابرج سے پوچھ گیا۔ جس نے ایلیفیہ سے ہوئی بات اور اس کا اندازہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ بھی یہی سوچنے لگا کہ اتنے سامنے کی بات پر ان لوگوں کا دھیان کیوں نہیں گیا تھا۔

"مکنون یقیناً حیدر آباد گئی ہو گی۔" تفصیل سن کر ابان ترنت بولا۔ ایلیفیہ ابرج کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو میں نہ کہتی تھی کہ ابان ہی بتا سکتے ہیں۔

"پہلے میرا دھیان اس طرف گیا ہی نہیں، جبکہ عابیہ نے کہا بھی تھا کہ کہیں مکنون، کشمالہ کی طرف تو نہیں گئی لیکن میں یہ سوچ ہی نہیں سکا کہ کشمالہ کی طرف نہیں گئی تو حیدر آباد تو جا سکتی ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ ابرج کو دیکھتے ہوئے، خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

"حیدر آباد ہی کیوں وہ سکھر، ٹنڈو آدم اور کئی ایک شہر ہیں جہاں وہ جا سکتی ہے۔" ایلیفیہ دھیمے سے پوچھتی ان تینوں کو ہی چونکا گئی۔

"جب بابا زندہ تھے تب ہم لوگ اکثر حیدر آباد جایا کرتے تھے۔ بابا کو آؤٹنگ کا بہت شوق تھا۔ انھیں ڈھابے کی چائے اور پراٹھے بہت پسند تھے اکثر ہم لوگ ناشتہ کے لیے جایا کرتے تھے اور حیدر آباد میں بابا کے دوست بھی رہتے تھے۔ اس لیے ہمارا جانا رہتا ہی تھا۔ مکنون کبھی گھر سے اکیلے نکلی ہی نہیں اس لیے ایسی جگہ جہاں وہ پہلے کبھی گئی ہی نہیں اس کے لیے وہاں جانا مشکل ہو سکتا تھا۔ اس لیے مجھے لگتا ہے کہ مکنون نے حیدر آباد جانے کو ترجیح دی ہو گی۔" ابان بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں تفصیل بتاتا چلا گیا۔

"مکنون نے اپنی ڈائری میں بھی لکھا ہے کہ اس تک پہنچنا اگر کسی کے لیے ممکن ہو گا تو وہ اس کے بھیا ہوں گے۔" ابرج نے تفصیل سن کر کہا۔

"ہاں! مجھ سے چوک ہو گئی' میں گزشتہ ایام میں نتیجے تک پہنچ ہی نہیں سکا۔" ابان بے بسی سے بولا۔

"ہر بات کا وقت مقرر ہے تب ہی بہت سامنے کی بات ہم لوگ سمجھ نہ سکے لیکن اب خود کو الزام دے کر وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں حیدر آباد چلنے کی تیاری کرنی چاہیے۔ اب وقت گنوانا دانشمندی نہیں ہو گی۔" معصومہ سہر وردی نرمی سے بولیں۔

"آپ لوگ یہاں سے مختصر کی تیاری کے ساتھ نکلیں میں گھر جا کر عابیہ کو بتا کر حیدر آباد کے لیے نکلتا ہوں۔ میں ابرج سے رابطہ میں رہوں گا۔" ابان اٹھتے ہوئے بولا اور معصومہ سہر وردی کی جانب سے مثبت اشارہ ملتے ہی نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"فار گاڈ سیک! بیہ میں، تمھیں ساتھ نہیں لے جا سکتا۔" ابان نے گھر آ کر اپنی ریلوالور نکالی اور حفاظت سے رکھتے ہوئے عابیہ کو اپنے حیدر آباد جانے کا بتا دیا اور وہ ساتھ چلنے پر بضد ہو گئی۔

"مجھے' اپنی ریوالور نہ چاہیئے ہوتی تو میں کبھی بھی گھر نہ آتا کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ تم دماغ چلانے کی بجائے ساتھ چلنے کی فضول ضد لے کر بیٹھ جاؤ گی۔" وہ گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے غصہ سے بولا۔

"ابان' مجھے پریشانی۔۔۔"

"میں جانتا ہوں بیہ کہ تم مکنون کو لے کر مجھ سے زیادہ پریشان ہو۔۔۔ اندھا نہیں ہوں دیکھ سکتا ہوں کہ گزشتہ پندرہ دنوں سے تم کتنی ڈسٹرب ہو۔ کھانا' پینا سب تقریباً چھوڑا ہوا ہے لیکن بیہ' میں تمھیں ابھی ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ تم ننھے عتبان کے ساتھ جاؤ گی تو میری مدد کی بجائے پریشانی کا سبب بنو گی اس لیے میں نے تمھاری ماما کو راستے میں ہی فون کر دیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک تمھارے پاس آ جائیں گی۔" اس نے رونے کو پر تولتی بیوی کو نرمی سے خود سے لگاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

عابیہ کے احساس تشکر سے آنسو گرنے لگے۔ وہ بہن کے لیے پریشان ہونے کے باجود بیوی کی طرف سے غافل نہیں ہوا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ کہ مکنون کہاں ہے اور ہم اسے لانے میں کامیاب بھی ہوں گے کہ نہیں کچھ اندازہ نہیں ہے۔ بس تم دعا کرنا کہ ہمیں مکنون مل جائے۔" وہ بیوی کو اپنے ہونے کا احساس سونپتا۔ اس کا گال تھپک کر اسے اپنا خیال رکھنے کی ہدایت دیتا۔ ٹیبل سے والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھا گیا اور باہر کی طرف بڑھا۔ عابیہ اس کے ہمقدم ہو گئی۔ اسے بھرپور انداز میں تسلی دینے لگی۔

"انشاءاللہ! آپ کو مکنون مل جائے گی۔ آپ میری اور عتبان کی طرف سے مطمئن ہو کر جائیں۔" اس نے ابان کے ساتھ چلتے ہوئے کہا اور اس کا سیل فون اس کی طرف بڑھایا وہ کچھ کہتا کہ بجتی ہوئی بیل نے اس کی تمام توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔ وہ رات کے ساڑھے آٹھ بجے کشمالہ کی کال پر کچھ پریشان ہوتا اس کی کال کاٹ کر کال بیک کر گیا۔ یہ اس کی برسوں کی عادت تھی۔ وہ کشمالہ کی کال ریسیو کرنے کی بجائے اسے کال بیک کر لیتا تھا۔

"اسلام علیکم کشمالہ' سب خیریت ہے' کیسے کال کی؟" وہ وقت کی کمی کے باعث روانی سے بولتا چلا گیا۔ آگے سے کشمالہ نے جو کہا وہ سن کر اس پر شادی مرگ طاری ہو گیا۔

"آپ' سچ کہہ رہی ہیں کشمالہ؟" وہ خوشی کے احساسات سے مغلوب ہو کر بولا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے۔ عابیہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

"آپ' پلیز ان لوگوں پے نظر رکھیں۔ میں کچھ دیر میں پہنچ رہا ہوں۔" وہ کانپتے لہجے میں بولا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

"کیا ہوا ہے ابان؟" وہ پریشانی سے پوچھ گئی۔

"تم بھاگ کر میری چیک بک اور گھر میں جتنا کیش ہے۔ لے آؤ۔" وہ جواب دیے بنا بولا۔ اور وہ سوال اپنے اندر دبائے کمرے کی طرف لپکی۔ جتنی دیر میں اس نے گاڑی نکالی۔ وہ اس کی مطلوبہ چیزیں لیے چلی آئی۔

"ابان' بتاتو دیں کشمالہ سے کیا بات ہوئی۔" وہ گاڑی لے اڑتا کہ وہ بولی۔

"دعا کرنا سب ٹھیک ہو ورنہ میں زندگی میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا۔" وہ نم آنکھوں سے بیوی کو دیکھتا۔ اسے سوالوں میں گھرا چھوڑ کر حیدرآباد کے لیے روانہ ہو گیا۔

اسے ڈرائیو کرتے آدھا گھنٹہ گزرا تھا کہ ابرج کی کال آگئی تھی وہ ابرج کے بعد گھر سے نکلا تھا لیکن وہ ان سے آگے پہنچ گیا تھا۔

"میری بات کو بہت غور سے سننا ابرج۔۔۔" وہ ایک دوسرے کو جہاں تک پہنچے تھے اپڈیٹ کر گئے تھے۔ ابرج لائن ڈراپ کرتا کہ ابان نے اسے کار روکنے کا کہا اور اس کی طرف سے مثبت اشارہ ملتے ہی وہ کہتا چلا گیا۔

ابان کی سرد سرسراتی آواز اس کے کانوں میں کیا گونجی۔ اسے اپنے ہاتھ کے طوطے اڑتے محسوس ہوئے۔ ابان نے کار اسٹاپ کروا کر دانشمندی کا کام کیا تھا اگر وہ ایسا نہ کرواتا تو بات اتنی بڑی تھی کہ اس کے ہاتھ اسٹیرنگ پر مضبوطی سے جمے نہیں رہ سکتے تھے۔

"واٹ!" وہ بے یقینی سے چلایا۔ معصومہ سہروردی اور ایلیفیہ اسے حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"حوصلے سے کام لو ابرج' میں چاہتا تو تم سے پوشیدہ رکھ لیتا لیکن مجھے مناسب نہیں لگا۔ اس لیے آگاہ کر دیا ہے۔ تم خود کو سنبھالو کہ ہمت چھوڑ دو گے تو ڈرائیونگ نہیں کر پاؤ گے اور ہمیں تین گھنٹے کا سفر جتنی جلدی طے ہو سکے طے کرنا ہے۔" ابان نے نہایت حوصلے سے خود کو اب تک سنبھالا ہوا تھا اور اس نے اپنے حوصلوں کو چٹان بنانے کے ساتھ ساتھ ابرج کو بھی ہمت پکڑنے کا کہا اور اس دوران اس نے کمال مہارت سے گاڑی چلائی تھی۔

ابرج کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس نے پہنچ کر بات کرنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ دونوں گاڑیاں چل کم دوڑ زیادہ رہی تھیں

http://paksociety.com

۔ابان سے ہوئی بات کا اس نے ماں اور ایلیفیہ سے زکر نہیں کیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں مناجات کرتا فاسٹ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلا تھا۔ اب دس بج گئے تھے اور سفر ہنوز باقی تھا۔

زندگی کبھی کبھی کتنی کٹھن ہو جاتی ہے۔۔۔

ایک عام سا سفر کاٹے نہیں کٹتا۔۔۔

لب پر دعا آکر ٹھہر جاتی ہے۔۔۔

منزل کی تلاش میں نکلتے ہیں اور منزل بہت قریب ہو کر بھی ہاتھ سے کبھی چھوٹ جاتی ہے تو کبھی گلے آ لگتی ہے۔۔۔۔

اسے منزل گلے لگاتی کہ شکست قدموں سے آن لپٹتی یہ فیصلہ چند ساعتوں کی دوری پر تھا لیکن دل تھا کہ رک رک جا رہا تھا

۔۔۔

گاڑی رک چکی تھی اور اک نیا سفر شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔

کیا وہ منزل پر پہنچ گیا تھا؟

ہسپتال کی یہ بوسیدہ سی عمارت اس کی منزل تھی اس کے سفر کا حاصل یا اس کے پاؤں سے ایک اور منزل لپٹ جانے کو تھی

۔۔۔۔۔؟

اشک جب دیدۂ تر سے نکلا
ایک کانٹا سا جگر سے نکلا
پھر نہ میں رات گئے تک لوٹا
ڈوبتی شام جو گھر سے نکلا
ایک میت کی طرح لگتا تھا
چاند جب قید سحر سے نکلا
مجھ کو منزل بھی نہ پہچان سکی
میں کہ جب گرد سفر سے نکلا
ہائے دنیا نے اسے اشک کہا
خون جو زخم نظر سے نکلا
اک اماوس کا نصیبہ ہوں میں

آج یہ چاند کدھر سے نکلا
جب اڑا جانب منزل اختر
ایک شعلہ مرے پر سے نکلا

☆☆☆☆☆☆

"کہاں تک پہنچے بیٹا؟" ابان نے ڈرائیو کرتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی زبیدہ نعمانی کی کال ریسیو کی تھی۔ اور وہ دھیمے سے متفکر انداز میں پوچھ گئی تھیں۔

"آنٹی بس گھنٹہ تک حیدرآباد پہنچ جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔" وہ نرمی سے بولا۔

"راستے سے کچھ لے کر کھالینا بیٹا۔" وہ محبت سے بولیں۔ ابان کو یکدم ہی در شہوار یاد آگئیں۔ وہ اس کے لیے یوں ہی فکر مند ہوا کرتی تھیں۔ وہ کبھی شہر سے باہر جاتا تھا تو وہ بار بار فون کر کے اسے اپنا خیال رکھنے کی ہدایت دیتی رہتی تھیں۔

"جی! آنٹی، میں کھالوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ قدرے دھیمے سے بولا تھا۔

"صرف کہو نہیں عمل بھی کرنا ورنہ میں نے ناراض ہو جانا ہے۔" وہ ماؤں والے مخصوص انداز میں بولیں۔ وہ انتہائی پریشانی کے باوجود مسکرا دیا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر ماما' آپ بے فکر رہیں۔ میں راستے میں بسکٹ یا سینڈوچ ضرور کھالوں گا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اللہ تمھیں اپنی امان میں رکھے اور جس مقصد سے سفر پر روانہ ہوئے ہو اللہ اس میں کامیابی سے ہمکنار کرے۔" وہ داماد کی سعادت مندی پر نہال ہوتیں، اسے دعائیں دینے لگیں۔

"آمین' اب میں فون رکھتا ہوں۔ پہنچ کر انشاء اللہ اچھی خبر دوں گا۔ خدا حافظ۔" وہ زبیدہ نعمانی سے بات کر کے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا۔ یقین سے بولا۔

"عابی' کی طرف سے پریشان نہ ہونا۔ کھانا کھا کر سو گئی ہے۔ انشاء اللہ پھر بات ہو گی۔ خدا حافظ۔" انھوں نے بات کے اختتام تک اسے مزید اطمینان بخشا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ ابان نے مطمئن ہو کر اسپیڈ بڑھا دی، جو اس نے زبیدہ نعمانی کی کال کی وجہ سے کم کی تھی۔

ٹینشن کے ساتھ مستقل ڈرائیو کرتے اسے تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ اعصاب الگ شل ہوئے جا رہے تھے مگر وہ ہمت مجتمع کیے دل ہی دل میں بہن کی سلامتی کی دعائیں کرتا گاڑی دوڑا رہا تھا۔

"میرے معبود' میری بہن کی حفاظت فرمانا۔ اس کے ساتھ کچھ بھی غلط ہوا تو میں ماما جان اور بابا کے سامنے مارے ندامت کے سر نہیں اٹھا پاؤں گا۔" جس وقت اس کی گاڑی ہاسپٹل کی بوسیدہ عمارت میں داخل ہوئی۔ اس کے دل سے "اللہ" پوری شدتوں

سے بلند ہوا۔ وہ دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کرتا تیزی سے ہاسپٹل کی راہداری میں داخل ہو گیا۔

سوئے اتفاق اس کی پہلی نظر کینٹین پر پڑی۔ اسے زبیدہ نعمانی سے کیا وعدہ یاد آ گیا۔ اس نے دل کے نہ چاہنے اور بھوک محسوس نہ ہونے کے باوجود' قدم موڑے اور کینٹین سے ایک بسکٹ کا ہاف رول لیا اور کھاتے ہوئے آگے بڑھا ہی تھا کہ ابرج سہر وردی اس کے سامنے آن رکا۔ اس کے پیچھے ہی معصومہ سہر وردی اور ایلیفیہ آغا کھڑی تھیں۔

ابرج نے اس سے کچھ کہا اور ابان اسے ریلکس رہنے کا کہتا۔ کسی کو کال ملانے لگا۔ بات ابان کر رہا تھا اور ابرج کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ ایلیفیہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ریلکس رہنے کا آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

"میرے اللہ' میں بہت بے رحم اور غیر منصف ہوں تو میرے عمل کی سزا اسے نہ دے جو بے قصور ہے۔۔۔ میری محبت مجھے لوٹا دے۔۔۔ میری عزت کی حفاظت فرما۔۔۔ بس یہی التجا ہے مجھے مکنون صحیح سلامت مل جائے۔" اس نے ایلیفیہ کی آنکھوں میں دیکھا اور نظر چرا کر دل ہی دل میں مناجات کرنے لگا۔

مکنون کی سلامتی کی دعا۔۔۔

مکنون کی عزت کی حفاظت کی دعا۔۔۔

اس کی وفا پر جو جفا کا گرہن لگا تھا اس کے ہٹ جانے کی دعا۔۔۔

جو دل دیا بجھ گیا تھا اس کے پھر جل جانے کی دعا۔۔۔۔

وہ اس وقت سراپا دعا بنا۔۔۔

ہزار خدشات لیے مکنون تک پہنچنے کے لیے قدم بڑھا رہا تھا۔

لیکن ہر قدم میں لپٹی شکست۔۔۔ ندامت۔۔۔ بے بسی۔۔۔ لاچاری ایسی تھی کہ اس کے قدم لڑکھڑا گئے تھے کیونکہ اس نے اپنی وفا کو جفا کا رنگ دے کر اپنے لیے خسارے چن لیے تھے۔۔۔

وہ چاہتا تھا کہ اسے مکنون مل جائے لیکن اس سے سامنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔۔۔

اس نے یہ کیسا ظلم کیا تھا خود پر۔۔۔

آنکھ میں بے بسی کا ثبوت بن کر نمی اترنے لگی تھی۔۔۔!

"میں' مکنون کے قدموں میں گر کے معافی مانگ لوں گا۔۔ بس وہ مجھے اک بار مل جائے۔" اس نے ابان کے پیچھے چلتے ہوئے سوچا۔

وفا کے راستے میں اک مقام ایسا بھی آتا ہے
دیا بجھ بھی اگر جائے تو پروانے نہیں جاتے

☆☆☆☆☆☆

"ارمش۔۔۔!" ارباز اس کے منہ سے تمام تفصیل سن کر صدماتی کیفیت میں آگیا۔ بمشکل اس کے لبوں سے ارمش کا نام نکلا۔

"میں جانتا ہوں، یہ سب تمھارے لیے تکلیف دہ ہے لیکن یہ میرے لیے تو مکافات عمل اور میرے کیے کی سزا ہے۔" ارمش نے دوست کو حیرت و صدمہ کی سی کیفیت میں پا کر بے بسی سے کہا۔

"ارمش، اب ایسے بھی نہ کہو کہ تمھارا جرم اتنا بڑا نہیں ہے کہ تمھیں اس قدر بڑی و سنگین سزا ملے۔" ارباز کے لب پھڑپھڑائے۔

"کسی کی زندگی برباد کر دینا۔۔۔ ایک شریف لڑکی کی زندگی بھر کی نیک نامی کو داؤ پر لگا دینا۔۔۔ ایک شریف عزت دار مرد کو بلیک میل کر کے اس سے نازیبا حرکات کروانا۔۔۔ ایک لڑکی کو اس کی عزت چھین لینے کی دھمکی دے کر اس کو ایک مرد پر تہمت بندھوانے پر راضی کرنا۔۔۔ یہ سارے جرم تمھارے نزدیک چھوٹے ہیں ارباز۔؟" ارمش اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے اپنے تمام جرائم ایک، ایک کر کے گنواتا چلا گیا۔ ارباز نے لب بھینچ لیے۔

"میں جانتا ہوں میرے لیے سزا کا سفر شروع ہو گیا ہے اور مجھے قدرت نے جو سزا دی ہے وہ میرے لیے بہت اذیت ناک ہے لیکن ماما کے جانے کے بعد اس اذیت کو کم محسوس کر رہا ہوں کیونکہ ماما اگر یہ سب جان جاتیں تو جیتے جی مر جاتیں لیکن اللہ نے انھیں پہلے ہی اپنے پاس بلا کر مجھے اور ماما کو اذیت سے بچا لیا ہے۔" وہ بہت ہموار لہجے میں بولا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ ارباز لب بھینچے آنکھوں میں آنسو لیے ارمش کو دیکھے گیا۔

"تم نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔۔ اور آج میری بات پر میرے کردار پر یقین کیا اس کے لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں۔" وہ ارباز کو دیکھنے لگا۔

"ارمش، ایسا کچھ نہ کہو جس پر مجھے دکھ یا شرمندگی ہو۔" وہ ارمش کو ٹوک گیا۔ ارمش مسکرا دیا۔

"میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔۔ میں نے یہ گھر ایلیفیہ کے نام کر دیا ہے۔۔۔ بینک میں جتنی رقم ہے۔ وہ میرے لیے باقی ماندہ زندگی کے لیے کافی ہے۔۔۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد جب میں تمھیں آخری بار کال کروں گا تو تم یہ کاغذات اور یہ ایک خط ایلیفیہ کو دے دینا۔" ارمش نے بات بدلی اور ٹیبل پر رکھی فائل اٹھا کر ارباز کی طرف بڑھا دی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ فائل کے ساتھ ایک خط بھی ہے اور دونوں چیزیں کب ایلیفیہ تک پہنچانی ہیں وہ یہ بتا کر چپ

کرتا۔ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمھیں نہیں لگتا تم سارے فیصلے عجلت میں کرتے جا رہے ہو۔" ارباز اس کے فیصلے پر متعرض ہوتا، اسے ناراض نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے میں نے ارباز، اور میرے فیصلے عجلت کے متقاضی ہیں۔۔۔ یہ تو تم بھی مانو گے۔۔ اس لیے بس وہ کرو جو کہہ رہا ہوں۔۔۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تم یہاں رہ کر بھی تو اپنا۔۔۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ میں کسی کا سامنا نہیں کر سکتا۔ مجھے گمنامی اختیار کر لینے دو۔" وہ بے بسی سے بولا۔ ارباز کچھ کہنے لگا تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"مجھے، میری سزا اکیلے کاٹ لینے دو ارباز، میں اتنا حوصلہ مند نہیں ہوں کہ بیک وقت دو محاذوں پر لڑ سکوں۔۔۔ مجھ سے میرا ہی سامنا نہیں ہوتا کجا کہ میں ان لوگوں کا سامنا کر سکوں جنھیں اذیتیں دیں۔۔۔ میرے لیے ضمیر کی عدالت ہی کافی ہے۔" ارمش چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو دیا۔ ارباز نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھیں بھی چھلک گئی تھیں۔

"میں، تمہارے ساتھ ہوں ارمش اور میں تمھیں اکیلا نہیں جانے دوں گا میں تمھارے ساتھ جاؤں گا۔" وہ بھیگے لہجے میں بولا۔

"جانتا ہوں تم میرے ساتھ ہو۔ مشکل وقت میں سایہ ساتھ چھوڑ جاتا ہے لیکن تم نہیں چھوڑ سکتے میرا ساتھ اتنا مجھے یقین ہے۔۔ لیکن مجھے تنہا ہی جانا ہو گا۔۔۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"لیکن ارمش۔۔۔"

"میری فکر چھوڑو اور تم اپنی فیملی کو دیکھو۔۔۔ بھابھی کو وقت دو۔۔۔ میرا بھتیجا اس دنیا میں آجائے تو اس کی تصاویر مجھے ضرور بھیجنا۔۔۔ اور اسے یہ ضرور سکھانا ارباز کہ زندگی ان ہی پر مہربان ہوتی ہے جو دوسروں کو آسانیاں دیتے ہیں دوسروں کو تکالیف دینے والے ایک دن ضرور پچھتاتے ہیں۔" اس کی آنکھیں مستقل بہہ رہی تھیں۔

"میں، تمھیں تصاویر ضرور بھیجوں گا۔" ارباز روتے ہوئے بولا۔ مسکان پریگننٹ تھی۔ اور ارباز نے اپنی اتنی بڑی خوشی اپنے واحد دوست ارمش سے پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔

"تم نے اپنے بیٹے کو ایک اچھا انسان بنانا ہے۔ جو عورتوں کے جذبات واحساسات کی پرواہ کرے، ان کو احترام دے ۔ تم اپنے بیٹے کو سید ابان بخاری جیسا بنانا کہ اس جیسے مرد ہی بہن بیٹی کی ہی نہیں، عورتوں کی عزت کے بھی محافظ ہوتے

ہیں۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں بولتا چلا گیا۔ ارباز نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ مسکرا دیا۔

"میں نے جس سے بہت نفرت کی۔ جس انسان سے نفرت کی آگ میں جل کر میں نے اپنے اندر کی تمام تر اچھائیوں کو بھسم کر ڈالا۔ وہ انسان تو سر آنکھوں پر بٹھانے کے لائق تھا ارباز، لیکن یہ جاننے میں مجھے بہت دیر ہو گئی۔۔۔ میں تو ابان سے معافی تک نہیں مانگ سکتا یہ خط اسے دے دینا۔" ارمش نے بے کسی سے بولتے ہوئے جیب سے ایک لفافہ نکال کر ارباز کی طرف بڑھا دیا۔

"تمہاری فلائیٹ کب کی ہے؟" ارباز نے تکلیف دہ موضوع سے جان چھڑانے کو نیا سوال داغا۔

"میری آج رات دس بجے کی فلائیٹ ہے۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ارمش، کچھ عرصہ تو یہاں رکتے۔ ابھی تو آنٹی کا چہلم بھی نہیں ہوا۔" ارباز ناراضگی سے بولتا چلا گیا۔

"تم میرے جانے کی وجہ جانتے ہو اس لیے مجھے کمزور نہ کرو۔" ارمش بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔ ارباز نے گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے اور اس کا دوست کچھ گھنٹوں بعد ملک چھوڑ کر جانے والا تھا۔ یہ سوچ ہی اذیت ناک تھی۔

"ارباز، میں تمھیں نہ مجبور کروں گا۔ نہ ہی پابند، بس! تم سے ایک عاجزانہ گزارش ہے میری کہ تمھیں جب بھی کبھی فرصت ملے اور تمھارا دل مائل ہو تو تم میرے ماما، پاپا کی قبور پر فاتحہ خوانی کے لیے چلے جایا کرنا اور یہ تمھارا مجھ پر احسان ہو گا۔" اس نے دل گرفتگی سے کہتے ہوئے باقاعدہ ارباز کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"پاگل ہو گیا ہے۔۔۔" ارباز جھنجھلا کر اسے ڈپٹتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام گیا۔ وہ ارباز کے سینے سے لگ گیا۔

"آئی لو یو ارباز، تیرے جیسا دوست ہونا میری خوش بختی ہے میری دعا ہے تو زندگی میں ہمیشہ بہت خوش رہے۔" وہ بہت جذباتی لہجے میں بولا۔

"اب زیادہ جذباتی نہ ہو۔" ارباز نے نم لہجے میں اسے ڈپٹا۔ وہ اب کے ہنس دیا۔

"جب تو نے بھابھی سے شادی کا فیصلہ کیا دنیا کی ہر شے یہاں تک کہ اپنی خودداری، عزت نفس اور محبت میں سے محبت کا انتخاب کیا تو مجھے تجھ پر بہت غصہ آیا تھا تو مجھے بہت لالچی بھی لگا تھا لیکن آج میں کہتا ہوں کہ تو ٹھیک تھا تیرا فیصلہ درست تھا۔۔۔ تو نے محبت کو چنا تو کامیاب ہے اور میں نے محبت کی خاطر بھی صرف محبت کو نہیں چنا۔۔۔ اپنی انا، ضد اور خود غرضی کو چنا میں آج ناکام ہوں۔۔۔ میں ہار گیا ہوں ارباز، محبت اور۔۔۔ اور زندگی بھی۔۔۔۔" وہ کہہ کر رکا نہیں،

تھے اور فائل اٹھائی اور اپنے دوست کے گھر پر الوداعی نظر ڈالتا نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

"جاگ کیوں گئی ہو۔" زبیدہ نعمانی عشاء کی نماز سے فارغ ہی ہوئی تھیں کہ عابیہ اٹھ بیٹھی اور وہ بیٹی پر دم کرتے ہوئے اسے پھر سو جانے کا کہہ گئیں۔

"آنکھ کھل گئی ماما، کتنا وقت ہو گیا ہے ابان سے بات کرلوں۔ پوچھوں تو سہی کہاں تک پہنچے۔" اس نے ساڑھے گیارہ بجاتی گھڑی کو دیکھ اپنا سیل فون اٹھالیا۔

"میری، ابان بیٹے سے کچھ دیر پہلے بات ہوئی تھی وہ اب تک تو پہنچ بھی گیا ہو گا تم اسے فی الحال کال نہ کرو۔" وہ داماد سے ہوئی بات بیٹی کو بتا کر اسے کال کرنے سے روک گئیں۔ اس نے سیل فون ٹیبل پر ڈال دیا۔

"سو جاؤ چندا، اللہ سب بہتر کر دے گا۔" وہ بیٹی کو بستر سے اترتے دیکھ بولیں۔

"ماما، عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب جاگ گئی ہوں تو پہلے نماز پڑھ لوں۔" وہ دھیمے سے بولتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کپڑے تبدیل کیے اور وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لی اس نے در مکنون کے مل جانے کی دعائیں رب سے گڑگڑا کر کیں اور بوجھل دل کے ساتھ مصلہ رکھتی بیڈ پر لیٹ گئی۔ تسبیح پڑھتے ہوئے اس کا دھیان ابان کی جانب چلا گیا۔

"ابان، پتہ نہیں کہاں تک پہنچے ہوں گے اور انھوں نے کھانا بھی کھایا ہے کہ نہیں۔ وہ جانے کہاں کہاں مکنون کو ڈھونڈ رہے ہوں گے کس قدر پریشان ہوں گے اور میں اتنے آرام سے کھا پی کر سو گئی تھی۔" اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"یا اللہ! ابان کی مدد فرما۔ ہمیں ہماری مکنون لوٹا دے۔" وہ سسکنے لگی۔ ماں کو دیکھ جو بے فکری و طمانیت ملی تھی اسی کی وجہ سے وہ کئی گھنٹے پر سکون نیند سو گئی تھی مگر اب جاگ گئی تھی تو ابان اور مکنون کا سوچ کر اس کا دل ہولنے لگا تھا۔ اسے مکنون کے غائب ہونے سے پہلے کی بے فکر زندگی یاد آنے لگی وہ دن آنکھوں میں گھومنے لگے جب در شہوار زندہ تھیں۔ اسے وہ سب یاد آنے لگا جب وہ نخرے کرتی تھی اور ابان بہت چاہ سے اس کے لاڈ اٹھاتا تھا۔ وہ مکنون کی فکر میں مبتلا ہوتی، اچھے دنوں کو یاد کر رہی تھی کہ دروازہ پر دستک ہوئی اور نوراں بوا روتے ہوئے عتبان کو لیے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ بیٹے کو فیڈ کراتے ہوئے اس کی ذہنی رو پھر بھٹک گئی جب عتبان کی آمد کی نوید تھی وہ خوش تھی لیکن طبیعت کا گرنا، سنبھلنا اسے کس قدر بے زار کر دیتا تھا اور ابان اسے کس چاہ سے سنبھال لیتا تھا۔ اس نے سوئے ہوئے بیٹے کو بستر پر لٹایا۔ اس کی پیشانی چومی اور آنکھیں موند لیں۔ ذہن پر اک خوبصورت دن دستک دینے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

"اف! سست لڑکی ابھی تک تم بستر پر پڑی ہو۔ چلنا نہیں ہے کیا۔؟" وہ کمرے میں داخل ہوا اور اسے کسلمندی سے بستر پر پڑے دیکھ جھنجھلا کر بولا۔ وہ اسے جلدی سے تیار ہونے کا کہہ کر گیا تھا۔

آج اتوار تھا۔ وہ چند ایک ضروری کام نمٹانے کے بعد روٹین کے مطابق کچھ وقت ماں اور بہن کے ساتھ گزار کر کمرے میں آیا تھا۔ آج ان لوگوں کو نعمانی ولاز جانا تھا۔ احسن نے میٹرک بورڈ میں اول پوزیشن لی تھی۔ اسی کے اعزاز میں زبیدہ نعمانی نے ایک پارٹی رکھی تھی۔

ابان کو اسے یوں دیکھ فکر تو ہوئی لیکن اظہار کرنے سے گریز کرتا وہ جھنجلانے لگا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ابان! اس لیے میں نہیں جا رہی۔" وہ چڑچڑے انداز میں بولتی اسے متحیر کر گئی تھی اور وہ کچھ پریشانی سی محسوس کرتا بستر پر دراز عابیہ کی پیشانی چھو گیا۔ سرد پیشانی اس کی فکر کو کم کرتی اسے مطمئن کر گئی۔

"بخار تو نہیں ہے۔ کیا ہوا ہے طبیعت کو بتاؤ۔ میں ڈاکٹر عاصمہ کو بلا لیتا ہوں۔" وہ بیڈ پر اس سے زرا فاصلے پر ٹکتے ہوئے بولتا۔ ہاتھ تھام گیا۔

"نہیں، ڈاکٹر عاصمہ کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ نم لہجے میں بولتی ہاتھ چھڑا کر اٹھ بیٹھی اور بکھرے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتی آنکھیں رگڑنے لگی۔

"بیبہ، ایوری تھنگ از اوکے؟ رونے کیوں لگی ہو؟" وہ مضطرب سا اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جی، سب ٹھیک ہے۔ بس میرا کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا۔" وہ باقاعدہ رونے لگی۔

"جانا نہ جانا تو بعد کی بات ہے یار، تم صرف یہ بتاؤ طبیعت کو کیا ہو رہا ہے۔ کیا درد ہو رہا ہے؟" وہ اس کا رخ اپنی جانب موڑتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بے حد فکرمندی سے بولا۔

"درد نہیں ہے ابان! بس، آج صبح سے طبیعت عجیب ہو رہی ہے۔۔۔ سب کچھ برا لگ رہا ہے۔" وہ سوں سوں کرتی بولی۔

"کیا میں بھی؟" اس کا اشارہ برا لگنے کی جانب تھا۔

"ہاں! آپ بھی۔۔۔" وہ اس کے مذاق پر بری طرح چڑ گئی تھی۔

"ہائے ظالم دل ہی توڑ ڈالا ہے۔" وہ اس کی سرخ ناک کھینچ کر اداسی کی اداکاری کرنے لگا۔

"پلیز، ابان!" وہ ناگواری سے اسے ٹوک گئی۔ جبکہ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"اتنی ڈل اور بے زار کیوں ہو گئی ہو یار؟" وہ اسے روتے دیکھ بے بس ہوتا دھیمے سے بول پڑا۔

"میں جس عجیب کنڈیشن میں ہوں۔۔۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے ابان! اس لیے بہتر ہو گا آپ مجھے ڈسٹرب نہ

کریں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا سوں سوں کرتی بولی۔ اس کے لب پر بے ساختہ مسکراہٹ مچل گئی۔

"سمجھ سکتا ہوں کہ یہ سب تمھارے لیے کتنا عجیب، بہت نیا اور قدرے تکلیف دہ ہے اس لیے تم چڑچڑی ہو کر برداشت کھو رہی ہو لیکن بیبہ، یہ سب تمھیں برداشت کرنا تو ہو گا ہی اس لیے اس سب کو بے زاری و اکتاہٹ کی بجائے خوش دلی سے محسوس کرو ورنہ تو تم ڈپریشن کا شکار ہو جاؤ گی اور یہ بچے کے ساتھ ساتھ تمھاری صحت کے لیے بھی مضر ہے۔" وہ اس کو خود سے لگائے بہت نرمی و حلاوت سے بولتا چلا گیا۔

"پلیز، ابان! آپ، چپ کر جائیں، میرے سر میں درد ہو رہی ہے۔" وہ روتے ہوئے بے زاری سے منمنائی۔

"تم لیٹ جاؤ میں سر دبا دیتا ہوں۔" وہ اس کی بے زاری محسوس کرتا، نرمی و محبت سے بولا۔ وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"سوری ابان! میں آپ سے اس طرح بات نہیں کرنا چاہتی لیکن مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے۔" وہ منمنائی۔ اور وہ مسکرا دیا۔

"تمھیں تو میں بھی اچھا نہیں لگ رہا اس لیے میرا دل کر رہا ہے تمھارے ساتھ میں بھی رونے لگوں۔" وہ ہلکی سی شرارت سے بولا۔ اس نے نظر ہی چرا لی۔

"تم نے لنچ بھی تو نہیں کیا تھا اس لیے طبیعت ڈاؤن ہو رہی ہو گی۔ تم فریش ہو کر آؤ میں بوا سے تمھارے لیے کھانا منگواتا ہوں۔" وہ اس کی بے زاری و چڑچڑاہٹ محسوس کرتا مذاق برطرف کر کے نرمی سے بولا۔

"میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا ہے۔" وہ اسے دیکھے بنا بولی۔

"فضول بات نہیں کرو۔ اپنی صحت کا تو کچھ خیال ہے نہیں تمھیں کم از کم بچے کی صحت کے خیال سے اپنی ڈائیٹ کا کچھ خیال رکھ لیا کرو۔" وہ اس کے صاف انکار پر اسے ڈپٹنے لگا۔ وہ لب کچلنے لگی۔

"اف! بیبہ، کیا کروں میں تمھارا، کوئی پریشانی ہے تو بول دو یار یوں تو تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔" وہ اسے خود سے لگاتے ہوئے فکر سے بولا۔

"کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ، مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔" وہ منمنائی اور اس کا حصار توڑ کر بڑی احتیاط سے بیڈ سے اتر گئی۔

"تم، خود پاگل ہو مجھے بھی پاگل کرو گی۔" وہ بڑبڑایا۔ اس نے رک کر گردن موڑی اور اسے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر فکر و ناراضگی کے رنگ تھے۔ وہ آنسو رگڑتی واش روم میں چلی گئی۔ فریش ہو کر لوٹی تو وہ بوا سے کھانا منگوا چکا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ بیڈ پر ٹکتے ہوئے بولی۔

"میری خاطر کھالو۔" نرمی سے کہہ کر نوالہ بنا کر اس کے منہ کی طرف بڑھایا اور وہ نہ چار منہ کھول گئی لیکن چند لقمے ہی لیے تھے کہ اسے ابکائیاں آنے لگی تھیں۔ ابان نے ہاتھ کھینچ لیا اور اسے جوس کا گلاس پکڑا دیا۔

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے، ایسا کرتے ہیں ڈاکٹر کے یاں چلتے ہیں۔ چیک اپ کروالینا بہتر رہے گا۔" وہ اس کے زرد چہرے کو دیکھ کر بولا۔ اس نے جوس کی چند گھونٹیں بھر کے گلاس اسے واپس کر دیا۔

"میں نہیں جارہی کوئی ڈاکٹر کے پاس، ہر بار اتنی نصیحتیں۔۔۔۔۔ میں تو کچھ مہینوں میں ہی عاجز آچکی ہوں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔

"نعمانی ولاز کب تک چلنے کا ارادہ ہے؟" اس نے ٹرے ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں کہیں نہیں جارہی۔" اس نے آنکھیں کھول کر صاف انکار کیا۔

"لیکن، کیوں۔؟" وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے حیران ہوا۔

"آپ، سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔" وہ جھنجھلائی۔

"کون۔۔۔ اچھا نہیں لگتا۔۔۔ کیا احسن۔؟" وہ متحیر سا اس کے زرد چہرے کو دیکھنے لگا۔

"احسن، کی بات نہیں کر رہی وہ تو اتنا اچھا ہے اور مجھے اپنا پیارا سا چھوٹو بھائی کیوں برا لگے گا۔" وہ غصہ ہوئی۔

"ہاں! تو پھر اس اچھے انسان کی پارٹی میں جانے سے کیوں منع کیا جارہا ہے۔ کہیں، محسن تو برا نہیں لگتا تمھیں؟" وہ جس طرح آج ہر بات سے چڑ رہی تھی ابان کو اسے تنگ کرنے میں اتنا ہی مزہ آرہا تھا۔

"مجھے میرے بھیا کبھی برے نہیں لگ سکتے۔ آپ فضول میں میری باتوں میں اپنی من مرضی کے ٹکڑے نہ لگائیں۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"لو جی پھر میں کیوں برا لگنے لگا ہوں۔۔۔" وہ ہوا سے اڑتے ہوئے بالوں کی ایک لٹ انگلی پر لپیٹتے ہوئے شریر ہوا۔

"میرا موڈ بہت خراب ہے ابان، اس لیے بہتر ہو گا، دور رہیں مجھ سے۔" جیسے ہی اس نے اس کے رخسار کو چوما وہ بلبلا کر بول پڑی کہ وہ جتنی بے زار ہو رہی تھی وہ اتنا ہی بذلہ سنجی کا ثبوت دیتا اس کی بے زاریت کو غصہ میں ڈھالتا جارہا تھا۔

"اوہ ہو، موڈ آپ جناب کا خراب ہے دور میں رہوں۔۔۔ کس خوشی میں بھلا۔" وہ اس کے غصہ سے محظوظ ہوتا ایک اور بے باک سی حرکت کر گیا۔ وہ سرخ پڑتی بیڈ سے اترنے لگی تھی لیکن اس نے ہاتھ تھام کر اس کی حرکت پر بندھ باندھ دیے۔

"ہاتھ دیا اس نے میرے ہاتھ میں
میں تو ولی بن گیا اک رات میں"

وہ اس کی کلائی پر گرفت کیے۔ کانچ کی سبز چوڑیوں کو انگلی سے چھیڑتا۔ گنگنایا۔

"آپ اور ولی۔۔۔ پورے شیطان کے چیلے لگتے ہیں۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ کھینچ کر بولی۔

"ہاتھ کھینچا اس نے میرے ہاتھ سے
میں تو شیطانی چیلا بن گیا اک بات سے"

اس نے عابیہ کو مسکراتے دیکھ شاعری کی ٹانگ توڑی اور وہ بے ساختہ ہی ہنستی چلی گئی۔

"ہنستی رہا کرو بیہ، تم ہنستی اچھی لگتی ہو۔" وہ مطمئن سا زیر لب مسکراتے ہوئے اس کے من موہنے چہرے کو دیکھ کر بولا کہ وہ ساری ایفرٹس اس کے چہرے پر اک مسکان لانے کو ہی تو کر رہا تھا۔ وہ اسے اتنی ہی عزیز تھی۔ وہ محض اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"میں تمھارے کپڑے نکال کر بوا سے استری کروا دیتا ہوں۔ تم جب تک آرام کر لو۔ پانچ بجے تک ہم نعمانی ولاز چلیں گے۔" وہ اس کی پیشانی چوم کر اٹھ کھڑا ہوا اور الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے اپنے پروگرام سے آگاہ کرتا چلا گیا۔

"ابان، اس کنڈیشن میں سب کے سامنے کے خیال سے ہی مجھے کوفت ہونے لگتی ہے اس لیے آپ چلے جائیں۔ میں نے ماما کو اپنے نہ آنے کا بتا دیا ہے۔" وہ ترنت بولی۔ وہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"پارٹی بہت زیادہ بڑی نہیں ہے چند ایک بہت سلیکٹڈ لوگ ہی انوائیٹ کیے گئے ہیں یہ تم بھی جانتی ہو اس لیے تمام عذر سائیڈ کر دو اور یاد رکھو کہ یہ سب زندگی کا حصہ ہے۔ جس سے تم نظر نہیں چرا سکتی ہو۔" وہ اس کے لیے سوٹ منتخب کر کے آئرن اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے اس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"تم اپنے اندر کے بچپنے کو اب خیر باد کہہ دو اور اپنی **پریگنینسی** کو مثبت اور عام لو اسے سر پر سوار نہ کرو۔ زندگی کے اچھے برے حالات کا مقابلہ کرنا سیکھو کہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے خطرہ ٹلتا نہیں ہے۔" وہ اسے بہت نرمی سے سمجھاتا، چلا گیا اور وہ چپ کر کے جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ احسن اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا اسے ابان نے لیپ ٹاپ گفٹ کیا تھا۔ وہ یہاں آ کر کنفیوژ ہونے کے باوجود بے حد خوش تھی۔ احسن کو تنگ بھی کرتی رہی تھی۔ اس نے اپنی طرف سے احسن کو آئی پوڈ گفٹ کیا تھا۔ احسن کی خوشی دیکھ اسے یہاں دیر سے آنے پر ملال ہونے لگا۔

وہ مہمانوں سے مل کر زیادہ تر احسن کے ساتھ ہی رہی اور پھر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور وہ باقی وقت اپنے کمرے میں رہی تھی۔ درمکنون ہی زبیدہ نعمانی کے ساتھ مل کر کھانے وغیرہ کا انتظام دیکھتی رہی تھی۔

"خوشیوں کے پل اتنی جلدی کیوں گزر جاتے ہیں۔" وہ جو آنکھیں موندے خوشگوار ماضی میں سفر کر رہی تھی۔ بیٹے

کرنے لگی۔

"مکنون، بہت ستالیا بس اب لوٹ آؤ تم بن تو ہماری خوشیاں ہی ہم سے روٹھ گئی ہیں۔۔۔" وہ بڑبڑائی اور ابان سے وہاں کی صورتحال معلوم کرنے کے خیال سے اس نے سیل فون تلاشا تو یاد آیا کہ سیل فون تو گیسٹ روم میں ٹیبل پر رکھا ہے۔ وہ اک گہری سانس خارج کرتی لیٹ گئی۔ اس کا روم روم دعا کر رہا تھا کہ ابان کو در مکنون مل جائے۔

کیا عابیہ کی سچے دل سے مانگی دعا قبول ہونے والی تھی کہ رد ہو جانے کو تھی۔۔۔۔؟

در مکنون ان کو ملنے والی تھی کہ اس کی تلاش کا سفر رائیگاں جانے والا تھا۔۔؟

ہزار سوالوں تلے، کئی بھید اپنے اندر چھپائے رات بھیگتی جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"اسلام علیکم۔۔۔" ابان پر نظر پڑتے ہی اس نے سلامتی بھیجی۔

"وعلیکم اسلام! کس طرف چلنا ہے؟" ابان نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ترنت پوچھا۔ کشمالہ کو وہ بہت پریشان لگا۔ اس نے کچھ کہنے کی بجائے سامنے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور چل پڑی وہ سب (ابان، ابرج، ایلیفیہ اور معصومہ سہروردی) اس کے پیچھے چلنے لگے۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" خالی کمرہ دیکھ ایلیفیہ کے لب ہلے۔

"کچھ دیر پہلے مکنون یہیں تھی۔" کشمالہ مضطرب سی بولتی آگے بڑھی لیکن وہ بستر جہاں کچھ دیر پہلے نیم بے ہوشی کی حالت میں در مکنون موجود تھی وہ بستر خالی تھا۔ ڈاکٹر میرب کی خالی کرسی بھی اس کا منہ چڑھا رہی تھی۔ نرس کا بھی کہیں اتا پتہ نہ تھا۔ وہ گھبرا کر پلٹی اسی پل وارڈ بوائے کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ سب یہاں کیا کر رہے ہیں؟ یہاں اتنے لوگوں کا آنا ممنوع ہے مریض کے ساتھ صرف کوئی ایک بندہ رکے اور باقی سب انتظار گاہ میں قیام کر کے انتظار فرمائیں۔" وارڈ بوائے کا لہجہ درشت جبکہ الفاظ کافی معقول تھے۔

"ڈاکٹر میرب کہاں ہیں؟" کشمالہ تیزی میں وارڈ بوائے کی طرف بڑھی اور بے چینی سے پوچھنے لگی۔

"ڈاکٹر میرب تو آج چھٹی پر ہیں۔ آپ ان کی پیشینٹ ہیں تو کل صبح گیارہ بجے تشریف لائیے گا۔" وہ ڈاکٹر میرب کی ٹائمنگ بتاتا اسے کل آنے کی ہدایت کے ساتھ ان سب کو باہر جانے کا اشارہ کر گیا۔

"جھوٹ۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے سید صاحب۔۔۔" کشمالہ کی آواز لڑکھڑا گئی تھی جبکہ ان میں سے کوئی بھی صورتحال کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"آپ نے در مکنون کو کہاں دیکھا تھا؟" ابرج کے لب ہلے۔

"مکنون کو ساجد نے ویٹنگ ایریا میں دیکھا تھا اور ان کے بتانے کے بعد میں شک کی تصدیق کو اس کمرے میں آئی تھی۔ مکنون یہیں تھی۔" وہ بے قراری سے کمرے میں نگاہ دوڑاتی، پریشانی سے بولتی چلی گئی۔

"میں آپ لوگوں سے بول رہا ہوں کہ آپ لوگ کمرے سے باہر تشریف لے جائیں اور اپنی گفتگو باہر جا کر فرمائیں۔ یہ ہاسپٹل کا کمرہ ہے اسے اپنے گھر کا لاؤنج نہ بنائیں۔" وارڈ بوائے غصہ سے بولا۔ کشمالہ مزید کہتی، رکی اور اسے گھورنے لگی۔

"بکواس بند کرو اور شرافت سے بتاؤ مجھے ڈاکٹر میرب اور اس کی معاون نرس کہاں ہے اور وہ لڑکی یہاں سے کہاں گئی جسے ہاسٹل کی وارڈن یہاں لے کر آئی تھی۔" کشمالہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ اس گہرے رنگ کے قدرے خبیث شخص کا منہ نوچ لے۔ جو لاعلمی کا اظہار کرتا انھیں گمراہ کرنے کی کوشش میں تھا۔

"زبان سنبھال کے بات کرو محترمہ!" وارڈ بوائے دبے دبے انداز میں غرایا وہ تین عورتیں اور دو مرد تھے اور وہ تین عورتوں کو تو نظر انداز کر سکتا تھا لیکن ان دو مردوں کو نہیں جو اسے ہی جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"تم کس لڑکی کی بات کر رہی ہو میں نہیں جانتا اور ڈاکٹر میرب آج چھٹی پر ہیں اس لیے من گھڑت داستان نہ سناؤ اور یہاں سے چلتی بنو۔" وہ کشمالہ کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتا۔ بہت لحاظ کر کے بھی اسے کافی سنا گیا۔

"تمیز سے بات کرو۔" ابان سختی سے بولا۔

"دیکھیے صاحب یہ محترمہ کیا بول رہی ہیں میں نہیں جانتا۔ آپ سب لوگ یہاں سے جائیں۔ مجھے بستر کی چادریں درست کر کے کمرہ لاک کرنا ہے۔" وہ فوراً ہی مودب بن کر بولا۔

"تم بھی ان ضمیر فروش عورتوں کے ساتھ ملے ہوئے ہو تمھیں کوئی خوف خدا نہیں ہے دوسرے کی بہن بیٹیوں کی عزت داؤ پر لگانے والوں کے ساتھی ہو۔" کشمالہ چلائی۔ وہ سب ہکا بکا سے کھڑے تھے۔ پل بھر کو وارڈ بوائے کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

"آپ لوگ شاید ایسے باز نہیں آئیں گے مجھے ہاسپٹل انتظامیہ اور سیکیورٹی کو بلانا پڑے گا۔" وہ خود کو کمپوز کر کے دھمکیوں پر اتر آیا۔

"انتظامیہ کو تم کیا بلاؤ گے۔ میں بلاتی ہوں اور ساری دنیا کو بتاؤں گی کہ ہاسپٹل کے نام پر انسانی خدمت اور علاج کی آڑ میں تم سب کیا کر رہے ہو کیسے لوگوں کی پشت پناہی کر رہے ہو۔" وہ وارڈ بوائے کی دھمکی پر سلگ کر بولی۔

"کشمالہ۔۔۔" ابان اسے مزید بولنے سے روک گیا اور وہ لب بھینچتی۔ ابان کے اشارے پر کمرے سے نکل آئی۔

"میں کشمالہ سے بات کرتا ہوں تم اور ایلیفیہ یہاں رک کر اس وارڈ بوائے پر نظر رکھو۔" ابان کمرے سے نکلتے

ہی ابرج سے بولا اور وہ لوگ سائیڈ پر آن کھڑے ہوئے۔ رات کے سوا بارہ بج رہے تھے۔اس لیے ہاسپٹل میں ہر سو خاموشی کا راج تھا۔

"مجھے اب آپ تمام بات تفصیل سے بتایئے۔" وہ باہر کھڑے ساجد سے مصافحہ کرتا دھیمے سے کشمالہ کو مخاطب کر گیا۔ معصومہ سہروردی ابان کے برابر کھڑی تھیں جبکہ کشمالہ اپنے شوہر ساجد کے ساتھ کھڑی تھی۔اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

اس نے نم لہجے میں بتانا شروع کیا کہ وہ چونکہ امید سے تھی لہذا منتھلی چیک اپ کے لیے آئی تھی اور کچھ ٹیسٹ کروانے گئی تھی جبکہ اس کا شوہر ساجد اس کا انتظار گاہ میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا وہ جب واپس لوٹی تو ساجد نے اسے بتایا کہ اس نے یہاں درمکنون کو دیکھا ہے۔

"کشمالہ، آپ کی دوست درمکنون کو میں نے یہاں ہاسپٹل میں دیکھا ہے۔" ساجد کا لہجہ پریشان کن تھا۔

"مکنون کو۔۔۔ آپ نے سچ میں مکنون کو یہاں دیکھا ہے۔" وہ سنتے ہی بے ربط ہوئی۔

"ہاں! وہ درمکنون ہی تھیں۔ مجھے انھیں پہچاننے میں دقت ضرور ہوئی لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ مجھ سے پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔" وہ بیوی کو یقین نہ کرپاتے دیکھ اپنی بات پر زور دے کر بولا۔

"وہ کس طرف گئی ہے؟" کشمالہ بے چینی سے پوچھ گئی۔

"درمکنون اکیلی نہیں تھیں دو عورتیں ساتھ تھیں وہ شاید کسی ہاسٹل کا ذکر کرتیں ایک عورت سے کچھ بولی تھیں جس پر وہ عورت غصہ کا اظہار کرتی انھیں تقریباً گھسیٹ کر سامنے کمرے میں لے گئی۔" ساجد نے بتاتے ہوئے اپنے شک کا بھی اظہار کیا کہ درمکنون کسی مشکل میں ہے۔

"آپ، ایسا کریں یہاں رک کر میرا انتظار کریں اور اگر مجھے آنے میں زرا بھی تاخیر ہو تو آپ بھی کمرے میں آجایئے گا۔" وہ کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔

وہاں پہنچ کر اسے نہ صرف ساجد کی کہی بات پر یقین آیا تھا وہ درمکنون کو دیکھ بے تابانہ اس کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ ڈاکٹر اور اس کے سامنے بیٹھی عورت کی گفتگو نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے اور وہ پوشیدہ رہ کر صورتحال جاننے و سمجھنے کی کوشش میں لگ گئی تھی۔ اس نے اس کمرے میں آنے سے قبل اپنا سیل فون سائیلنٹ پر لگا دیا تھا۔ سوچ سے زیادہ سنگین صورتحال کا سامنا کرنے پر اس نے بہت مختصراً ساجد کو یہاں کا احوال بذریعہ میسیج بتایا اور ساتھ ہی اسے کہا تھا کہ وہ اندر آنے کی بجائے باہر ہی اس کا انتظار کرے اور اس نے ڈاکٹر میرب سے بات کی تھی انھیں کثیر رقم کے لالچ اور گارنٹی کے طور پر شادی پر سید ابان بخاری کی طرف سے دیا جانے والا تحفہ وہ سونے کی بھاری چین ڈاکٹر میرب کے حوالے کر دی

تھی کیونکہ وہ چین در مکنون کی عزت، اس کی اور اس کے بچے کی زندگی سے قیمتی ہر گز نہ تھی۔ وہ ڈاکٹر میرب سے ڈیل کر کے باہر آئی تھی اور ساجد کو مختصراً تمام تفصیل بتا کر اس نے سید ابان بخاری کو کال ملائی تھی۔

"سید صاحب، کشمالہ بات کر رہی ہوں۔" اس نے سید ابان بخاری کے کال کاٹ کر خود کال کرنے پر کال پس کرتے ہی دھیمے مگر پریشان کن لہجے میں ابان کی طرف سے بھیجی جانے والی سلامتی کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر تو ہے کشمالہ، آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں۔" کشمالہ کو اپنے تعارف کی ضرورت کبھی نہیں پڑی تھی۔ مضطرب لہجے میں کروایا تعارف ہی ابان کو چونکا گیا تھا۔

"پتہ نہیں سید صاحب خیریت ہے کہ نہیں ہے۔ میں سمجھ نہیں پا رہی کہ زندگی کے جس مقام پر کھڑی ہوں اسے کس نہج پر جا کر سوچوں اور سمجھنے کی کوشش کروں۔" بولتے ہوئے اس کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا۔

"کشمالہ، آپ جانتی ہیں آج کل میں زندگی کے کس مشکل و نازک دور سے گزر رہا ہوں اس لیے مجھ میں اور حوصلہ نہیں ہے اچھی، بری جو بھی خبر ہے بس بتا دیں بنا کسی کسوٹی پر پرکھے۔" سید ابان بخاری جو ابرج کے کہنے پر بہن کی تلاش کے لیے حیدرآباد جانے کے لیے نکل رہا تھا۔ کشمالہ کی بے وقت کی کال پر عجیب سی پریشانی محسوس کرتا، دھیمے مگر آزردہ لہجے میں بولا تھا۔

"در مکنون، مل گئی ہیں اور وہ یہاں حیدرآباد میں ہیں۔" کشمالہ آنسو پینے کی کوشش کرتی دھیمے سے بولی۔

"کیا۔۔ آپ سچ کہہ رہی ہیں۔۔۔ سچ میں در مکنون آپ کے پاس ہے؟" کشمالہ کی بات سن کر ابان پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ بے ربط ہو گیا۔

"میرے پاس نہیں ہے۔ میرے سامنے ضرور ہے۔" اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیسے وہ سب اپنے منہ سے ابان کو بتائے جو سن آئی تھی، دیکھ آئی تھی۔

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔ مکنون ٹھیک تو ہے؟" کشمالہ کی لڑکھڑاتی آواز نے ابان کی خوشی کافور کر دی۔ وہ بے چینی سے بول پڑا۔

"سید صاحب، مکنون ٹھیک نہیں ہے وہ بہت بڑی مشکل میں پھنس گئی ہے اس کی عزت، اس کی اپنی اور اس کے بچے کی جان خطرے میں ہے۔ آپ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں حیدرآباد آ جائیں۔" وہ لرزتے لہجے میں بولتی رونے لگی۔ ساجد نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ضبط کرنے و حوصلہ سے کام لینے کا آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

سید ابان بخاری کے کھڑے کھڑے قدم لڑکھڑا سے گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں کشمالہ۔" وہ کانپتے لہجے میں اتنا ہی بول پایا۔

"یہاں کی صورتحال آپ کو کال پر بتانا بھی چاہوں تو نہیں بتا سکتی بس آپ جلد پہنچنے کی کوشش کریں کیونکہ مکنون بہت برے لوگوں کے درمیان پھنس گئی ہے اور میں ۔۔۔ ان لوگوں کا اکیلے مقابلہ نہیں کر پاؤں گی۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

"میں حیدرآباد کے لیے فوراً ہی نکل رہا ہوں لیکن آپ مجھے کچھ تو بتائیں۔ مکنون کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ کیا ہوا ہے اسے ۔۔۔؟" وہ عابیہ کے اشارے، اس کا کندھا ہلا کر بات جاننے کی ہر کوشش کو نظر انداز کرتا تیزی میں باہر کی طرف بڑھا تھا۔

"میں بس اتنا ہی جان و سمجھ پائی ہوں کہ مکنون یہاں شاید کسی ہاسٹل میں رہ رہی تھی اور وہ ہاسٹل اچھا نہیں ہے۔ مکنون پریگننٹ ہے اور اس ہاسٹل کی وارڈن مکنون کا ابارشن کروانا چاہتی ہے۔" کشمالہ بہت ضبط کے ساتھ لرزتے لہجے میں جتنی ممکن تھی تفصیل بتاتی چلی گئی۔ کشمالہ کی بات سن کر چلتے چلتے اسے شدید ٹھوکر لگی وہ منہ کے بل گرتا کہ اس کے پیچھے آئی عابیہ نے اس کا بازو تھام کر اسے گرنے سے بچالیا۔

"کشمالہ، ایسا نہیں ہونا چاہئیے ۔۔۔ میرے آنے تک پلیز خدا کے لیے آپ کچھ کریں ۔۔۔ ایسا نہیں ہونا چاہئیے۔" وہ تو لاعلم تھا کہ اس کی بہن کے گھر اتنی بڑی خوش خبری ہے اور آج بات علم میں یوں آئی تھی کہ خوشی کے لباس پر غم کے چھینٹے پڑے تھے۔ خوشی کا علم ہی تب ہوا تھا جب خدانخواستہ خوشی چھن جانے کو تھی۔ اس کی تو روح تک کانپ اٹھی تھی۔

سید ابان بخاری کی نم آلود آواز کشمالہ کو بے چین کر گئی تھی اس نے اذیت سی محسوس کر کے رابطہ ہی منقطع کر دیا تھا۔

ٹوں ٹوں کی آواز ابان کے کان میں گونجنے لگی۔

"ابان، بتائیے کیا ہوا ہے؟ مکنون کہاں ہے؟" وہ ابان کی پریشانی محسوس کرتی، اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھتے ہوئے تڑپ کر پوچھ گئی۔

"مکنون، حیدرآباد میں ہے لیکن وہ بہت بڑی مشکل میں ہے تم دعا کرو بیہ کہ میں اپنی ماما جان کی دُر کو باحفاظت اور زندہ سلامت واپس لانے میں کامیاب ہو جاؤں۔" اس نے بس ایک نظر بیوی کے پریشان چہرے پر ڈالی اور داہنے ہاتھ کی آستین کے کف سے آنسو رگڑتا تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"آپ نے تو کہا تھا کہ مکنون یہاں ہے تو پھر وہ کہاں گئی؟" معصومہ سہروردی تفصیل سن کر بولیں۔

"میں اور ساجد جب سے یہیں ہیں۔ مکنون اندر تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ وہ دونوں عورتیں اور ڈاکٹر و نرس کب کیسے مکنون کو لے کر فرار ہو گئیں جبکہ میں تو مستقل اسی کمرے میں تھی جہاں مکنون تھی۔" کشمالہ سوچنے و سمجھنے سے یکسر

قاصر تھی۔

"ان سب لوگوں کے یہاں پہنچنے سے قبل جب تم چکرا کر گرنے لگی تھیں اور تمھیں ڈاکٹر میرب نے تمہارے بہت منع کرنے پر بھی ڈرپ لگائی تھی مجھے لگتا ہے یہ سب اسی وقت ہوا۔" ساجد نے اسے یاد دلایا۔ کشمالہ لب بھینچ گئی کہ یہی سب تو ہوا تھا۔ وہ لوگ کوئی شام پانچ بجے ہاسپٹل آئے تھے ان کا نمبر آتے اور ٹیسٹ وغیرہ سے فارغ ہوتے آٹھ بج گئے تھے اور تب ہی مکنون ملی تھی اور وہ ان لوگوں پر نظر رکھنے کے چکر میں وہیں تھی کبھی ٹہلتی تو کبھی بیٹھتی وہ شدت سے ابان کے آنے کی منتظر تھی اور کنڈیشن ایسی تھی کہ ٹینشن و فکر نے بی پی ڈاؤن کر دیا تھا اور ڈاکٹر میرب جو موقع کی تلاش میں تھی اس نے دوسرے کمرے میں لے جا کر ڈرپ لگا دی تھی جو وہ دس منٹ بعد ہی نکال کر بستر سے اتر گئی تھی اور اسی وقت ابان کی کال آنے لگی تھی اور وہ جس کمرے میں مکنون تھی وہاں جانے کی بجائے ابان کو دیکھنے باہر کی طرف بڑھ آئی تھی اور تقریباً بیس منٹ بعد جب وہ کمرے میں پہنچی تو مکنون اور وہ چاروں عورتیں وہاں سے غائب تھیں۔

"کشمالہ، میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ آپ مکنون کو ہاسپٹل سے اپنے گھر لے جائیں تو آپ نے یہیں رک کر میرا انتظار کیوں کیا؟" وہ تفصیل سن بے بسی سے بولا۔

"میں مکنون کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن وہ ڈاکٹر میرب کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے والی رقم کے لالچ میں میرا ساتھ دے رہی ہیں لیکن وہ ہاسٹل کی وارڈن سے بگاڑ پیدا نہیں کر سکتیں اس لیے مجھے جب تک وہ نہ کہیں مجھے یہیں رک کر انتظار کرنا ہو گا اور میں ان کے ساتھ کاپریٹ نہیں کروں گی تو وہ میری کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کریں گی۔" وہ اپنا آپ مجرم سمجھتے ہوئے شرمندگی سے بولتی، رونے لگی۔

"کشمالہ۔۔۔" ابان نے کچھ کہنا چاہا لیکن کشمالہ نے اسے موقع ہی نہ دیا۔

"سید صاحب، در مکنون کی عزت پر بات نہ بنی ہوتی تو میں اس عورت کی دھمکیوں میں ہرگز نہ آتی، شور ہنگامہ کر کے ہاسپٹل انتظامیہ کو ملوث کر لیتی مگر مجھے ڈر تھا کہ اس طرح بات میڈیا تک نہ پہنچ جائے۔۔۔ مجھے معاف کر دیں میں مکنون کی حفاظت نہ کر سکی وہ عورتیں اسے یہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔" وہ ہچکیوں سے روتی باقاعدہ ابان کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔

"اس سب کا خود کو الزام نہ دیں اور حوصلہ کریں کہ اس وقت آپ ہی ہیں جو مکنون تک پہنچنے میں ہماری معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔" وہ اذیت سی محسوس کرتا، دھیمے سے بولا۔

☆☆☆☆☆☆

"تم اپنی بکواس بند کر کے جانے کی تیاری کرو ایک گھنٹہ بعد تمھاری امریکہ کی فلائیٹ ہے۔" مسز شاہ نے آناً فاناً

بیٹی کے باہر جانے کا بندوبست کر دیا تھا اور اسے محض دو گھنٹہ قبل ہی بتایا تھا اور تب سے اس کا سخت رد عمل ان کے سامنے آرہا تھا وہ بیٹی کو محبت سے سمجھا سمجھا کے تھک گئیں تو سختی سے حکمیہ انداز میں بولیں۔

"میں کوئی چند سال کی چھوٹی بچی نہیں ہوں جسے آپ اپنی مرضی کے تابع کر کے اپنی انگلی کے اشارے پے چلانا چاہتی ہیں۔ میں امریکہ نہیں جانا چاہتی۔ بہتر ہو گا۔ آپ اپنا اور میرا وقت برباد نہ کریں۔" وہ جو اپنی بات پر ڈٹی تھی۔ ماں کو غصہ میں آتے دیکھ، ان سے زیادہ غصہ سے بولتی چلی گئی۔ مسز شاہ کا چہرہ مارے خجالت کے سرخ پڑ گیا۔

"عود جانو، یہ آپ ماما سے کیسے بات کر رہی ہو۔" ان ماں بیٹی کو بہت دیر سے آپس میں الجھتے دیکھتے احسن شاہ بیٹی کی بدلحاظی اور بیوی کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھ کر بولے۔ انداز میں نرمی تھی۔ کیونکہ وہ بیٹی کے تیور دیکھ چکے تھے اور اس کو اور غصہ نہیں دلانا چاہتے تھے۔

"آپ، مجھے سمجھانے کی بجائے مام کو بتائیں کہ میں کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہوں جس پر یہ اپنی مرضی لاگو کرتی جا رہی ہیں۔ جب میں نے کہا مجھے ملک سے باہر نہیں جانا تو یہ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔" وہ اب بھی دھیمی نہیں پڑی تھی۔

"آپ، کیوں نہیں جانا چاہتی ہو باہر پہلے بھی تو آپ باہر رہی ہو زندگی کا آدھے سے زیادہ حصہ آپ نے ملک سے باہر گزارا ہے اور اب یہ اتنا سختی سے انکار۔۔۔ آخر کیا وجہ ہے؟" وہ مصالحت پسندی سے دھیمے لہجے میں بولے۔

"مجھے ملک سے باہر جانے پر نہیں۔ مام کے زبردستی بھیجنے پر اعتراض ہے۔" وہ ماں کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتی باپ سے بولی۔

"مائی چائلڈ، آپ کی مام صرف اس لیے فورس کر رہی ہیں کہ آپ کی میریڈ لائف کے جو اشوز ہیں انھوں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا ہے۔ آپ کی سوشل لائف ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ آپ کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤ گی تو بہتر محسوس کرو گی۔" وہ بیٹی کو خود سے لگاتے ہوئے بہت محبت و شفقت سے بولے۔

"میں ڈسٹرب ضرور ہوں ڈیڈ لیکن کچھ عرصہ تک سیٹ ہو جاؤں گی۔ آپ اور مام پریشان نہ ہوں۔" وہ اب کے دھیمے سے بولی۔

"تم ملک سے باہر جا رہی ہو اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" مسز شاہ غصہ سے چلائیں۔

"میں کہیں نہیں جا رہی اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔" وہ ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بدلحاظی سے بولی۔

"تڑاخ! جسٹ شٹ یور ماؤتھ۔۔۔" مسز شاہ ٹیمپر لوز کرتیں بیٹی پے ہاتھ اٹھاتے ہوئے چیخیں۔ عبرود تو ساکت

وہ بھرپور مخالفت کر رہی تھیں یہ نوبت تو تب بھی نہ آئی تھی اور آج وہ اس پر ہاتھ اٹھا گئی تھیں۔

"میں جانتی ہوں آپ مجھے یہاں سے اس لیے بھیج دینا چاہتی ہیں تاکہ محسن مجھے با آسانی طلاق دے دے لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ جب تک میں خود طلاق لینا چاہتی تھی تب تک بات الگ تھی لیکن وہ مجھے طلاق دے میری توہین کرے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔" وہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے کھڑی تھی۔ احسن شاہ بیوی پے غصہ ہونے لگے تھے۔ ان کی حرکت پر خفگی کا اظہار کر رہے تھے تب وہ خود کو کمپوز کر کے بولی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے ہی نہیں کچھ دیر بعد احسن شاہ کے بہت روکنے پر بھی گھر سے بھی نکلتی چلی گئی۔

عبرود غصہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے گھر سے نکلی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اس کی تیز رفتار کار اس کے قابو سے باہر ہوگئی تھی۔ اس کی کار سے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ معروف سڑک پر نسوانی دلدوز چیخیں بلند ہوئیں تھیں۔

حادثے کے نتیجے میں دونوں کاریں اور دونوں میں موجود ڈرائیور (جو کہ لڑکیاں تھیں) شدید متاثر ہوئے تھے۔

عبرود کی ونڈ اسکرین کا شیشہ بری طرح چکنا چور ہو گیا تھا۔ شیشے کے کئی ٹکڑے اس کے چہرے کی جلد میں کھب گئے تھے اور وہ تکلیف کی شدت سہہ نہ پاتے ہوئے بے ہوش ہوگئی تھی۔ جبکہ عبرود کی کار کا شکار ہونے والی کار چلاتی لڑکی بھی شدید زخمی ہوئی تھی۔

معروف سڑک تھی ٹریفک جام ہو گیا تھا لیکن جو ان ذخمی لڑکیوں کو ہاسپٹل لے جاتا اتنا خدا ترس شخص وہاں سے جیسے گزرا ہی نہ تھا۔

خون روانی سے بہہ رہا تھا۔ عبرود تو دوسرے ہی پل بے ہوش ہو چکی تھی جبکہ دوسری جانب موجود لڑکی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ بیس منٹ بعد وہاں رش لگنے لگا۔ میڈیا اور پولیس جائے حادثہ پر پہنچ گئے۔ ایمبولینس آگئیں جن میں انھیں ڈال کر ہاسپٹل لے جایا گیا۔

گاڑیوں سے برآمد ہونے والے موبائل فون سے اہل خانہ سے رابطہ کیا گیا۔ احسن شاہ اور مسز شاہ ایک گھنٹہ میں ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹرز عبرود کی کنڈیشن کو لے کر بالکل بھی پر امید نہ تھے۔ اس کو بظاہر کوئی چوٹ نہیں لگی تھی لیکن اس کا چہرہ بری طرح متاثر ہوا تھا۔ بیٹی کے حسین چہرے کو خون میں ڈوبا دیکھ کر وہ دونوں میاں بیوی ہی پوری جان سے لرز گئے تھے۔

عبرود ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس سے محبت بے پناہ تھی۔ مسز شاہ تو اپنی خود پسند فطرت کے زیر اثر بیٹی کو بھی نظر انداز کر دیتی تھیں لیکن احسن شاہ کی تو بیٹی میں جان بستی تھی۔

"آپ، لوگ دعا کریں۔" ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں کہہ کر چلا گیا۔ احسن شاہ کو اپنی دنیا اندھیر ہوتی محسوس ہوئی۔

ان کے تو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی مفلوج ہو گئی تھی۔ مسز شاہ نے حواس قابو کرتے ہوئے ملک کے بہترین اسکین اسپیشلسٹ کو کال کر لیا تھا۔ وہ ذرا سی بھی بے احتیاطی اور لاپرواہی سے بیٹی کا چہرہ مسخ نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے بہترین معالج کا بندوبست کرتیں اس بات سے بالکل انجان تھیں کہ ان کی بیٹی کی گاڑی سے جس لڑکی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ وہ ہاسپٹل پہنچنے کے چالیس منٹ اور اپنے اہل خانہ کے پہنچنے کے محض دس منٹ بعد کچھ راز کھولتی، کچھ باتیں ان کہی چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ وہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ باپ تو عرصہ پہلے فوت ہو گیا تھا۔

لیکن اکلوتی بیٹی کی ناگہانی موت نے ماں کو زندہ در گور کر دیا تھا اور بھائی جسے اپنی اکلوتی چھوٹی بہن سے شدید محبت تھی وہ بہن کی اچانک موت پر بری طرح ٹوٹ چکا ہے۔

مسز شاہ بیٹی کی زندگی بچانے کے لیے کوششوں میں لگیں جان نہیں سکی تھیں کہ ان کی بستر مرگ پر پڑی بیٹی قاتلہ بن گئی ہے۔ ان کی بیٹی کے سبب اک گھر میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔

اور عبرود اس نے زندہ رہنا تھا یا موت کی وادی میں اتر جانا تھا؟

یا جس حسین چہرے پر وہ فخر کرتی تھی وہ چہرہ مسخ ہو جانا تھا؟

یہ فیصلہ چند ساعتوں کی دوری پر تھا۔۔۔ کیونکہ جو فصل بوئی تھی اس کے کاٹنے کا وقت سر پر آن پہنچا تھا اور انسان دوسرے انسان پر ظلم کر کے اس انسان سے تو بچ سکتا ہے لیکن اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔

دنیا مکافات عمل ہے سزا اور جزا کا فیصلہ مالک کل کے ہاتھ میں ہے۔ جو زندہ تھی اس کا فیصلہ بھی اللہ نے کرنا تھا اور جو مر گئی تھی اس کا فیصلہ بھی اللہ نے کر دیا تھا۔ کیونکہ ظالم کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔۔۔۔!!!

☆☆☆☆☆☆

"اس وارڈ بوائے پر نظر رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہیں ہے۔ نہ ہی اتنی دیر میں اس نے کسی سے یا کسی نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لہذا ہمیں اپنے طور پر ہی کچھ کرنا ہو گا۔" ابرج سہروردی نے ان لوگوں کے درمیان رکتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ہاسپٹل انتظامیہ سے رابطہ کرنا چاہیے۔ یوں وقت ضائع کرنا ہرگز بھی مناسب نہیں ہو گا۔" بیٹے کی بات سن کر معصومہ سہروردی بولیں۔

"انتظامیہ کو انوالو کرنا اگر دو خاندانوں کی عزت نیلام کرنے کے مترادف نہ ہوتا تو میں ایسا کر چکی ہوتی۔۔۔ مگنون جن لوگوں میں پھنس گئی ہے بات حلق سے نکلی تو فلک پر جائے گی۔۔۔" کشمالہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی۔

"کشمالہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے ہمیں اپنے طور پر ہی مکنون کی تلاش جاری رکھنی ہو گی۔" ایلیفیہ نے ترنت کشمالہ کی حمایت کی۔ کشمالہ اسے ممنون نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"کشمالہ، آپ ہاسٹل کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟" ابرج اذیت و ذلت سی محسوس کر کے اندر ہی اندر مرتا بظاہر بہت نارمل انداز میں بولا۔ وہ تو اس وقت ہی مر سا گیا تھا جب ابان نے اس سے کال پر کہا تھا کہ:

"مکنون کا پتہ تو چل گیا ہے لیکن وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ جس ہاسٹل میں وہ مقیم تھی وہ ہاسٹل کی آڑ میں جو کچھ کر رہے ہیں میں اپنے منہ سے کہہ نہیں سکتا لیکن بس تم سے اتنا کہوں گا کہ جتنی جلدی ممکن ہو حیدر آباد پہنچو مکنون وہاں کسی ہاسپٹل میں ہے وہاں اسے اس کے ہاسٹل کی وارڈن ابارشن کے لیے لائی ہے دیر ہوئی تو شاید تم زندگی بھر خود سے نظر تک نہ ملا سکو۔" ابان راستہ میں تھا ڈرائیونگ کر رہا تھا لیکن اسے یہی مناسب لگا تھا کہ وہ کشمالہ سے ہوئی بات سے ابرج کو لا علم نہ رکھے کیونکہ چاہے ابرج ہی مکنون کے گھر سے نکل جانے کی انتہائی قدم اٹھانے کی وجہ بنا تھا لیکن وہ مکنون کا شوہر اور اس کے ہونے والے بچے کا باپ تھا اسے وہ لا علم رکھ کر زندگی اور مشکل نہیں بنا سکتا تھا۔

تفصیل ایسی تھی کہ ابرج سہر وردی کی تو پوری دنیا ہی ہل گئی تھی۔ جو عورت اس کے نکاح میں تھی اس کے برے رویے سے تنگ آ کر گھر کی دہلیز عبور کرتی برے ہاتھوں تک پہنچ گئی تھی اور اس میں کس کا قصور تھا اس کا خود کا۔۔۔ عزت کا محافظ تھا لیکن وہی عزت داؤ پر لگانے کا سبب بن گیا تھا۔۔۔ مزید انکشافات جو اس پر ہو رہے تھے دل کر رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"میرے اللہ! ان حالات کا میں ذمہ دار ہوں لیکن وہ لڑکی تو بے قصور ہے اسے میرے کیے کی سزا نہ دے۔ میرے منفی رویوں و سوچ کی بھینٹ میری اولاد کو نہ چڑھا بس اک موقع دے دے مجھے میرے مالک!" ابرج نے بھیگتی آنکھوں سے مالک کل سے من ہی من التجا کی۔

"حوصلہ رکھو۔ اللہ ضرور مکنون کی حفاظت کرے گا۔" سید ابان بخاری جو ان لوگوں کی باتیں سن گہری سوچ میں تھا۔ ابرج پر نظر پڑی تو اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ٹوٹتے حوصلوں کے ساتھ اسے حوصلہ دے گیا۔

بیٹے کی تکلیف انھیں اذیت دے رہی تھی۔ اور وہ کس قدر مجبور و بے بس تھیں بیٹے کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر۔۔۔ انھیں شدت سے سبحان بخاری یاد آئے تھے جو کہتے تھے کہ وہ دولت سے سب کچھ خرید سکتی ہیں لیکن رشتے اور محبت نہیں۔۔۔ وہ شخص جو ان کے سامنے اپنی محبت کا کاسہ پھیلا کر تڑپتا تھا اور وہ دولت کے پیچھے دوڑتیں اس شخص کی تڑپ کا مذاق اڑاتیں تھیں۔ آج ان کی بیش بہا دولت لا کر میں پڑی سڑ رہی تھی اور ان کا لختِ جگر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ وہ ماں کی طرح خود غرض تھا انھوں نے دولت کے لیے محبت بھرا دل توڑا اور ان کے بیٹے نے اپنی انا کے زعم میں محبت کی قدر نہ

کی ایک سچا پیار کرنے والا دل توڑ دیا اور اپنے لیے خسارے چن لیے۔

"ماما، مجھے نہیں آرہی سمجھ کہاں سے ڈھونڈ لاؤں مکنون کو، کیسے سب ٹھیک کر دوں۔" وہ ماں کی طرف مڑا اور ان کے ہاتھ تھام کر انتہائی بے بسی سے بولا۔

"یہ جگہ ان باتوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔ رات کا وقت ہے اور ہاسپٹل بھی زیادہ معروف اور بڑا نہیں ہے اس لیے انتظامیہ اتنی الرٹ نہیں ہے ورنہ اب تک ہم لوگوں کو مشکوک سمجھ کر تفتیش کا آغاز ہو گیا ہوتا لیکن جو ہوا نہیں ہو تو سکتا ہے اس لیے بہتر ہو گا ہم باقی باتیں باہر چل کر کریں۔" انھوں نے بیٹے کی تسلی دینے کے لیے خود کو بہت مجبور اور قلاش پایا اس لیے وہ خود کو کمپوز کر کے موضوع ہی بدل گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

"عبرود۔۔۔" وہ جو گہری میں نیند میں کسی خواب کے زیر اثر تھا۔ چلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کا پورا وجود پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ سانس بے ترتیب تھی۔ سوچ جیسے ٹھہری ہوئی تھی۔ دماغ بالکل ہی بلینک تھا۔ اس نے لائٹس آن کر دیں اور پانی کا ادھ بھرا جگ منہ سے لگا لیا۔ کچھ دیر میں اس کا ذہن دھیرے دھیرے جاگنے لگا تھا۔ خواب یاد آنے لگا تھا۔

اس نے خواب دیکھا تھا کہ عبرود کسی گھنیرے جنگل میں پھنس گئی ہے۔ بھیڑیے اور گدا اس کے تعاقب میں ہیں۔ وہ سرپٹ دوڑتی منہ کے بل گری۔ وہ جانے کہاں سے یکدم سے نمودار ہوا اور عبرود جہاں گری اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا۔ عبرود کو اس نے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس کا چہرہ گرد آلود تھا۔ آنکھوں میں گرد پڑ گئی تھی۔ وہ مہربان ہاتھ نہ دیکھ سکی اور پیچھے سے بھیڑیے نے اپنا بڑا سا منہ کھول کر اس کے پاؤں پر گرفت کی اور اپنی جانب کھینچ لیا۔ عبرود کی کربناک چیخ فضا میں بلند ہوئی اور وہ چیخ مار کر عبرود، عبرود چلاتا اٹھ بیٹھا۔

"یا اللہ رحم!" خواب جیسے ہی آنکھوں کے سامنے روشن ہوا۔ وہ بے ساختہ رب کی رحمت طلب کر گیا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ وہ بہت خوف زدہ تھا۔

"یا اللہ! عبرود کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔" اس کے دل سے التجا بلند ہوئی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ عموماً جلدی سو جاتا تھا۔ آج آفس میں بہت مصروفیت رہی تھی۔ اس لیے تکھاوٹ بہت تھی ۔ اس نے کھانا کھاتے ہی سو جانے کا سوچا ہوا تھا۔ لیکن وہ لوگ جس وقت کھانا کھا رہے تھے اس وقت اذان کی کال آگئی تھی اور اس نے تھکن کے باوجود کھانا کھا کر ماں کو بخاری ولاز چھوڑ دیا تھا۔ انھوں نے اندر چلنے کا کہا بھی تھا مگر اس نے معزرت کر لی تھی اور گھر آتے ہی چینج کر کے سو گیا تھا۔ سوئے ہوئے جانے کتنا وقت گزرا تھا کہ ڈراؤنے خواب نے خوف سے اس کی نیند کا تسلسل بکھیر دیا تھا اور وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"عبرود کہیں کسی مشکل میں نہ ہو۔ مجھے اسے کال کرنی چاہئیے۔" اس نے سوچا اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس دشمن جاں کو کال ملا گیا۔

"ہیلو عبرود تم ٹھیک ہو۔" بیل جاتی رہی رہی لیکن ریسیو نہیں کی گئی لیکن اس نے بھی ہمت نہ ہاری اور ساتویں بیل پر جیسے ہی کال ریسیو ہوئی۔ وہ سلام دعا کے بغیر پوچھ گیا۔

"عود، ٹھیک نہیں ہے۔" مردانہ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ وہ جو عبرود کے سیل پر کسی اور کو کبھی ایکسپیکٹ کر ہی نہیں سکتا تھا۔ احسن شاہ کی آواز نے اسے چونکایا۔ ان کے جملے نے اس کی بے چینیوں کو بڑھا دیا۔

"عبرود کو کیا ہوا ہے۔۔؟ کہاں ہے وہ۔۔۔؟ بتایئے، مجھے۔۔۔" وہ بے ربط ہوا۔

"عود کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔" عبرود کا موبائل احسن شاہ تک کیسے پہنچا تھا یہ اک لمبی کہانی تھی۔ جس کا مختصر بس اتنا ہی تھا کہ دنیا میں اچھے اور ایماندار لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ جس نے عبرود کے نمبر سے احسن شاہ کو ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا۔ اسی نے پولیس اور ایمبولینس کو بھی کال کی تھی اور عبرود کا قیمتی موبائل جس کی قیمت لاکھ سے اوپر تھی نہایت ایمان داری کے ساتھ احسن شاہ کے حوالے کر دیا تھا۔ اور احسن شاہ جو بیٹی کی حالت پر پریشان تھے۔ محسن کے کال کرنے پر اس سے کچھ نہ چھپا سکے۔

"مجھے، ہاسپٹل کا نام بتایئے۔ میں آرہا ہوں۔" وہ تفصیل سن کر بولا اور ان کا جواب سن کر واش روم کی طرف دوڑ گیا۔ نائیٹ گاؤن چینج کر کے موبائل اور وائیلٹ لے کر کمرے سے نکلا تو سامنا احسن سے ہو گیا۔ جس کا پڑھائی کے لیے رات گئے تک جاگنا معمول کی بات تھی۔

"بھیا، سب خیر تو ہے۔ اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہیں۔" احسن کی جیسے ہی محسن پر نظر پڑی وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"عبرود کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔ تم بس ماما کو کچھ مت بتانا۔" وہ جلدی جلدی کہتا گیراج کی طرف بڑھا۔

"ماما، تو آپی کی طرف گئی ہوئی ہیں۔ آپ خود ہی تو چھوڑ کر آئے تھے۔ آپ کہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں۔" احسن اس کے پیچھے آتے ہوئے بولا۔

"نہیں، تم گھر پر رہو۔ پاپا میرا پوچھیں تو انھیں مت بتانا فضول میں پریشان ہوں گے۔ میں وہاں پہنچ کر تمہیں، تمہاری بھابھی کی کنڈیشن کے بارے میں اپڈیٹ کرتا رہوں گا۔ تم، اپنی بھابھی کے لیے دعا کرنا۔" محسن چھوٹے بھائی کو ہدایت دیتا۔ تیزی میں گاڑی کی طرف بڑھا اور گاڑی اڑا لے گیا۔

"بھیا، بھابھی سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ بھابھی نے لیکن قدر نہ کی۔" احسن نے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے دل گرفتگی سے سوچا۔ کیونکہ وہ اب اتنا بھی بچہ نہیں تھا کہ عبرود کا جانا۔ اس کا ڈائیورس کا مطالبہ کرنا۔ محسن کا پریشان رہنا۔ کچھ بھی محسوس نہ کر پاتا۔ ہر بات سے ہی انجان رہتا۔

"اللہ کرے کہ بھابھی کو کچھ نہ ہو اور وہ ٹھیک ہو جائیں اور بھیا کی زندگی میں لوٹ آئیں۔" احسن نے صدق دل سے دعا کی۔ کیونکہ عبرود سے چاہے اس کی بے تکلفی نہ تھی۔ وہ اس کے بھابھی، بھابھی کر کے آگے پیچھے پھرنے پر ہمیشہ ہی برا مانتی رہی۔ اپنے ایٹیٹیوڈ میں رہی۔ لیکن اسے عبرود اپنے بھائی کے حوالے سے بہت عزیز تھی۔ اس لیے وہ اس کی زندگی کی سچے دل سے دعا کرتا۔ اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"کشمالہ، آپ کو اس ہاسٹل کا نام پتہ ہے کیونکہ یہاں سے تو کوئی سراغ نہیں ملا اس لیے ہمارا اس ہاسٹل تک پہنچنا ناگزیر ہو گیا ہے۔" باہر کی طرف بڑھتے ہوئے ابان نے پر سوچ انداز میں کشمالہ سے پوچھا۔

"مم، مجھے ہاسٹل کا نام تو نہیں پتہ لیکن مجھے اس ہاسٹل کی وارڈن کا نام پتہ ہے۔" کشمالہ جو گہری سوچ میں ڈوبی چل رہی تھی۔ ابان کی بات پر ہکلائی۔

"وارڈن کے نام سے تو معلومات کا ملنا اور ہاسٹل کے بارے میں کچھ بھی پتہ چلنا بہت مشکل ہے۔ ہاسٹل کا نام پتہ ہوتا تو ہم گوگل کے زریعے کچھ ہی منٹوں میں لوکیشن تک پہنچ سکتے تھے۔" ابان کی بے بسی اور پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

وہ سب ابرج کی گاڑی کے پاس آن کھڑے ہوئے تھے۔ ساجد نے کہا بھی تھا کہ وہ سب ان کے گھر چلیں لیکن ابان نے معذرت کر لی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وقت ضائع کرنا ہر گز بھی سود مند نہ ہو گا۔ اس لیے وہ آپس میں بات کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش میں تھا۔

"لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ہاسٹل کا نام ہی نہیں پتہ محض ہاسٹل کی وارڈن کے نام سے تو ہاسٹل کا اتہ پتہ معلوم ہونے سے رہا۔" معصومہ سہروردی بڑبڑائیں۔

"آپ تو کئی برسوں سے یہاں مقیم ہیں آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ کونسا ہاسٹل ہو سکتا ہے؟" ایلیفیہ نے ساجد کو مخاطب کیا۔

"حیدرآباد کوئی بہت چھوٹا سا شہر نہیں ہے۔ یہاں کئی بڑے ہاسٹل ہیں اور چھوٹے اور غیر معروف ہاسٹلز کا تو کوئی ریکارڈ بھی نہیں ہو گا جبکہ ہاسٹل کی آڑ میں وہ جس طرح کی غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہیں اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ حیدرآباد کا ایک غیر معروف ہاسٹل ہے۔" ساجد روانی سے بولا۔

"یہ تو کنفرم ہے کہ گوگل سے ہاسٹل کی انفارمیشن مل جائے گی کیونکہ مکنون نے گوگل کر کے ہی ہاسٹل سرچ کیا ہو گا ورنہ حیدرآباد کے ہاسٹل کا اسے کیا پتہ؟" کب سے خاموش کھڑا ابرج بول پڑا۔ اس کا اشارہ جس جانب تھا ابان اور ایلیفیہ بھی بے طرح چونکے۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ اتنا معروف ہاسٹل ہو گا کہ اس کی انٹرنیٹ سے تمام انفارمیشن کلیکٹ کی جا سکیں۔" ساجد اپنے موقف پر ڈٹا ہوا تھا۔

"ساجد کی بات کافی حد تک مجھے ٹھیک لگ رہی ہے اگر بالفرض ہاسٹل اتنا معروف نہیں ہے تو مکنون کو ہاسٹل کے بارے میں کیسے پتہ چلا یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔" کشمالہ کے لب ہلے اور وہ بولتی چلی گئی۔ ان سب کو اگر ابرج کی بات نے چونکایا تھا تو کشمالہ کی بات بھی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کروا گئی۔

"یوں سوچ کر باتوں میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیں پولیس کی مدد لینی چاہئیے۔ جو بدنامی مقدر میں لکھی ہے وہ مل کر رہے گی۔ اب بدنامی کے ڈر سے مکنون کو خطرے میں ڈالنا دانشمندانہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو گا۔" معصومہ سہروردی گویا کسی نتیجے پر پہنچ کر بولیں۔

"لیکن پھپھو یہ تو سوچیں کہ اس طرح ہمیں کشمالہ سے ملنے والی تمام انفارمیشن سے پولیس کو آگاہ کرنا ہو گا اور اس طرح بخاری خاندان اور سہروردی خاندان کی کس قدر بے عزتی ہو گی۔" ایلیفیہ کو گویا معصومہ سہروردی کی بات و فیصلہ سے اختلاف ہوا تھا۔

"مجھے بھی یہی مناسب لگتا ہے۔" ابرج کا انداز ٹھوس اور ماں کا حمایتی تھا۔

"تمھیں یہ مناسب بھی کیسے لگ سکتا ہے۔ در مکنون کی عزت۔۔۔"

"در مکنون کی عزت ہی تو داؤ پر لگی ہے صرف میری وجہ سے کہ میں اس کی عزت کا رکھوالا تھا۔ میں اس کی حفاظت نہیں کر سکا اسے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور اب جب جان گیا ہوں کہ وہ غلط ہاتھوں میں ہے تو خاندان کی نام نہاد عزت کے لیے چپ سادھے رہوں۔ تو اب یہ مجھ سے نہیں ہو گا مجھے مکنون چاہئیے۔" وہ چیخا۔ ایلیفیہ نے لب بھینچ لیے۔

"ہم نے پہلے بھی دو خاندانوں کی عزت کا سوچتے معاملات کو زیادہ از خود سنبھالنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ زیرو۔۔۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے ہمیں معاملات کی سنگینی کو مد نظر رکھ کر ایکشن لینے اور حساس اداروں کی مدد لینے کی اشد ضرورت آن پڑی ہے۔" معصومہ سہروردی بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"پولیس کی مدد تو آپ لوگ لے ہی چکے لیکن پولیس کتنی معاون ثابت ہوئی یہ آپ سب کو بھی علم ہے۔۔۔ اس لیے میں تو یہی کہوں گی کہ جو کیا جائے اپنے طور پر کیا جائے۔" کشمالہ ان کی گفتگو سن کر بولی۔ معصومہ سہروردی نے اسے

جواب دینے کی بجائے ابان کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کا موقف و فیصلہ جاننا چاہتی ہوں۔

"میں تو جس دوراہے پر کھڑا ہوں۔ کچھ کہنے سے قاصر ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ مجھے کیسے بھی بس میری بہن مل جائے۔" ابان کا لہجہ تھکن سے چور تھا۔ معصومہ سہر وردی کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ ابرج کا سیل فون بجنے لگا۔

"رات کے اس وقت عائشہ آپی کی کال۔۔۔" اس نے جیب سے فون نکال کر جیسے ہی اسکرین پر نگاہ ڈالی بلنک ہوتا نمبر اسے فکر مند کر گیا۔

"ہیلو، آپی اس وقت کال کی سب خیریت ہے؟" اس نے سلام دعا کے بغیر کال پیس کرتے ہی پوچھا۔

"عائلہ کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" عائشہ نے بھیگے لہجے میں اپنی اکلوتی نند کی اچانک موت کی خبر دی۔

"واٹ۔۔۔" وہ بے یقینی سے چلایا۔ معصومہ سہر وردی اور وہ سب ابرج کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا بول رہی ہے عائشہ؟" معصومہ سہر وردی پوچھے بنا نہ رہ سکیں کیونکہ وہ لوگ کسی کے بھی علم میں لائے بنا حیدرآباد آئے تھے۔

"عائلہ کی کچھ دیر قبل ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات ہو گئی ہے۔" اس نے ماں کو بتایا اور وہ زیر لب "اناللہ وانا الیہ رجعون" پڑھتے ہوئے کال کی جانب متوجہ ہو گیا جبکہ دوسری جانب موجود عائشہ نے اس سے کہا۔

"ابرج، میری بات غور سے سنو۔" عائشہ کی آواز بھیگی ہوئی اور قدرے پر اسرار تھی ابرج اپنی پریشانی میں لیکن محسوس نہ کر سکا۔

"آپی، ماما اور میں ایک ضروری کام سے شہر سے باہر ہیں فوراً آنا تو ممکن نہیں لیکن کل صبح تک آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔" وہ عائشہ کی بات کے درمیان بولا۔

"کون سے شہر اور کب گئے ہو آپ لوگ، جانے سے پہلے ماما نے بھی بتایا نہیں۔" عائشہ حیرت و مایوسی سے بولی۔

"اچانک ہی جانا پڑا۔۔ بہت معذرت آپی اس مشکل وقت میں، میں اور ماما آپ کے پاس نہیں ہیں اور میں زیادہ دیر بات بھی نہیں کر سکتا۔" وہ عائشہ کی بات کا جواب دیے بنا گہری سنجیدگی سے بولا اور لائن کاٹتا کہ عائشہ کے غیر متوقع سوال نے اسے روک لیا۔

"مکنون کہاں ہے؟" عائشہ کی آواز ائیر پیس سے ابھری۔

"آپی، میں بول رہا ہوں نا کہ اس وقت بات۔۔۔"

"جو پوچھا مجھے وہ بتاؤ۔" وہ غصہ سے بولنے لگا تھا کہ عائشہ اس کی بات کاٹ کر اس سے زیادہ غصہ سے بولی۔

"بخاری ولاز میں ہے لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" اس نے وہی جھوٹ بولا جو کافی عرصہ سے دونوں بہنوں سے

بولا جارہا تھا۔ معصومہ سہروردی نے بہو کے گھر سے جانے کی خبر بیٹیوں سے بھی یہ کہہ کر کہ وہ میکے میں ہے پوشیدہ رکھی تھی۔

"وہ وہاں نہیں ہے اس لیے تم مجھے سچ بتاؤ کہ مکنون کہاں ہے؟" عائشہ اتنے یقین سے بولی کہ وہ اسے جھٹلا نہیں سکا۔

"آپی، مکنون گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ کہاں یہ میں بھی نہیں جانتا۔ میں اور ماما، ابان کے ساتھ اس کی ہی تلاش میں شہر سے باہر ہیں۔ دعا کریں کہ مکنون مل جائے ورنہ آپ کا بھائی عمر بھر خود سے بھی نظر نہیں ملا سکے گا۔" وہ گہری یاسیت سے بولتا چلا گیا۔

"مکنون حیدرآباد میں ہے ابرج۔۔" عائشہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"آپ، آپ کو کیسے معلوم۔۔" ابرج کے لب ہلے۔

"مجھے عائلہ نے بتایا ہے۔" عائشہ کہتے ہوئے رو پڑی۔

"عا۔۔۔ عائلہ۔۔۔ عائلہ۔۔۔ نے۔۔۔ کک۔۔۔ کیا۔۔۔ بول رہی ہیں آپ؟" وہ بے ربط ہوا۔

"عائلہ کا بہت برا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اس نے زیادہ کچھ تو نہیں بتایا بس وہ بہت کوشش کے بعد یہی بتا سکی کہ مکنون حیدرآباد میں "ایم ہاسٹل" میں ہے۔" وہ تفصیل بتاتے ہوئے رو دی۔

"آپی میں اس وقت حیدرآباد میں ہی ہوں۔۔۔ میں ہاسٹل پہنچ کر آپ کو اطلاع دوں گا۔ اللہ حافظ۔" اس نے خاموشی سے تفصیل سن کر کہا اور عائشہ کے کچھ کہنے سے قبل ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

"عائشہ آپی نے کیا کہا؟" سب کے چہرے سوالیہ نشان بنے ہوئے تھے۔ ایلیفیہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"وہ سب بعد میں بتاتا ہوں تم جلدی سے ڈیٹا آن کرو اور "ایم ہاسٹل" کی لوکیشن چیک کرو۔" اس نے اپنا ڈیٹا آن کرتے ہوئے ساتھ ہی ایلیفیہ کو بھی ہدایت دی۔

"ابان، ہاسٹل کا پتہ چل گیا ہے ہم لوکیشن سرچ کر کے وہاں فوراً پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔" وہ موبائل فون پر انگلیاں چلاتے ہوئے مصروف سے انداز میں ابان سے بولا۔

"اس نام سے تو کوئی ہاسٹل ہی نہیں ہے۔" ایلیفیہ مایوسی سے بولی۔

"کیا نام بتایا آپ نے؟" ساجد نے اسے مخاطب کیا۔

"ایم ہاسٹل۔" ابرج نے نظر اٹھائی۔

"اس نام کا ہاسٹل میں نے آج تک نہیں سنا۔" ساجد نے اپنا اندازہ ظاہر کیا۔

"گوگل پر بھی اس نام سے کوئی ٹیب شو نہیں ہو رہی۔" ابرج کی مایوسی بھی بڑھی۔

"عائشہ نے تم سے کیا کہا اسے ہاسٹل کا نام کیسے پتہ لگا؟" معصومہ سہر وردی نے پوچھا۔ اس نے تفصیل سے سب کو آگاہ کر دیا۔

"عائلہ کیسے جانتی ہے یہ مسٹری تو کراچی جا کر ہی کھلے گی۔ لیکن اس نے اگر مرنے سے پہلے ہاسٹل کا نام بتایا ہے تو اس نے جھوٹ نہیں کہا ہو گا۔" ایلیفیہ تفصیل سن کر ترنت بولی۔

"ہاسٹل کا نام پتہ لگا ہے تو اب یہ ہے کہاں کیسے لگے گا پتہ؟" ابان بڑبڑایا۔ طویل سفر اور ذہنی اذیت کی تھکاوٹ نے اعصاب شل کر دیے تھے۔ اس کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے اب وہ بچوں کی طرح رو دے گا۔

"ہمیں لوگوں سے پوچھ پوچھ کر پہنچنے کی کوشش کرنا ہو گی۔ اس لیے ہم سب دو حصوں میں تلاش کا آغاز کرتے ہیں۔" ساجد نے مشورہ دیا۔

"ساجد کا مشورہ بالکل مناسب ہے میں پہلے کئی بار حیدر آباد آیا ہوں اس لیے میں اللہ کا نام لے کر اپنے طور پر تلاش کا آغاز کرتا ہوں۔ ساجد آپ ابرج کے ساتھ جائیں راستے بتانے میں اس کی مدد کیجیے گا۔" ابان نے کہا۔ وہ بہت سالوں پہلے وہ بھی دن کی روشنی میں ہی آیا تھا لیکن ابرج کی آسانی کے خیال سے اس نے ساجد کو اس کے ساتھ جانے کا کہہ دیا۔

ابان کے اس ایثار کو ابرج نے صاف محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں کھل چکی تھیں اور قلب میں وسعت پیدا ہو گئی تھی وہ چیزوں کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ خلوص کو دل سے محسوس کر سکتا تھا۔۔۔!

"میں اس شخص کے سامنے کبھی اٹھ نہیں سکوں گا۔" اس نے ابان کے بے ریا لیکن آزردگی کے مظہر چہرے سے نگاہ ہٹا کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سوچا۔

"کشمالہ، آپ سید صاحب کے ساتھ جائیے۔" ساجد نے بیوی سے کہا اور ابرج کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"آنٹی، آپ میرے ساتھ آجائیے۔ میری ہمت بس ٹوٹنے کو ہے۔ مجھے ماں کی دعاؤں کی، ماں کے ساتھ کی بہت ضرورت ہے۔" ابان نے بیٹے کی گاڑی کا بیک ڈور کھول کر گاڑی میں بیٹھتی ہوئیں معصومہ سہر وردی سے کہا۔ انھوں نے نظر اٹھائیں۔ وہ سخت آزردہ اور تکلیف میں لگا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر آن بیٹھی اور کشمالہ کے بیک سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

سفر پھر شروع ہو گیا تھا۔

امید پھر زور پکڑنے لگی تھی۔

مایوسی کے سائے لہرانے لگے تھے۔

دعاؤں میں شدت آنے لگی تھی۔

http://paksociety.com

مایوسی کی جگہ یقین سر اٹھانے لگا تھا۔

رات کے دو بج چکے تھے۔ وہ لوگ سڑکوں کی خاک چھانتے پھر رہے تھے۔ سڑکیں ویران تھیں۔ رہنمائی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یوں لگنے لگا تھا جیسے وہ بے مقصد گاڑیاں دوڑا رہے ہیں۔

یوں ہی گھنٹہ گزر گیا۔ ابرج نے عائشہ کا نمبر ملایا۔

"آپی، ہاسٹل اب تک نہیں ملا۔ نیٹ سے کوئی انفارمیشن نہیں مل پا رہی۔ آپ نے نام ٹھیک سنا تھا؟" وہ عائشہ کے کال پیس کرتے ہی بولا۔

"ہاں! ابرج، مجھ سے نام سننے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی عائلہ نے "ایم ہاسٹل" ہی بولا تھا۔" عائشہ کا لہجہ بہت بھاری تھا۔

"آپ، عائلہ کا سیل فون چیک کریں کیا پتہ فون ہسٹری سے کوئی انفارمیشن مل سکے۔" اس نے جس مقصد سے کال کی تھی۔ وہ کہہ گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں چیک کر کے، تمھیں کچھ دیر تک کال بیک کرتی ہوں۔" عائشہ نے لائن کاٹ دی۔ وہ گاڑی روکے عائشہ کی کال کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ بعد عائشہ نے کال کر کے جو کچھ بتایا وہ ابرج کے لیے لاکھ حیرت کا باعث سہی لیکن خوش آئند بھی تھا اس نے ابان کو نمبر اور لوکیشن سینڈ کی اور گاڑی "دی ایم ایم ہاسٹل" کے راستے پر ڈال دی۔ وہ جس وقت مطلوبہ ہاسٹل پہنچا رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ اس نے پہنچ کر ابان سے رابطہ کیا اس نے کہا کہ اسے پہنچنے میں وقت لگے گا اس لیے وہ اس کا انتظار نہ کرے اور اندر جا کر معلومات حاصل کرے۔ ابرج ڈوبتے دل کے ساتھ گاڑی سے اترا اور گارڈ سے بات کرنے لگا۔ رات کے آدھی پہر گارڈ نے انھیں اندر جانے سے صاف منع کرتے ہوئے صبح کے وقت آنے کے لیے کہہ دیا۔

"آپ میڈم شاہینہ سے کہیں کہ ان سے کچھ لوگ ارجنٹلی ملنا چاہتے ہیں۔" ابرج نے ہزار ہزار کے کئی نوٹ گارڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ گارڈ نے پیسے تھامے اور انٹر کام کر دیا۔ انھیں انتظار کرتے کوئی چالیس منٹ گزرے تھے۔ ابان بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ گارڈ اتنے لوگوں کو دیکھ سوچ میں پڑ گیا اور اتنے لوگوں کو اندر بھیجنے پر ہچکچاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ اسے شک میں مبتلا ہوتے دیکھ ابرج نے پھر کئی ہرے نوٹ اس کی مٹھی میں دبائے اور گارڈ نے نوٹوں کی مہک محسوس کرتے ہوئے تمام شکوک و شبہات کو سائیڈ پر کر کے دروازہ کھول دیا۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا بات ہوئی ابرج سے؟" تیمور نے پوچھا۔ عائشہ کچھ بول نہ سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کیا ہوا ہے عائشہ بتاؤ پلیز۔" تیمور بیوی کو خود سے لگاتے ہوئے بولا۔

"میں نے عائلہ کو کبھی مسکان سے کم نہیں سمجھا تیمور لیکن اس نے میرے ساتھ اتنا برا کیا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" وہ ہچکیوں سے روتی چلی گئی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا کہ ہوا کیا ہے۔ سارا قصہ ہے کیا اور عائلہ کیسے جانتی تھی کہ بھابھی حیدرآباد کے ہاسٹل میں ہیں۔" وہ جو بہن کی بہت اچانک موت پر سخت افسردہ تھا۔ اس گھتی کو سلجھا نہیں پا رہا تھا۔

"عائلہ نے ہی بھابھی کو ہاسٹل بھیجا تھا۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی۔ تیمور کو شدید حیرت کا جھٹکا لگا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" تیمور کے لب ہلے۔

"آپ سے اتنی سی بات برداشت نہیں ہوئی ساری تلخ حقیقتیں کیسے برداشت کریں گے۔" وہ سسکی۔ تیمور اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"عائلہ، بھابھی سے رابطے میں تھی۔ ان کے درمیان کب اتنی دوستی ہوئی کہ بھابھی، عائلہ سے اپنی ہر بات شئیر کرنے لگیں۔ مجھے تو کیا کبھی ابرج کو بھی اندازہ نہ ہو سکا۔" عائشہ نے کہنا شروع کیا۔

"تفصیلات میں نہ جاؤ۔ صرف وہ بتاؤ جو عائلہ آخری سانسوں کے درمیان کہہ کر بھی بہت کچھ ان کہا چھوڑ گئی۔" تیمور کو اپنی بہن سے بہت محبت تھی۔ اس کی موت کا صدمہ ہی وہ جھیل نہیں پا رہا تھا۔ ابھی تو اس نے بہن کو قبر میں بھی نہ اتارا تھا کہ جانے کون سے کھاتے کھل رہے تھے، کون سی خطائیں منظر عام پر آ رہی تھیں۔ وہ خود کو سنبھالتا بھی تو کیسے۔۔۔؟

"بھابھی گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور اس میں عائلہ معاون تھی۔۔۔ یا یوں کہوں کہ اس نے ہی بھابھی کو گھر چھوڑنے پر اکسایا تھا تو غلط نہ ہو گا۔" عائشہ ہموار لہجے میں بولی۔

"تم میری بہن پر کوئی الزام۔۔۔"

"الزام نہیں ہے اور ثبوت عائلہ کے سیل فون میں موجود ہے۔" اس نے بات کاٹ کر کہا اور سیل تیمور کی طرف بڑھا دیا۔

"عائلہ سے میں نے اتنی محبت تو کبھی نہیں کی جتنی آپ کرتے ہو لیکن میں نے عائلہ کو ہمیشہ عزیز رکھا لیکن اس نے میرے میکے کی خوشیاں برباد کر دیں۔ عائلہ نے بھابھی کو جو ہاسٹل ریکمنڈ کیا وہ ہاسٹل نہیں فحاشی کا اڈہ ہے۔ عائلہ نے مجھ سے میرے بھائی سے کون سی دشمنی نبھائی۔" وہ کہتے ہوئے سسکیاں بھرنے لگی۔

تیمور تو یوں خاموش تھا جیسے قوت گویائی سے ہی محروم ہو گیا ہو۔

"عائلہ کو ابرج سے محبت تھی میں نے اس کے لیے پر خلوص کوشش کی لیکن نہ ماما راضی تھیں نہ ہی ابرج تو بات آگے نہ بڑھ سکی۔ ابرج کی شادی ہو گئی اور عائلہ نے یہ کس بات کا بدلہ لیا۔۔۔ یہ کیسی سزا منتخب کی عائلہ نے ابرج کے لیے ۔۔۔ یہ کیسی محبت تھی عائلہ کی کہ اس نے ابرج کی عزت داؤ پر لگادی۔" وہ ہچکیوں سے روتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔

"تیمور میری بھابھی کا کیا قصور تھا کہ عائلہ نے اتنا برا کیا۔ دوستی کر کے بھروسہ توڑ دیا۔ عمر بھر کے خسارے میری بھابھی کا مقدر کر دیے۔" اس کی ہچکیاں بڑھنے لگی تھیں۔ تیمور نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ جیسے رونا بھول گئی۔ بہت تڑپ کر اس نے تیمور کے جڑے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ تیمور اک لفظ بھی نہ بول سکا بس بیوی کو نم نگاہوں سے دیکھتا پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔ عائشہ دم سادھے بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"احسن، تم نے اس محسن کو کیوں بتایا ہے؟" وہ جو ڈاکٹر سے کال پر مصروف تھیں۔ اس وقت تو ان سے کچھ کہہ نہ پائیں لیکن جب کال اینڈ کر دی تو ان کو ناگواری سے دیکھنے لگیں۔

"محسن، ہماری عود سے سچی محبت کرتا ہے۔" وہ بیوی کے غصہ سے پڑے سرخ چہرے کو دیکھ کر بولے۔

"یہ الہام تمھیں کب ہو گیا؟" وہ چڑ کر بولیں۔

"جس طرح اس نے عبرود کی خیریت کا کال کر کے پوچھا تو مجھے یہی لگا کہ اسے عبرود سے سچی محبت ہے۔ اسے ہم نے عبرود کے ایکسیڈینٹ کا نہیں بتایا لیکن اس کے انٹیمنشنز نے اسے بتایا کہ عبرود کسی مشکل میں ہے اور وہ کال کر گیا۔" جس طرح محسن نے کال ریسیو ہوتے ہی پوچھا تھا۔

"تم ٹھیک ہو عبرود۔" احسن شاہ تو محسن کے سامنے جیسے جھک گئے تھے۔

"ایسا ہی بڑا وہ کوئی گیانی بابا ہے۔۔۔ اونہہ۔" انھوں نے شوہر کو محسن کے لیے دل کو نرم پڑتا دیکھ نخوت سے ہنکارا بھرا۔

"یہ وقت ہمارے لیے بہت کٹھن ہے یار، اپنے غصہ و نفرت کو اس وقت تو قابو میں رکھو۔ چاہے محسن تمھیں پسند نہیں ہے لیکن یہ مت بھولو کہ تمھاری بیٹی اس کے نکاح میں ہے۔" وہ اتنی بری صورتحال میں کہ جب ان کی بیٹی سخت تکلیف میں تھی۔ زندگی و موت کی کشمکش میں تھی۔ ان کی بیوی کو اس وقت بھی نفرتیں نہ صرف یاد تھیں۔ وہ ان نفرتوں کو اس وقت بھی نبھانے کو تیار تھیں۔

"زیادہ اس شخص کی حمایت نہ کرو وہ مجھے زہر لگتا ہے اور بس ایک بار عود ٹھیک ہو جائے تو میں نے طلاق کا قصہ ہی

نمٹا دینا ہے۔" وہ اپنے مخصوص سرد قدرے بے حس انداز میں بولیں۔ احسن شاہ نے چپ سادھ لی کہ وہ بیوی سے بحث میں کبھی جیت نہیں سکے تھے اور انھیں اگر خیال نہ تھا تو وہ انھیں اس وقت احساس دلا بھی نہیں سکتے تھے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ دیر یونہی خاموشی رہی تھی کہ محسن نعمانی چلا آیا تھا۔ اس کو دیکھ انھیں نئے سرے سے غصہ آنے لگا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔" مسز شاہ کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہاں آجائے گا۔ وہ تو اسی پر غصہ کر کے چپ کر گئی تھیں کہ محسن کو پتہ لگ گیا ہے۔ یہ نہیں خیال گزرا تھا کہ وہ دوڑا دوڑا یہاں چلا آئے گا۔

"عبرود کہاں ہے۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے؟" اس نے ان کی بات نظر انداز کر کے احسن شاہ سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہے یا نہیں یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تم یہاں سے چلتے بنو۔" وہ اشتعال میں آچکی تھیں۔

"عبرود میری بیوی ہے۔" وہ ضبط کر کے بولنے کو تھا کہ وہ اس کے عین سامنے رکتے ہوئے گہرے طنز سے جتاتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"عبرود سے تمھارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ عود تمھیں خلع کے پیپر بھیج چکی ہے۔ تماشہ لگانے سے بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔" وہ دبے دبے انداز میں غرائی تھیں۔ کیونکہ میڈیا کے نمائندے آس پاس ہی موجود تھے۔ اس لیے وہ ضبط کرنے پر مجبور تھیں۔ وہ تو احسن شاہ نے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے کوریج نہیں ہونے دے تھی البتہ میڈیا پر خبر نشر ضرور ہو گئی تھی کہ ملک کے نامی گرامی صنعت کار احسن شاہ کی بیٹی کی کار حادثہ کا شکار ہو گئی ہے اور جو گاڑی عبرود شاہ کی گاڑی کے زیر اثر آئی تھی اس میں موجود لڑکی جاں بحق ہو گئی ہے۔ احسن شاہ بات کو کسی حد تک سنبھال گئے تھے لیکن میڈیا کی طاقت سے وہ اس وقت جب بہت دکھ اور صدمہ کی سی کیفیت میں تھے نبرد آزمائی نہیں کر سکتے تھے۔

تیمور کے بھی علم میں یہ بات آگئی تھی کہ عائلہ کی گاڑی جس کی گاڑی کے سبب حادثہ کا شکار ہوئی۔ وہ لڑکی اسی ہاسپٹل میں سیریس حالت میں موجود ہے۔ مگر اس نے نہ اس لڑکی کو بد دعا دی تھی نہ ہی نیوز رپورٹر کے سوال در سوال کا کوئی جواب دیا تھا۔ وہ بس یہی بولا تھا:

"ایکسیڈنٹ چاہے جس کی بھی غلطی کے سبب ہوا میری بہن اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ اور میری بہن کا نعم البدل دنیا کی کوئی بھی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں کوئی کیس بنانا نہیں چاہتا۔ میں بس دعا ہی کر سکتا ہوں کہ جو دکھ ہمارے گھرانے پر ٹوٹا ہے وہ دوسرے فریق کے گھر پر نہ ٹوٹے۔ اللہ اس لڑکی کو زندگی عطا کر دے۔" وہ صحافیوں کے منہ بند کرتا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ احسن شاہ اور مسز شاہ کے علم میں اس لڑکی کے بھائی کا بیان آگیا تھا اور انھوں نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ معاملات جو از خود سنبھل گئے تھے۔ پولیس کیس بنتے بنتے رہ گیا تھا۔ ان کی بیوی اپنی کم عقلی سے معاملات بگاڑ دینا چاہتی تھی۔

جس بات کی خبر کسی کو نہ تھی۔ جو بات ابھی دو گھرانوں تک محدود تھی۔ وہ بچگانہ رویہ سے اس بات کو میڈیا میں نشر کرنے پر تل گئی تھیں۔ احسن شاہ کو آج بیوی پر شدید غصہ آنے لگا تھا۔ وہ دبے دبے انداز میں انھیں اپنی آکورڈ پوزیشن کا احساس دلا گئے۔

"بی ہیو۔۔۔! یہ ہاسپٹل ہے اور یہ مت بھولو کہ ہماری بیٹی آئی سی یو میں ہے۔" وہ بیوی کو ناگواری سے دیکھ رہے تھے۔

"میڈیا کی موجودگی کو فراموش نہ کرو۔ نارملی بی ہیو کرو جو اشوز ہیں وہ ہم بعد میں سالو کر لیں گے۔" وہ تقریباً بیوی کے کان میں گھس کر بولے۔ اور وہ محسن کو گھورتے ہوئے فاصلے پر جا کھڑی ہوئیں۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟" اس نے احسن شاہ سے پوچھا۔

"دونوں گاڑیوں کے تصادم کے نتیجے میں عود کی گاڑی کی ونڈ اسکرین ٹوٹ گئی تھی۔ شیشے کے کئی ٹکڑے عود کے چہرے میں پیوست ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹرز پر امید نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے عود کا بچنا بہت مشکل ہے اور کوئی معجزہ ہو گیا تو اس کا چہرہ اصل حالت میں رہ پائے گا کہ نہیں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" احسن شاہ نے ڈاکٹرز سے ملنے والی تمام تفصیل داماد کے گوش گزار کر دی۔

محسن نے تفصیل سن کر دل کو ڈوبتا محسوس کیا اور بظاہر چپ سادھ کر دل ہی دل میں رب سے مناجات کرنے لگا۔

اس کے وہاں پہنچنے کے کوئی بیس منٹ بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر کو دیکھ وہ تینوں ہی اس کی طرف لپکے۔

"پیشنٹ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔ چہرے و گردن کی جلد میں کھبے شیشے کے ٹکڑے نکال دیے گئے ہیں۔ آپ لوگ دعا کریں کہ ان کا چہرہ بگڑنے سے محفوظ رہے اور چہرہ اپنی پرانی ہیئت میں برقرار رہے۔" ڈاکٹر کا انداز قدرے پیشہ ورانہ تھا۔ مسز شاہ کے قدم کھڑے کھڑے لڑکھڑا گئے تھے۔

"احسن۔۔۔" مسز شاہ کے آنسو گرنے لگے۔

"تم نے رابطہ کیا ہے نا ملک کے مایہ ناز اسکن اسپیشلسٹ سے۔۔۔ ہم اپنی جان لگا دیں گے ہماری بیٹی کو، اس کے چہرے کو کچھ نہیں ہو گا۔ تم فکر نہ کرو۔" احسن شاہ نے ڈوبتے دل سے بیوی کی ہمت بندھائی جبکہ جس حالت میں انھوں نے بیٹی کا چہرہ دیکھا تھا۔ انھیں اچھے سے پتہ تھا کہ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ ڈرماٹولوجسٹ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکیں گے۔

"مجھے میری بیٹی کے چہرے پر اک داغ نہیں چاہئیے احسن، سنا تم نے۔۔۔ کنسلٹنٹس بلاؤ۔۔۔ پلاسٹک سرجن کال کرو لیکن مجھے میری بیٹی کا وہی بے داغ حسین چہرہ چاہئیے۔" وہ شوہر کے سینے سے لگیں رو دیں۔ بیٹی کی تکلیف،

اس کے ممکنہ عیب نے اس پتھر میں چوٹ لگادی تھی۔

محسن نے بہت ضبط سے ڈاکٹر کی بات سنی اور ڈوبتے دل کے ساتھ وہ آئی سی یو میں چلا آیا۔

"آپ پلیز، باہر رکیں۔ کچھ دیر تک پیشنٹ کو پرائیوٹ روم میں داخل کر دیا جائے گا۔ تب آپ مل لیجئے گا۔" نرس اسے اندر دیکھ کر بولی۔ محسن نے سنے کو ان سنا کر دیا اور بیڈ کے پاس آن رکا۔ اس کا پورا چہرہ معہ گردن پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ صرف اس کے ہونٹ اور آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ اللہ نے کرم کر دیا تھا جو کوئی شیشہ اس کی آنکھوں میں نہیں گیا تھا ورنہ اس کی بینائی بھی جاسکتی تھی۔ محسن پر نظر پڑتے ہی عبرود کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اسے اس حالت میں دیکھ محسن جس کرب سے گزر رہا تھا۔ یہ بس وہی جانتا تھا۔ اس نے عبرود کا ہاتھ تھام لیا۔

"عبرود، میں نے تم سے بہت محبت کی ہے۔۔۔ میرے لیے تمہارا حسین چہرہ نہیں تم معنی رکھتی ہو۔۔۔ تم میرا عشق ہو عبرود، مجھے چھوڑ کر مت جانا۔۔۔ اس کڑے وقت میں میرے لیے حوصلہ کرلو۔۔۔ زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔" وہ شدت کرب سے بولتا۔ رو دیا۔ وہ خاموش آنسو بہاتی رہی۔ لب کپکپانے لگے۔

"تم میری زندگی ہو عبرود، میں نے تمھیں چھوڑنا کبھی نہیں چاہا۔ تمہارے خلع کے نوٹس نے میرا کلیجہ چھنی کر دیا تھا۔۔۔ طلاق کا جو تم سے کہا تو بس اس لیے تاکہ تم اس سب کو انا کا مسئلہ بنا کر مجھ سے طلاق کے فیصلہ سے پیچھے ہٹ جاؤ۔" وہ جانتا تھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔ اور یہ ساری باتیں اس وقت کرنے کی نہیں ہیں لیکن اسے تمام باتیں اسی پل کلئیر کرنا مناسب لگا تھا۔ اس کے دل سے بدگمانی نکال کر اسے حوصلہ دینا ضروری تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں تمھیں، تمھیں کھونا نہیں چاہتا۔۔۔ مجھ پر اعتبار رکھنا کہ میں ہر حال میں تمھارا ساتھ دوں گا۔۔۔" وہ روتے ہوئے کہتا چلا گیا۔

"محسن۔۔۔" اس کے لب کانپے۔

"کچھ مت کہو عبرود بس اللہ پر یقین رکھو۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔" وہ اس کے ہاتھ پر لب رکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" وہ سسکی۔

"عبرود۔" وہ اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر گیا۔

"تم ایسا کچھ نہ کہو۔۔۔ نہ سوچو جو تمھیں اور مجھے تکلیف دے بس اتنا یاد رکھو یہ مشکل وقت گزر جائے گا۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ اور اشارے سے نہ رونے کا کہہ گیا تھا۔ اس کے پیچھے آئی سی یو تک آئے وہ دونوں میاں بیوی اس کی گفتگو سن کر رو دیے تھے۔ مسز شاہ نے تو آگے بڑھ کر محسن کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"آنٹی۔۔" وہ ان کے ہاتھ تھام گیا۔

"آپ میرے لیے میری ماما کی طرح قابل احترام ہیں۔ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ انشاءاللہ یہ کڑا وقت گزر جائے گا۔" وہ دھیمے سے بولا اور ان کے آنسو صاف کر گیا۔

"بیٹوں کے ہوتے مائیں روتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں۔" وہ بہت اپنائیت اور ادب سے ایسے ہی بولا جیسے زبیدہ نعمانی سے کچھ کہا کرتا تھا۔ مسز شاہ آگے سے کچھ نہیں بولیں کہ ان کے لیے تو اسٹیٹس، دولت ہی سب کچھ تھا لیکن زندگی کے اس موڑ پر وہ محسن کے خلوص، اس کی محبت اور اپنائیت کے ہاتھوں ہار گئیں تھیں۔ لیکن اتنا حوصلہ نہ تھا کہ اپنی شکست کا اعتراف کرتیں اس لیے اس کے سامنے سے ہٹ کر بیٹی کو دیکھنے لگی تھیں۔ اس کی ہمت بندھانے لگی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"آپ لوگ کون ہیں اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔؟" جس وقت وہ لوگ آگے پیچھے وارڈن کے آفس میں داخل ہوئے۔ وارڈن اپنی کرسی پر براجمان تھی۔ جس کا چہرہ و آنکھیں صاف کچی نیند سے جاگ کر آنے کا مظہر بنے ہوئے تھے لیکن اس لہجہ بڑا ہی ہموار اور قدرے پیشہ ورانہ تھا۔

"ہیلو میم آئی ایم **انٹیلیجینس** آفیسر سید ابان بخاری اینڈ دے آر مائی انٹائیر ٹیم۔۔۔" سید ابان بخاری کا لہجہ بہت ہموار تھا اس کے چہرے پر عجیب سی مرعوبیت طاری تھی۔ وارڈن تو سیٹ سے یوں اچھل کر کھڑی ہوئی جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ وہ کچھ بول بھی نہیں پائی تھی کہ اس کی نظر اندر داخل ہوتے ساجد اور کشمالہ پر پڑی۔ وہ ان دونوں کو ہاسپٹل میں دیکھ چکی تھی۔ کشمالہ کو تو ڈاکٹر میرب نے دکھایا تھا اور بعد میں انھوں نے کشمالہ کو ساجد کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ اس لیے وارڈن ان دونوں کو پہچان گئی تھی۔

"ہم آج ہاسپٹل میں ملے تھے لیکن بات نہیں ہو سکی تھی سوچا مل کر بات کی جائے۔" کشمالہ مسکرا کر یوں بولی جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ یہ سارا پلان ابان کا ترتیب دیا ہوا تھا اس لیے کشمالہ کا مائنڈ میک اپ تھا وہ روانی سے ابان کا ساتھ دیتے ہوئے بولی تھی۔

"سر، میں تو کہتی ہوں۔ پہلے ہماری ٹیم کی ہیڈ کو بھی یہاں بلا لیا جائے پھر بات کا آغاز ہو تو زیادہ بہتر ہو گا۔" معصومہ سحر وردی وارڈن کی چیئر کے سامنے پڑی چیئر پر ہاتھ جماتے ہوئے سامنے ہونق بنی کھڑی وارڈن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے مخصوص خود اعتماد اور دوسرے کو زیر کر لینے والے انداز میں بولیں۔

"آپ لوگ **انٹیلیجنیس** کی طرف سے آئے ہیں تو پہلے اپنا کارڈ شو کریں خود کو **انٹیلیجینس** آفیسر پروف کریں پھر آگے بات چیت کا آغاز کرنے کا سوچیں۔" وارڈن نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں وہ عرصہ دراز سے اس دھندے میں ملوث تھی ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ رہا تھا۔ وہ **انٹیلیجینس** آفیسر سن کر لمحہ بھر کو کانپ

http://paksociety.com

اٹھی تھی لیکن اب وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"محترمہ ہمیں آدھی رات کو آفیسر آفیسر کھیل کر مارے مارے پھرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ابرج کڑک لہجے میں بولا۔ ابان اسے اپنے آئیڈیے سے آگاہ کر چکا تھا۔ ان کے پاس ٹائم کم تھا اس لیے ابان نے ابرج کو کال کر کے اسپیکر آن کر دیا تھا اور یوں وہ سب بھی ابان کے پروگرام سے آگاہ ہو گئے تھے۔ ان کی پلاننگ بہت کمزور ہے۔ یہ وہ اچھے سے جانتے تھے۔ وہ عورت انتہا کی شاطر ہے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا اس لیے انھوں نے کم از کم خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا تھا۔

"میں کہوں کہ میں ڈاکٹر ہوں تو آپ بھی مجھ سے پہلے ثبوت مانگیں گے لہذا بنا ثبوت کے میں آپ کی بات نہیں مانوں گی۔" وہ اپنی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"بات ثبوت کی ہے تو پہلے محترمہ آپ ثبوت فراہم کیجیے کہ یہ ویمن ہاسٹل ہے اور آپ اس ہاسٹل کی وارڈن ۔۔۔۔" ابرج بولا اور عین وارڈن کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اس عمارت کی پیشانی پر جلی حروف میں درج ہے "دی ایم ایم ویمن ہاسٹل" شاید آپ نے نہیں پڑھا جاتے ہوئے پڑھ لیجیے گا لیکن جانے سے قبل یہ نیم پلیٹ دیکھتے جایئے۔" وارڈن نے مزاق اڑانے والے انداز میں کہتے ہوئے سیدھے ہاتھ کی طرف رکھی اپنی نیم پلیٹ ابرج کے سامنے کر دی۔

"عمارت کی پیشانی پر ہاسٹل لکھ کر تم شریف عورتوں کی پیشانی کو بدنامی و رسوائی سے داغ دیا کرتی ہو۔ اس ہاسٹل کی آڑ میں یہاں کیا چل رہا ہے میں اچھے سے جانتا ہوں۔" ابرج غصہ کھوتا چلایا۔

"محترم بہتر ہو گا پہلے اپنی شناخت کروائیں پھر بے بنیاد الزامات لگایئے گا۔" وارڈن بھی غصہ سے دوبدو بولی۔

"پہچان کی بات کرتی ہو تو بلاؤ نایاب کو۔" ابرج ٹیبل پر ہاتھ مارتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کون نایاب؟" وارڈن گڑبڑا کر منمنائی۔

"وہی نایاب جس کی تم نے بالیاں پہنی ہوئی ہیں۔" ابان نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے۔ وارڈن کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔ یہ بالیاں در شہوار کی تھیں جو وہ مستقل پہنے رہتی تھیں اس لیے انھیں پہچاننے میں وہ غلطی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ در شہوار کی وفات کے بعد تو در مکنون کو کسی چیز کا ہوش نہیں تھا نہ ہی اس نے اپنی شادی کی تیاری میں انٹرسٹ لیا تھا۔ کیا چیز آئی؟ کب آئی؟ جہیز میں کیا دیا؟ اسے خبر نہ تھی۔ لیکن اس نے در شہوار کی بالیاں اور وہ چین جو وہ مستقل پہنے رہتی تھیں عابیہ سے خصوصی طور پر کہا تھا کہ وہ اسے دے دی جائیں اور عابیہ نے در شہوار کی تمام جیولری اسے دے دی تھی۔ جسے وہ وقتاً فوقتاً نکال کر دیکھتی رہتی تھی اور گھر چھوڑنے سے قبل اس نے ماں کی جیولری کے علاوہ کچھ بھی ساتھ نہیں لیا تھا اور

http://paksociety.com

صدمہ ہوا تھا اس کا بس چلتا تو وہ کھینچ کر اتار لیتا۔ لیکن وہ اتنا بد لحاظ اور بے مروت انسان نہیں تھا اسے آج اپنی نرمی اپنی با مروت عادت پر بھی شدید غصہ آیا تھا۔

"یہ میری اپنی بالیاں ہیں اور نایاب نام کی کوئی لڑکی اس ہاسٹل میں مقیم نہیں ہے۔ بہتر ہو گا آپ لوگ میرا وقت ضائع نہ کریں کیونکہ آپ کی باتوں سے صاف پتہ لگ گیا ہے کہ آپ انٹیلیجنس آفیسر نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا کوئی پروف ہے آپ کے پاس لہذا میں گارڈ کو بلاؤں اس سے پہلے آپ لوگ خود تشریف لے جائیں۔" وارڈن نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے روانی سے جھوٹ بولا اور ساتھ ہی دھمکیوں پر اتر آئی تھی۔

"نایاب کو ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بنا بلاؤ ورنہ چھ کی چھ گولیاں تمھارے اس غلیظ سازشی دماغ میں اتار دوں گا۔" ابرج کی برداشت ختم ہو گئی تھی وہ پینٹ کی پچھلی پاکٹ سے ریوالور نکال کر وارڈن پر تان گیا۔ اس کی چیخ بڑی بے ساختہ تھی ۔ ابان کو ابرج کی حرکت قبل از وقت لگی لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا اس لیے اس نے بھی ریوالور نکال کر وارڈن کو نشانہ بنالیا۔

"کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو۔" وہ اپنی کرسی پر بیٹھی کانپ رہی تھی۔ بولی تو خوف اس کے لہجے سے عیاں تھا۔

"میں نایاب کا شوہر ہوں۔ اسے لے جانے آیا ہوں کاپریٹ کرو گی تو یہی تمھارے حق میں بہتر ہو گا ورنہ کچھ دیر میں یہاں پولیس آجائے گی اور تم جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہو گی۔" ابرج کا لہجہ زہر خند تھا۔ وارڈن کو اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔

"مم میں بلاتی ہوں نایاب کو۔۔۔" اس نے کانپتے لہجے میں کہتے ہوئے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہوشیاری کرنے سے پہلے سوچ ضرور لینا کہ ہماری پہنچ بہت اوپر تک ہے۔" ابرج غرایا۔

"عائزہ، نایاب کو فوراً میرے کمرے میں بھیجو۔" وارڈن جانتی تھی کہ نایاب کے پاس سیل فون نہیں ہے اور نرمین آج آن ڈیوٹی ہے اس لیے انھوں نے عائزہ کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ عائزہ جو گہری نیند میں تھی تیسری بیل پر کال ریسیو کی اور وارڈن کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی اور اسکی ہدایت پر "اوکے میڈم" کہہ کر رابطہ منقطع کیا اور نایاب کے بیڈ کی طرف دیکھا تو وہ بستر پر موجود نہیں تھی۔ اس نے کمرے کی لائٹس آن کیں تو اسے درمکنون کمرے کی سائیڈ میں نماز پڑھتی ہوئی نظر آئی وہ اس وقت سجدہ کی حالت میں تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی لیکن پانچ منٹ تک بھی اس نے سجدے سے سر نہ اٹھایا تو عائزہ آگے بڑھی اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے سیدھا کرنا چاہا لیکن وہ اک جانب کو لڑھک گئی۔

سنو یہ بھی تو ممکن ہے
صداؤں کو میری سن کر
کبھی تم لوٹ ہی آؤ!
مگر یہ بھی تو ممکن ہے
کہ جب تم لوٹ کے آؤ
ہمیں نہ منتظر پاؤ۔

☆☆☆☆☆☆

"تم یہاں کیوں آئی ہو اور یہ نایاب کہاں ہے؟" وارڈن نے عائزہ کو دیکھ کر کہا جبکہ وہ دونوں ریوالور اپنی پشت پر کر چکے تھے۔ عائزہ جو پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی۔ وارڈن کے آفس میں کئی اجنبی چہرے دیکھ اسے مزید پریشانی نے آگھیرا۔

"وہ، میڈم نایاب تو بے ہوش ہے۔ میں اسے یہاں کیسے لاتی پلیز آپ چل کر اسے دیکھیں۔" وہ ڈرے ڈرے سے انداز میں بولی۔

"وہ، ہے کہاں مجھے لے کر چلیں آپ۔۔" ابرج نے عائزہ کو مخاطب کیا۔ عائزہ میڈم کو دیکھنے لگی۔ وارڈن کچھ کہتی کہ ابرج نے ریوالور کا رخ عائزہ کی طرف کر دیا۔

"مجھے اسی وقت نایاب کے پاس لے کر چلو ورنہ میں تمھیں گولی ماردوں گا۔" ابرج غرایا۔

"مم میں لے کر چلتی ہوں۔" وہ خوف سے کانپتے ہوئے منمنائی۔

وارڈن اسے روکنے کا سوچ کر ہی رہ گئی کیونکہ وہ ابان کی ریوالور کے ٹارگٹ پر تھی۔

ابرج، عائزہ پر ریوالور تان کر چل رہا تھا اس لیے عائزہ کی چال خوف سے لبریز تھی۔ ایلیفیہ بھی ابرج کے ساتھ چلی آئی تھی۔ ایک کمرے کے پاس جیسے ہی عائزہ رکی۔ ابرج ریوالور نیچے کرتا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ دیکھنے پر پتہ لگا۔ وہ در مکنون ہی تھی۔ جس نے ہاسٹل میں اپنا نام نایاب بتایا تھا۔

"مکنون، آنکھیں کھولو۔" ابرج اس کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا اور اس نے مکنون کا سر اپنے زانوں پر رکھتے ہوئے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا۔

"ہمیں وقت ضائع کیے بنا مکنون کو ہاسپٹل لے جانا چاہئیے۔" ایلیفیہ کی آواز ابھری اور ابرج نے بے ہوش در مکنون کو اپنے بازوؤں میں اٹھالیا۔

"آپ لوگ اس لڑکی کے کون ہیں؟" عائزہ جو اتنی دیر میں اپنے خوف پر قابو پا چکی تھی۔ مکنون کو اٹھاتے ہوئے

ابرج کی گر جانے والی ریوالور اٹھاتی ایلیفیہ سے، دھیمے سے پوچھ گئی۔

"یہ اس لڑکی کا شوہر ہے۔" ایلیفیہ نے عائزہ کو بتایا اور بڑی تیزی میں وہ ابرج کی طرف بڑھ گئی۔

"تم مکنون کو گاڑی میں ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کرو۔ میں ساجد صاحب کو لے کر آتی ہوں۔ ان کی مدد سے ہم مکنون کو اچھے ہاسپٹل میں لے جاسکیں گے۔" وہ عائزہ کو جواب دے کر تقریباً بھاگ کر ابرج کے پیچھے آئی اور بولتے ہوئے وارڈن کے آفس کی طرف دوڑ گئی۔

"مکنون کو ہاسپٹل لے جانا ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں۔" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ساجد کے سامنے رک کر اس سے بولی۔ وہ فوراً ہی باہر کی طرف بڑھا۔ ابان نے بھی قدم بڑھائے۔

"مکنون کو اب ابرج دیکھ لے گا۔ یہاں سے جانے سے پہلے یہاں کے معاملات دیکھ لینا بہتر رہے گا۔" معصومہ سہروردی کی بات پر ابان کے اٹھتے قدم رک گئے اور وہ تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ وارڈن نے بھی اپنی کرسی سنبھال لی۔

"معذرت چاہتے ہیں کہ آپ کو رات گئے پریشان کیا لیکن ہم خود یہاں بہت پریشانی کے عالم میں پہنچے۔ اس لیے ہمیں وہ سب کرنا پڑا جو کرنا نہیں چاہا تھا۔" ابان نے تمہید باندھ کر بات کا آغاز کیا۔ اس کا اشارہ **اینٹیلیجینس** آفیسر بتانے اور ریوالور نکال کر ڈرانے کی جانب تھا۔

"جس طرح آپ لوگ ہاسپٹل سے ایک دم فرار ہوئے اس سبب ہمیں یہ سب کرنا پڑا ورنہ ہم افہام و تفہیم کے زریعے ہی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔" کشمالہ نے وارڈن کو دیکھتے ہوئے ابان کی بات آگے بڑھائی۔

"آپ ہمارے ہاسٹل کے بارے میں کیا جانتے ہیں اور وہ نایاب آپ لوگوں کی کیا لگتی ہے؟" وارڈن نے ان دونوں کی بات پر تبصرہ سے گریز کرتے ہوئے، دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"نایاب میری بہن ہے۔ ہمارا تعلق کراچی سے ہے۔ میں بخاری انٹر پرائزز کا مالک ہوں۔ نایاب شادی شدہ لڑکی ہے۔ جس نے آپ پر ریوالور تانی تھی وہ شوہر ہے نایاب کا۔ کچھ نجی مسائل نے نایاب کو اتنا دلگرفتہ کیا کہ وہ گھر چھوڑ کر یہاں حیدرآباد آپ کے ہاسٹل میں آگئی۔ آپ کے ہاسٹل کے بارے میں ہم لوگ زیادہ نہیں جانتے لیکن جس طرح آپ نایاب کو ابارشن کے لیے لے کر گئیں اور ڈاکٹر میرب نے ایک ڈیل کرکے دھوکا دیا اور آپ نایاب کو واپس ہاسٹل لے آئیں اور یہاں اس کی موجودگی سے ہی انکاری ہو گئیں۔ یہ ساری باتیں مل کر آپ کے ہاسٹل کی تمام حقیقتوں کو از خود بیان کر رہی ہیں۔" سید ابان بخاری نے تمام تفصیلات معہ تعارف وارڈن کے گوش گزار کر دیں۔ در مکنون نے اپنا نام نایاب بتایا تھا۔ ابان نے نام کی تصحیح ضروری نہیں سمجھی تھی۔ وارڈن تفصیل سن کر چپ کی چپ رہ گئی۔

"ہاسٹل کے نام پر یہاں کیا ہو رہا ہے نہ میں جانتی ہوں نہ ہی جاننا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے آپ سے اک سوال ضرور

کرنا ہے کہ ایک لڑکی جو آپ کے ہاسٹل میں رہنے آئی اور اسے آپ نے اپنے ہاسٹل میں ایک کمرہ الاٹ کر دیا تو آپ نے کس حق سے اس لڑکی کا ابارشن کروانے کی کوشش کی؟" سید ابان بخاری مزید کچھ کہتا کہ معصومہ سہروردی بول پڑیں۔

"یہاں کیا ہوتا ہے یہ آپ کے جاننے کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ آپ اگر تفصیلات میں جائیں گی، کھوج میں لگیں گی تو نقصان آپ کا ہی ہو گا۔ اس لیے اب آپ لوگوں کی عزت اور بھرم کے لیے تو یہی بات کافی ہے کہ نایاب یہاں جیسی آئی تھی ویسی ہی آپ لوگ لے جانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہمارے ہاسٹل میں کیا ہوتا ہے کیا نہیں یہ بھول جائیں کیونکہ ہمارا ادارہ منظر عام پر نہیں آیا تو ہی ہم آپ کی عزت نہیں اچھالیں گے ورنہ یہ تو آپ بھی جانتی ہیں بدنام جگہ پر گزرنے والی ایک رات بھی شریف عورتوں کے لیے عمر بھر کی بدنامی کا سبب بن جاتی ہے۔" وارڈن کا انداز پیشہ ورانہ اور قدرے دھمکی لیے ہوئے تھا۔ سید ابان بخاری کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔ اس نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ مٹھیاں بھینچ لیں۔

"آپ ہمارا کام چلنے دیں۔ ہم آپ کی عزت بنی رہنے دیں گے۔ بس یہ بات یاد رکھیے گا کہ نایاب کو کوئی بھی ڈیوٹی اسائن نہیں کی گئی تھی لیکن اس کی موجودگی کا تمام ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ نے ہمارے لیے مشکلات پیدا کیں تو ہم آپ کی عزت کا جنازہ نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔" وارڈن جو پہلے معصومہ سہروردی کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ ابان کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھ اپنا رخ اس کی جانب موڑ گئی تھی۔

ابان کا دل کیا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں اتر جائے۔ اس نے عزت کو کس قدر سینچ کر رکھا تھا۔ جو ملازمہ کی بیٹی کی عزت پر آنچ نہ آئے اس لیے اپنے معیار سے گر گیا تھا اور اس کی بہن کے ایک غلط قدم نے آج اسے کیسی زلت عطا کی تھی کہ مرنے کی آرزو شدید تر ہوگئی تھی۔

آنکھ سے کتنے ہی آنسو ٹپک پڑے۔

درد ایسا تھا کہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

زلت ایسی تھی کہ سہی نہیں جا رہی تھی۔

آنکھ اٹھائی نہ گئی۔۔۔

لب ہل نہ سکے۔۔۔

وجود پر رعشہ طاری ہوتا محسوس ہوا۔

ابان کی حالت دیکھ وارڈن سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے۔ مطمئن سی مسکرا دی اور مزید گویا ہوئی۔

"اور بات جہاں تک ابارشن کی ہے۔ نایاب نے اندراج کے وقت اپنا میریٹل اسٹیٹس سنگل مارک کیا تھا اور آپ

لوگ اتنے تو سمجھدار ہوں گے کہ اب مجھے ابارشن کی وجہ نہ بتانی پڑے۔" وارڈن ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی تھی۔ کشمالہ کا دل کیا اس کی ہنسی نوچ لے۔ منہ تھپڑوں سے لال کر دے۔

"نایاب کی یہاں موجودگی کے آپ تمام پروف ہمیں دے دیں۔" کشمالہ غصہ سے کھولتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ کو میں چہرے سے بہت معصوم نظر آرہی ہوں تو بھی یہ یاد رکھیں کہ میں احمق بالکل بھی نہیں ہوں۔ میں پچھلے گیارہ سالوں سے یہ ادارہ ایسے ہی نہیں چلا رہی۔" وارڈن نے کشمالہ کی بات کو مذاق میں اڑا دیا تھا۔

"تم کیسی عورت ہو۔۔۔" معصومہ سہر وردی غصہ سے بولنے ہی لگی تھیں کہ وارڈن بول پڑی۔

"مجھ پر انگلی اٹھانے سے بہتر ہے۔ اب آپ لوگ یہاں سے تشریف لے جائیں۔" وہ معصومہ سہر وردی کو گھور رہی تھی اور وہ لب بھینچ گئی تھیں۔

"میں آپ کو جس طرح کی شیورٹی چاہیے۔ دینے کو تیار ہوں۔ بس، آپ تمام ثبوت مجھے دے دیں۔" ابان نے آستین کے کف سے آنکھیں رگڑیں اور خود کو کمپوز کر کے چہرہ اٹھایا۔ وارڈن کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کر دیا۔

"ثبوت آپ کو نہیں دیے جاسکتے۔ کیونکہ ہم ثبوت آپ کے حوالے کر کے آپ کو پر سکون نہیں کر سکتے اس لیے جب تک آپ کی کمزوری ہمارے پاس رہے گی تب تک آپ ہمارے خلاف کاروائی کرنے کا سوچیں گے بھی نہیں۔" وارڈن اطمینان سے بولی۔

"میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کے یا آپ کے ادارے کے خلاف ہم کسی سے کچھ نہیں کہیں گے۔" ابان نے وارڈن کی بات سن کر اپنی بات پر زور دے کر قدرے منت سے کہا۔

"ابان، اس عورت کے منہ لگنے سے بہتر ہے میں ڈی آئی جی صاحب کو کال کرتی ہوں۔ جب جیل میں چکی پیسنی پڑے گی تو اس کا سارا طنطنہ نکل جائے گا۔" معصومہ سہر وردی غصیلی نگاہوں سے وارڈن کو دیکھتیں، اک اک لفظ کو چبا چبا کر بولیں۔

"شوق سے کال کریں مگر یہ یاد رہے ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔" وارڈن کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"آپ کیا چاہتی ہیں؟" کشمالہ بے بسی سے بول پڑی۔

"زیادہ کچھ نہیں چاہتی، سوائے اس کے کہ آپ لوگ اپنا منہ بند رکھیں۔ ہمارا کام جیسے چل رہا ہے چلنے دیں۔ دھمکی دے کر، مجھے انتہائی حد تک جانے پر مجبور نہ کریں۔" وارڈن نے معصومہ سہر وردی کو آنکھوں میں شرارے بھر کر دیکھتے ہوئے بات مکمل کی۔

"آپ، یہ دھمکیوں کا سلسلہ بند کر دیں اور تمام پروف مجھے دے دیں۔ میں، آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔"

ابان بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچا۔ اس عورت کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔

"دھمکی دینا نہیں چاہتی۔ بات صاف ہے۔ گالی دو گے تو سننی بھی پڑے گی نہ ہم پر کیچڑ اچھالو نہ ہی تم لوگوں پر چھینٹیں آئیں گی۔" وہ اس کے جڑے ہاتھوں کو نظر انداز کر کے رعونت سے بولی۔ جبکہ ابان کا اس عورت کے سامنے ہاتھ جوڑنا کشمالہ کے لیے کس قدر اذیت کا باعث تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔

"میری بہن یہاں تک لاعلمی میں آئی۔ اسے نہیں پتہ تھا اس ہاسٹل کے بارے میں کچھ بھی، اس لیے میں آپ سے التجا کر رہا ہوں۔ میری بہن کی زندگی کو مشکلات کی نذر ہونے سے بچالیں۔ آپ کو پیسہ جتنا چاہئیے، بتایئے میں، دیتا ہوں۔ جس طرح کی گارنٹی چاہیں گی۔ میں دینے کو تیار ہوں۔ آپ سے التماس ہے میرے ساتھ کاپریٹ کریں پلیز۔" ابان ہاتھ جوڑے ملتجی ہوا تھا۔

معصومہ سہر وردی لب بھینچے بیٹھی تھیں جبکہ کشمالہ اس منظر سے نظر چرائے بیٹھی تھی لیکن خود کو بہرا کرنے سے قاصر تھی۔ وہ سب سننے پر مجبور تھی۔ آنکھوں سے آنسو بڑی روانی سے بہتے جا رہے تھے۔

"دولت کا حصول میرے لیے ہر گز بھی مشکل نہیں ہے۔ جو ہمارا کام ہے۔ پیسہ تو ہم تک بن بلائے مہمان کی طرح چلا آتا ہے۔ یہاں آنے والے مرد پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں اتنا تو آپ کو بھی اندازہ ہو گا۔ بخاری صاحب!" وارڈن معنی خیزی سے بولتی آنکھ کا کونا دبا گئی تھی۔ ابان نے جس ضبط سے کام لیا تھا۔ یہ وہ خود جانتا تھا یا اس کا رب۔۔۔!

"پیسہ آپ کو نہیں چاہیے۔۔۔ گارنٹی آپ لینا نہیں چاہتیں تو خود بتایئے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟" معصومہ سہر وردی ضبط کرتے کرتے بھی چیخ پڑیں۔

"آواز نیچی رکھو محترمہ!" وارڈن غرائی۔

"آپ دونوں جا کر گاڑی میں بیٹھیں۔ میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے گاڑی کی چابی کشمالہ کی جانب بڑھائی۔ وہ کچھ کہنے کو تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ وہ لب بھینچ کر گاڑی کی چابی تھام گئی۔

"پلیز۔۔۔" معصومہ سہر ودی جانے سے منکر ہوئیں تو اس نے گویا التجا کی اور وہ اک جھٹکے سے کرسی سے اٹھیں اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"میں چاہتا ہوں ہم لوگ ایک معاہدہ کر لیں۔" اس نے وارڈن کے سرد تاثرات والے سخت چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیسا معائدہ؟" وہ بے باکی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"آپ پروف میرے حوالے کر دیں اور اپنے تحفظات کے پیش نظر جو بات منوانا چاہیں منوالیں میں تیار ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تم لکھ کر دے سکتے ہو کہ تمھارے سبب ہمارے کام میں کبھی کوئی رکاوٹ نہ آئے گی؟" وہ پوچھ گئی۔

"ہاں! اور یقین رکھیں کہ میں اپنی زبان سے نہیں پھرتا۔ زندگی مجھے جس دوراہے پر لے آئی ہے جو چاہے منوالیں۔ میں خود کو آپ کے پاس گروی رکھنے تک کے لیے تیار ہوں کیونکہ میرے پیش نظر صرف میری بہن کی عزت اور عمر بھر کی نیک نامی ہے۔" وہ بڑی روانی سے ہموار لہجے میں بولا۔ وارڈن اسے چند ثانیے بڑی گہری، جانچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور کرسی سے اٹھ کر دیوار میں نصب الماری کی جانب بڑھ گئی۔

اس نے الماری کھولی۔ الماری میں ایک آٹو میٹک لاکر بنا ہوا تھا۔ اس نے کوڈ ملا کر لاک کھولا اور اندر ہاتھ ڈال کر چند سی ڈیز نکالیں۔ جس میں سے ایک سی ڈی منتخب کی اور باقی سی ڈیز واپس رکھ دیں اور کوڈ ملا کر لاک بند کیا اور الماری بند کر کے واپس چیئر پر آن بیٹھی۔

"ہمارے ہاسٹل میں جو بھی لڑکی آتی ہے ہم اس کی پہلے تین دن تک کی ویڈیو بناتے ہیں تاکہ اس کے ہر عمل پر نظر رکھ سکیں، اسے جانچ سکیں۔ تاکہ ہمارے لیے نئی لڑکی زحمت کا باعث نہ بنے اور اس حکمت عملی کا ہمارے چند خاص لوگوں کے علاوہ کسی کو بھی نہیں پتہ، نایاب کے روز و شب جو نگاہ سے گزرے اور تمھاری روشن پیشانی صاف بتا رہی ہے کہ تم بھائی بہنوں کی تربیت اچھے ہاتھوں میں ہوئی ہے اور نایاب کی اچھائی پرکھنے اور تمھاری اچھائی محسوس کرنے کے بعد میں تمھیں اپنا اتنا اہم راز بتا گئی ہوں اور یہ ویڈیو میں تمھارے حوالے کر رہی ہوں۔" وارڈن نے دھیمے لہجے میں بات شروع کی اور بات ختم کر کے سی ڈی ابان کے سامنے رکھ دی۔

ابان جو حیرت زدہ سا وارڈن کو سن رہا تھا۔ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ مسکرا دی۔

"ماں کے پیٹ سے برائی و جرم سیکھ کر کوئی بھی بچہ دنیا میں نہیں آتا کسی کو مجبوری برا بنا دیتی ہے تو کوئی خواہش کے ہاتھوں ذلیل ہوتا، برائی کی دلدل میں اتر جاتا ہے۔ مجھے میری اندھی خواہشات نے ذلیل کیا لیکن آج تمھاری آنکھ میں جو آنسو دیکھے تو اپنے بوڑھے باپ کا چہرہ آنکھوں میں گھوم گیا۔۔۔" وارڈن شاہینہ کے آنسو تواتر سے گر رہے تھے۔ ابان ساکت سا بیٹھا تھا۔

"میری گزشتہ زندگی میں کوئی اک نیکی نہیں ہے لیکن آج اپنے حصہ کی اک نیکی کر دی ہے میں نے۔۔۔ دعا کرنا کہ مرنے کے بعد یہ نیکی میرے لیے نجات کا باعث بن جائے۔" وارڈن نمناک لہجے میں بولتے ہوئے آنکھیں صاف کرنے لگیں۔

"میں، آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔" وہ وارڈن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا۔ وہ آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرائی اور فائل کھول کر نایاب کے اندراج والا صفحہ اور اس کا ایڈمیشن فارم نکال کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

"ہر وہ ثبوت جو میرے پاس تھا میں نے آج تمھاری آنکھوں کے سامنے ختم کر دیا ہے۔۔۔ آگے تمھارا اور تمھاری بہن کا نصیب۔۔۔" وارڈن کاغذ کے ٹکڑے ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے دھیمے سے بولی۔

ابان نے اسے تشکر کی نگاہوں سے دیکھا اور سی ڈی اٹھالی۔ جس پر نام، دن اور تاریخ درج تھی۔ ابان نے سی ڈی کے کئی ٹکڑے کیے اور وارڈن کا شکریہ ادا کرتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"زندگی میں کبھی بھی کسی بھی طرح کی مدد کی ضرورت ہو تو یاد کیجیے گا۔ آپ کے کام آکر مجھے خوشی ہو گی۔" اس نے اپنا کارڈ وارڈن کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا جس پر وارڈن نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

ابان نے کچھ سوچ کر اپنی چیک بک نکالی۔ سائن کیے اور چیک ٹیبل پر رکھ دیا۔

"یہ بلینک چیک آپ رکھ لیں۔۔۔ شاید آپ کے کبھی کام آجائے۔" وہ وارڈن پر الوداعی نگاہ ڈالتا۔ اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بنا، اس کے آفس سے نکلتا چلا گیا۔

وہ جس وقت گاڑی تک پہنچا خود کو کمپوز کر چکا تھا۔ معصومہ سہروردی نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"کیا بات ہوئی؟ وہ عورت کچھ مانی؟" لہجہ قدرے بے قراری لیے ہوئے تھا۔

"معائدہ طے پا گیا ہے۔" ابان نے کہتے ہوئے، گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"کیا معائدہ ہوا؟ تم نے اس عورت کی کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں مان لی کہ وہ اتنے آرام سے ماننے والوں میں سے تو لگ ہی نہیں رہی تھی۔" معصومہ سہروردی مضطرب سی بولیں۔

"آپ مطمئن رہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ مجھ پر بھروسہ رکھیں کہ میں نے کچھ غلط قسم کی شرائط نہیں مانی ہیں۔" وہ ڈرائیونگ کے دوران بولا۔

"میں تفصیلات جاننا چاہتی ہوں۔" معصومہ سہروردی اپنی بات پر زور دے کر بولیں۔

"میں نے بلینک چیک دے کر ایک پیپر پر لکھ کر دے دیا ہے کہ میری یا میری فیملی کی وجہ سے انھیں کبھی کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں ہو گا۔ چونکہ اب معاملہ نمٹ گیا ہے۔ اس لیے آپ پلیز اس قصہ کو اب یہیں پر ختم کر دیں۔" وہ انھیں مطمئن کرنے کو کچھ سچ اور کچھ جھوٹ ملا کر بول گیا کہ وارڈن نے جس طرح بنا کسی معائدہ کے ثبوت ختم کیے تھے۔ وہ اسے رب کی طرف سے غیبی مدد ہی سمجھ رہا تھا۔ اس لیے اس نے وارڈن سے ہوئی بات صرف خود تک محدود رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ معصومہ سہروردی چپ کر گئیں۔

http://paksociety.com

"آپ، ابرج کو کال کر کے ہاسپٹل کا پوچھ لیں۔" انھوں نے کچھ کہے بنا سیل فون نکالا اور بیٹے کا نمبر ملا دیا۔

"ابرج نے ہاسپٹل کا نام اور لوکیشن واٹس ایپ کر دی ہے۔ تم گاڑی چلاتے رہو۔ میں، تمھیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔" وہ دھیمے سے بولیں۔

"جی ٹھیک ۔۔ کشمالہ، آپ ساجد کو کال کر کے ہاسپٹل کے گیٹ پر بلالیں تاکہ میں آپ لوگوں کو گھر چھوڑ دوں۔" وہ معصومہ سہروردی کی بات کا جواب دے کر مہارت سے ڈرائیو کرتے ہوئے بیک سیٹ پر نڈھال سی بیٹھی کشمالہ کو مخاطب کر کے بولا۔

"سید صاحب! میں، مکنون سے ملے بنا گھر نہیں جانا چاہتی۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں، قدرے بھاری لہجے میں بولی۔

"آپ نے اپنی کنڈیشن کو یکسر فراموش کر کے مکنون کو ڈھونڈنے کے لیے جتنی کوششیں کیں، یہی بہت ہیں۔ اب آپ گھر جائیں۔ میں آپ سے فون پر رابطہ میں رہوں گا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"لیکن سید صاحب!" وہ منمنائی۔

"می ریکوئسٹنگ کشمالہ۔۔" وہ بیک مرر سے اس کے زرد چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا اور وہ چپ کر گئی۔ ابان سے وہ کم از کم بحث نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ساجد کو کال کر دی۔

تقریباً تیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ہاسپٹل پہنچ گئے۔ ساجد انھیں ہاسپٹل کے داخلی دروازے پر ہی مل گیا۔

"آنٹی، آپ جائیں۔ میں ان لوگوں کو چھوڑ کر آتا ہوں۔" وہ معصومہ سہروردی سے بولا۔ ساجد کو جب اپنے گھر جانے کا پتہ لگا تو اس طرح جانے پر ساجد کو بھی اعتراض ہوا تھا۔

"آپ نے اتنا ساتھ دیا میں بہت ممنون ہوں۔ کشمالہ، کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ لوگ گھر جائیے۔ آپ کی ضرورت ہو گی تو میں آپ کو خود آپ کو کال کر لوں گا۔" وہ ساجد کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ساجد چپ کر کے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ابان ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔

"آپ، کچھ دیر کے لیے ہی گھر میں چلیں۔ فریش ہو کر ہاسپٹل چلے جائیے گا۔" ساجد نے اسے چائے کی آفر کی تھی جس پر اس نے معذرت کر لی تھی۔ تب کشمالہ مدھم لہجے میں اصرار کرنے لگی تھی۔

"میں، انشاءاللہ پھر کبھی آؤں گا۔ اس وقت آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔" ابان نے اپنے مخصوص احترام دیتے لہجے میں کہتے ہوئے اجازت طلب کی۔ اب کے ان دونوں نے اصرار نہ کیا اور ہاسپٹل پہنچ کر مکنون کی خیریت کی اطلاع دینے کا کہتے ہوئے کشمالہ چپ کر گئی۔ وہ انھیں مکنون کی کنڈیشن کے بارے میں اپڈیٹ کرنے کی حامی بھرتا، خدا حافظ کہہ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔ اس نے کشمالہ کے گھر سے کچھ دور آنے کے بعد گاڑی کراچی جانے والے راستے پر

ڈال دی کیونکہ اس کا ہاسپٹل جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کچھ دور پہنچ کر اس نے عابیہ کو کال کر کے مکنون کے مل جانے کی خبر دی اور پھر ابرج کے نمبر پر کال کر کے اپنے کراچی جانے کا بتا دیا۔ ابرج آگے سے اس سے کچھ پوچھتا یا بولتا اس نے لائن ہی ڈراپ کر دی تھی۔ دوسرے ہی لمحہ ابرج کی کال آنے لگی تھی۔ اس نے اپنا سیل ہی آف کر دیا۔ کئی گھنٹوں کی ڈرائیونگ کے بعد وہ کراچی پہنچا۔ جس وقت وہ قبرستان میں داخل ہوا۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔

معمول کے مطابق اس نے پہلے باپ کی قبر پر سورہ یسین کی تلاوت کی (ابان کو قرآن پاک کی کئی چھوٹی بڑی سورتیں حفظ تھیں) اور فاتحہ خوانی کے بعد ماں کی قبر کے پاس آن رکا۔ گرچہ دونوں قبور برابر برابر تھیں لیکن وہ قبرستان میں قدم بوسی کے بعد پہلے باپ کی قبر کے پاس ٹھہر کر فاتحہ خوانی کرتا تھا اور پھر ماں کی قبر کے سرہانے آن رکتا تھا۔ اس نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھی اور سورت کا آغاز کیا۔ سورہ رحمن کی تلاوت کرتے اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔ تلاوت کے بعد اس نے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگی اور دوزانو ہو کر قبر کے پاس بیٹھ گیا۔

وہ چپ تھا۔۔۔ بہت چپ۔۔۔ بس اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

وہ ماں سے اپنے دل کی بات۔۔۔

مکنون کے مل جانے کی نوید۔۔۔

اٹھائی جانے والی ذلت کی تکلیف۔۔۔

کچھ بھی کہہ نہیں پا رہا تھا۔۔۔

بس آنسو تھے جو بہہ رہے تھے۔۔۔ گالوں سے ہوتے گردن تک جا رہے تھے۔

"ماما جان۔۔۔" اس نے سسکی بھری۔ سر مزید جھک گیا۔ آنسو قبر کی مٹی کو نم کرنے لگے۔ یونہی خاموشی کی زبان میں بہت کچھ کہتے جانے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ اس نے آنسو صاف کیے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

در شہوار کی وفات کے بعد یہ پہلا موقع تھا جو وہ قبر تک آیا تھا اور صرف فاتحہ خوانی کر کے جا رہا تھا۔ آج اس نے ماں سے دل کی بات، اپنی اذیتیں کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ جس وقت تھکا ہوا نڈھال سا گھر پہنچا صبح کے دس بج رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے لیکن گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے ہم نے ٹریٹمینٹ کا آغاز کر دیا ہے۔ انشاء اللہ مریض ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ لوگ ساجد کی مدد سے مکنون کو حیدرآباد کے سب سے بڑے ہاسپٹل میں لے آئے تھے۔ انھیں وہاں آئے کوئی چالیس منٹ گزرے تھے کہ آئی سی یو سے ڈاکٹر نکلا تھا۔ ابرج جس کی جانب سیکنڈ کی تاخیر کے بنا لپکا تھا۔ ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں مکنون کی کنڈیشن بتا کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

"ڈونٹ وری ابرج! اللہ سب ٹھیک کر دے گا۔ تم ہمت رکھو۔" ایلیفیہ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی ڈھارس بندھائی۔

"ایلفی، مکنون کی اس حالت کا صرف میں ذمہ دار ہوں۔" اس کی سرخ آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں۔

"جو گزر گیا اسے تم اب بہت چاہ کر بھی ٹھیک نہیں کر سکتے ہو اس لیے ماضی کی تلخ یادوں کو خود پر حاوی نہ ہونے دو۔ آگے کی طرف نظر رکھو تاکہ اپنی غلطیاں سدھار سکو۔ مکنون پر کیے ظلم کا ازالہ کر سکو۔ مکنون کو خوشیاں دے سکو اسے بتا سکو کہ تمھیں اس سے محبت ہے صرف اسی سے محبت ہے۔" وہ دونوں بینچ پر آ بیٹھے تھے۔ اس کا اضمحلال دیکھتے ہوئے ایلیفیہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبائے بہت نرمی سے اسے سمجھایا تھا۔

"مجھ میں مکنون کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے ایلیفیہ۔" اس کا لہجہ بہت بھاری ہو گیا تھا۔

"لیکن ہمت کرنا تو پڑے گی نا، غلطی کی ہے، دل دکھایا ہے اب مداوا بھی کرنا ہو گا۔ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے کب تک بیٹھ سکو گے۔؟" وہ بہت دھیمے سے بولی۔

"تم جانتی ہو نا ایلفی میں نے مکنون سے کتنی محبت کی ہے۔۔۔ مکنون پہلی لڑکی ہے جس کے لیے دل کا دیا جل اٹھا لیکن میں نے اس دیے سے اس لڑکی کو ہی جلا ڈالا۔" وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال کر چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو دیا۔

"سب جانتی ہوں۔ مجھ سے کچھ چھپا نہیں ہے۔ لیکن میں تمھارے لیے کچھ بھی کر نہیں سکتی۔ جو آگ تم نے لگائی ہے اسے تم نے ہی بجھانا ہو گا۔" وہ نم لہجے میں بولتی اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گئی۔

"کیوں میں اتنا اندھا ہو گیا تھا ایلیفیہ، کچھ دیکھ نہ سکا۔ نہ ابان کی سچائی۔ نہ ہی مکنون کی اچھائی۔۔۔ میری بینائی کو، میری بصارت کو کیا ہو گیا تھا۔" وہ ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے دائیں ہاتھ کی مٹھی اضطراری حالت میں بینچ پر مارنے لگا۔

"یہ سب بس قسمت کے کھیل ہیں ابر اور میں تو بس قسمت کے وار پر حیران ہوں۔ کوئی ہزار ہا چاہتوں کے بعد نصیب نہیں بنتا تو کوئی نصیب بن کر بھی عین وصل کی گھڑیوں میں ہجر کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے۔ میں محبت پا نہیں سکی اور تم محبت پا کر بھی تہی دست رہ گئے۔" وہ آنسو بہا رہی تھی۔ ابرج کی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں۔

"مجھے تو اللہ نے اتنا بخت آور بنایا تھا ایلیفیہ میں ہی ناقدرا نکلا۔ خوش بختی پر میں نے اپنے منفی عمل و گھمنڈ سے سیاہی پھیر دی۔" آنسو بہہ نکلے۔ ایلیفیہ نے اپنے آنسو رگڑے اور تھوڑا ترچھی ہو کر بیٹھتی اپنا رخ ابرج کی جانب کرتی، اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"تمھیں اب اپنے عمل کو مثبت اور سوچ و ظرف کو وسیع کر کے اپنے منفی امیج کو مٹانا ہو گا۔ تمھاری راہ میں جو تمھارے منفی روپ سے کانٹے و ببول اگے ہیں انھیں تم نے ہی پھولوں کی رہگزر بنانا ہے۔ بہت مشکل ہو گا ابر، لیکن اگر تم

اپنی غلطیوں کو مان کر ہمت نہ ہاروگے تو ایک دن در مکنون تمھاری طرف پلٹ آئے گی۔" ایلیفیہ پر یقین تھی کیونکہ وہ محبت کی طاقت پر یقین رکھتی تھی اور اسے یقین تھا کہ در مکنون کی محبت اسے ابرج کو معاف کرنے کے لیے راضی کرلے گی۔

"جس محبت کی لاج نہ رکھی اس محبت کے بل پر میں اب کچھ نہیں کر سکتا ایلیفیہ، میرے ہاتھ کی لکیروں سے محبت اس دن ہی نکل گئی تھی جب میں نے محبت کی ناقدری کی تھی۔ مکنون مجھے معاف کر سکتی ہے میرے برے سلوک کو بھول سکتی ہے لیکن اپنی محبت کی ناقدری اسے کبھی نہیں بھولے گی۔ ہمارے درمیان جو دیوار حائل ہو گئی ہے وہ میں اب چاہوں بھی تو گرا نہیں سکتا۔" وہ آزردگی اور قدرے مایوسی سے بولا۔ اس کا محبت پر ایمان ابھی بھی کمزور تھا اسی لیے وہ مایوسی کی لپیٹ میں تھا۔

"وعدہ کرو مجھ سے ابر، تم کبھی مایوس نہیں ہوگے۔ محبت پر ایمان کی حد تک یقین رکھ کر اپنے نصیب کو بدلو گے ۔۔۔ اپنے عمل سے، اپنی تدبیر سے ۔۔۔ اپنے ہر ظلم کا مداوا کروگے ۔۔۔ تم کبھی مکنون کو گھر سے جانے اور ہاسٹل کا طعنہ نہیں دوگے ۔۔۔" ایلیفیہ کی آواز پر نمی کا غلبہ تھا اور وہ بہت آس سے بولی تھی۔ اس کے لہجے میں محبت کا یقین سمٹ آیا تھا۔

"مکنون جس راستے پر میرے سبب چلی اسے طعنہ دینے کے لائق تو میں رہا بھی نہیں ہوں۔ اپنی عزت، اپنی بیوی کو اتنی محبت و توجہ دی ہوتی تو وہ کیوں اس راستے پر چلتی۔ یہ تباہی مکنون کی نہیں ہے ایلیفیہ! یہ بد بختی تو میری ہے اور میں ٹھوکر کھا کر اتنا تو سمجھ ہی گیا ہوں کہ اپنی کوتاہیوں کو دوسرے کے کھاتے میں ڈال کر اپنے مقدر کی سیاہی کو بدل نہیں سکتے ۔" وہ آنسو رگڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ایلیفیہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔ ابرج آئی سی یو کے باہر جا لھڑا ہوا۔

شیشے سے اس نے در مکنون کے ساکت وجود کو دیکھا۔

زندگی آگے کیسے گزرنے والی تھی ۔۔۔!

یہ سوچ ہی اس کا دل ڈبونے کو کافی تھی ۔۔۔!

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اب کبھی مکنون سے نظر نہیں ملا سکے گا ۔۔۔

سب ٹھیک اور نارمل ہو جائے تب بھی وہ پچھتاوؤں اور شرمندگی کے حصار سے نکل نہیں سکتا تھا۔

لب ہیں خاموش

تو نظر چپ ہے

یہ ہواؤں کا شور

ھے شاید
یا گلی سے کوئی
گزرتا ہے؟
سوکھے پتوں کی
سرسراہٹ ھے!
یوں لگے جیسے
کوئی آھٹ ھے!
کیسی دستک ھے
یہ در دل پہ
کون ویران گھر
میں آتا ھے
کون بجھتے دیئے
جلاتا ھے!
دیکھئے کون ھے
پتہ کیجے
دیکھئے ناں ذرا
پتہ کیجے
ھو محبت تو پھر
بلا لیجئے!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مکنون کہاں ہے؟" عابیہ جو لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی لپک کر اس تک پہنچی اور چھوٹتے ہی مکنون کے بارے میں پوچھ گئی۔

"مکنون، حیدرآباد کے ہاسپٹل میں ہے۔" وہ رکے بنا کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا ہے اسے۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے۔۔۔ آپ اسے اکیلا چھوڑ کر کیوں آگئے۔" وہ اس کے پیچھے بڑھتے ہوئے

بولی۔

"وہ ٹھیک ہے اور اکیلی نہیں ہے اس کے ساتھ ابرج ہے ۔۔۔ آنٹی اور ایلیفیہ بھی ہے۔" وہ بولتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"آپ کیوں آ گئے وہاں سے ۔۔۔ آپ کو اس طرح نہیں آنا چاہئے تھا۔" وہ مضطرب سی اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے، بولے بنا نہ رہ سکی۔

"میں تھک گیا ہوں ۔ آرام کرنا چاہتا ہوں ۔ جتنی دیر فریش ہو رہا ہوں تم میرے لیے چائے بنا کر لے آؤ ۔" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ عابیہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ ہاتھ کے اشارے سے روک گیا۔

"میں اس وقت اب کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ تم ماما کو میرے آجانے کا بتا دو اور آفس سے کوئی کال آجائے تو کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں اور آج آفس نہیں آؤں گا۔" وہ اسے ہدایت دیتا۔ وارڈ روب کھول گیا۔ جو ہینگر ہاتھ لگا کھینچا اور واش روم کی طرف بڑھا۔

"ماما، کچھ دیر پہلے ہی گھر چلی گئی ہیں۔ احسن کا فون آیا تھا، بھابھی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" عابیہ کی بات پر اس کے اٹھتے قدم رکے۔

"رات ایک ایکسیڈنٹ میں ابرج کی بہن کی نند عائلہ کی بھی ڈیتھ ہو گئی ہے ۔ تمھارے پاس ابرج کی بہن کا نمبر ہے تو رابطہ کر کے جنازے پر چلی جانا۔ نمبر نہیں ہے تو تم سہر وردی ہاؤس کال کر کے نمبر لے لینا۔" وہ عبرود کے ایکسیڈنٹ کا سن کر چونکا پھر کسی روبوٹ کی طرح اسے ابرج کے ذریعے پتہ چلنے والے حادثہ کا بتا کر ہدایت دیتا۔ اس کا جواب سنے بنا واش روم میں چلا گیا۔

عابیہ اس کے انداز پر پریشان ہوتی کچن میں آ گئی اور چائے کے ساتھ سلائس اور بوائل ایگ لے کر کمرے میں پہنچی تو وہ نہا کر آ چکا تھا۔

"ناشتہ تو کر لیں ابان، آپ نے رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔" اسے چائے کا مگ اٹھا کر منہ سے لگاتے دیکھ وہ بولے بنا نہ رہ سکی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ چائے کے گھونٹ بھرتا رہا۔

"مکنون مل گئی ہے تو اب آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ مجھے کچھ تو بتائیے۔" وہ ٹرے سائیڈ ٹیبل پر منتقل کرتی، اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بے حد فکر سے بولی۔

"بیہ، مجھے اس وقت اکیلا چھوڑ دو۔ پلیز ۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ بڑی سہولت سے اپنے کاندھے سے ہٹا کر خالی مگ ٹیبل

پر رکھ گیا اور قدرے منت سے بولتے ہوئے اس نے تکیہ درست کیا اور لیٹ کر بلینکٹ منہ تک ڈال لیا۔ وہ ہزار الجھنوں میں الجھی، کئی سوالوں کو اپنے اندر دباتی بھری ہوئی ٹرے اٹھائے کمرے سے نکل گئی۔

ابان جانتا تھا۔ آج اس پر بے تحاشہ تھکن کے باوجود نیند مہربان نہیں ہو گی۔ اس لیے عابیہ کے کمرے سے جاتے ہی اس نے اٹھتے ہوئے دراز کھولی۔ نیند کی گولیاں پانی کے ساتھ پھانکیں اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

جتنی دیر جاگتا رہا۔

ذہن میں تکلیف دہ سوچیں جگہ بناتی رہیں۔

کانوں میں کئی اذیت دیتیں آوازیں گونجتی رہیں۔

بے آواز آنسو بہتے رہے۔

اور یونہی لیٹے لیٹے گولیوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا اور وہ نیند کی وادی میں اتر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"جانے وہاں ایسا کیا ہوا ہے جو مکنون کے ملنے کے بعد بھی ابان اکیلے ہی گھر آ گئے اور مجھے کچھ بتانے پر آمادہ تک نہیں ہوئے۔ کس سے پوچھوں آخر ساری تفصیل۔۔۔" وہ ابان کے عجیب و غریب رویے پر مضطرب ہونے کے باوجود کمرے سے تو آ گئی تھی لیکن سوچ سوچ کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

"میں ابرج بھیا کو کرتی ہوں کال۔" اسے خیال آیا۔

"نہیں۔۔! جانے انھیں کال کرنا ٹھیک بھی رہے گا یا نہیں کیونکہ بات ایسی ضرور ہے جو ابان اس طرح ٹوٹے بکھرے لگ رہے تھے۔" اپنے خیال کو از خود مسترد کر دیا۔ وہ ابان کے ناقابل فہم رویے کو لے کر بے حد پریشان تھی کہ سوچتے سوچتے ذہن میں کوندا سا لپکا۔

"جس وقت ابان حیدرآباد کے لیے نکل رہے تھے کشمالہ کی کال آئی تھی۔ میں اس سے رابطہ کرتی ہوں۔" خیال کے آتے ہی وہ ٹیبل پر رکھے سیل فون کو لپک کر اٹھا گئی۔

"اسلام علیکم کشمالہ۔" کال ریسیو ہوتے ہی بولی۔

"جی آپ کون؟" کشمالہ کے پاس عابیہ کا نمبر نہیں تھا البتہ جب ارمش نے اس کا ذہن بھٹکانے کی کوشش کی تھی جب اس نے ابان کے موبائل سے کشمالہ کا نمبر نکال کر اپنے موبائل میں فیڈ کر لیا تھا۔ ابان سے بات کلیئر ہو گئی تھی اس لیے کال کرنے کی نوبت نہ آ سکی تھی لیکن آج نمبر اس کے کام آ گیا تھا۔

"میں عابیہ بات کر رہی ہوں۔" وہ اپنا تعارف کروا گئی۔ جس پر کشمالہ حیران ہوتی اس کی خیریت دریافت کرتی

کال کرنے کی وجہ پوچھنے لگی۔

"تم نے کل رات ابان کو کیوں کال کی تھی؟" وہ عابیہ کے سوال پر لب کچلنے لگی۔

"سید صاحب نے آپ کو بتایا نہیں؟" وہ خود کو سنبھال کر بول گئی۔

"ابان نے بتادیا ہوتا تو مجھے تمھیں کم از کم کال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لہذا بہتر ہوگا سوال پوچھنے کی بجائے، مجھے میری بات کا جواب دو اور یاد رکھنا میں، جھوٹ سننے کے بالکل بھی موڈ میں نہیں ہوں۔" ابان کے سچائی سے ہر بات بتانے کے بعد اس کے دل سے ہر کانٹا نکل گیا تھا لیکن یہ احساس کہ وہ ابان سے محبت کرتی ہے اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔اس لیے وہ کشمالہ سے بات کرتے ہوئے خود کو بدلحاظ ہونے سے روک نہیں پاتی تھی۔

"مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے میں نے سید صاحب کو مکنون کے بارے میں بتانے کے لیے کال کی تھی۔" اسے عابیہ کا لہجہ ناگوار تو گزرا لیکن وہ تحمل مزاجی کا مظاہرہ کر گئی۔

"مکنون کے بارے میں تم کیا جانتی ہو پلیز مجھے بتاؤ۔" عابیہ بھی دھیمی پڑ گئی۔

"تفصیل بہت لمبی ہے عابیہ جی! کچھ گھنٹوں تک سید صاحب مکنون کو لے کر کراچی پہنچ جائیں گے تب آپ ان سے ہی تفصیل معلوم کر لیجیے گا۔" کشمالہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"مسئلہ ہی تو یہ ہے کہ ابان کراچی آگئے ہیں لیکن مکنون ان کے ساتھ نہیں ہے اور میرے بہت پوچھنے پر بھی انھوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا اور ابرج بھیا کو کال کرنا مجھے مناسب نہیں لگا اس لیے تمھیں کال کی ہے۔کشمالہ مجھے بتاؤ پلیز حیدرآباد میں کیا ہوا؟

مکنون اب کہاں ہے؟

یہ ابان اتنے پریشان کیوں ہیں مجھے کچھ بتا کیوں نہیں رہے۔۔۔" عابیہ ایک ہی سانس میں کئی مختلف باتیں بولتی چلی گئی۔

کشمالہ کو حد درجہ حیرت کا سامنا تھا۔وہ کہاں سوچ سکتی تھی کہ ابان اپنی لاڈلی بہن کو یوں تکلیف میں چھوڑ کر بھی جاسکتا ہے لیکن یہ انہونی ہو چکی تھی۔

"کشمالہ، تم نے مجھے بتانا ہے یا نہیں؟" اس کی خاموشی عابیہ کو حد درجہ کھل گئی تھی۔وہ تیکھے لہجے میں پوچھ گئی۔

کشمالہ چونک اٹھی اور خود کو کمپوز کرتی وہ عابیہ کو ساری تفصیل بتاتی چلی گئی۔

تفصیل سن کر جہاں اسے صدمہ ہوا وہیں وہ ابان کے قدم پر ششدر تھی۔

جتنا وہ ابان کو جان پائی تھی وہ کسی بلی کے بچے کو بھی مشکل میں چھوڑ کر راستہ بدل نہیں سکتا تھا اور کہاں وہ اپنی

لاڈلی بہن کو ہسپتال میں چھوڑ کر اس کی خیریت دریافت کیے بنا گھر آ گیا تھا۔ وہ ابان کو جانتی نہ ہوتی تو شاید یقین کر لیتی لیکن اس شخص کی نرمیوں کی گواہ و عادی یقین کرنے میں تعامل کا شکار تھی لیکن اس حقیقت کو بھی تو جھٹلا نہیں سکتی تھی کہ ابان اس وقت گھر میں موجود ہے۔۔۔!

"میں فون رکھتی ہوں پھر بات کروں گی آپ سے۔۔۔ اللہ حافظ!" کشمالہ سے تفصیل تو پتہ چل گئی تھی لیکن اس کی بے چینیاں بڑھ گئی تھیں۔ اس نے کشمالہ سے اجازت طلب کی اور ابرج کا نمبر ڈائل کر دیا۔

لیکن بیل جاتی رہی اس نے ریسیو نہیں کی اس نے اپنی فکر کو دگنا ہوتا محسوس کرتے ہوئے معصومہ سہر وردی کا نمبر ڈائل کر دیا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

"مکنون، کہاں ہے۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے؟" اس نے سلام کرتے ہی پوچھ لیا۔

"مکنون کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ چند گھنٹے بہت اہم ہیں اس کے بعد ہی کچھ کہا جا سکے گا۔" معصومہ سہر وردی کا لہجہ نم تھا۔ عابیہ محض لب کچل کر رہ گئی۔

"تم دعا کرو عابیہ، اللہ مکنون کو نئی زندگی دے دے۔" ان کے آنسو گرنے لگے۔

"مکنون کو ان حالوں میں پہنچا کر آپ اس کی سلامتی چاہتی ہیں۔۔۔ بہو کو بیٹی نہ سہی آپ انسان ہی سمجھ لیتیں تو بیٹے کہ کرتوتوں پر ہرگز بھی آنکھیں بند نہ رکھتیں لیکن۔۔۔ آپ تو ماما جان سے کیے وعدے کو بھی نہ نبھا سکیں۔۔۔ آپ نے در شہوار اور سبحان بخاری کی لاڈلی بیٹی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس کے لیے ابان شاید آپ کو معاف کر دیں لیکن ماما جان نہیں کریں گی۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولتی چلی گئی۔ معصومہ سہر وردی کے آنسو تھم سے گئے۔

"اگر آپ نے اپنے بیٹے کی تربیت اچھی کی ہوتی، اسے خود غرضی کی جگہ احساس و جذبات کی نرمیاں سکھائی ہوتیں تو آج مکنون ان حالوں میں ہرگز نہ ہوتی۔ اسے ان حالوں تک پہنچا کر نئی زندگی مانگ رہی ہیں۔ آپ کو تو مرنے کی دعا کرنی چاہئیے تاکہ آپ کے بیٹے کی انا کو مکمل تسکین میسر آ جائے۔" اس نے دل گرفتگی سے کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا۔ معصومہ سہر وردی تو یوں زرد پڑ گئی تھیں کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔

"تم پے مجھے کتنا مان تھا ابرج! اور تم نے ہمیشہ میرے سر کو فخر سے بلند رکھا اور یہ مامتا کا فخر کب غرور بن کر میرے لیے عذاب رقم کر گیا میں جان ہی نہ سکی۔" انھوں نے آنسو رگڑتے ہوئے سوچا۔

"ابرج تم نے مجھے یہ کس عذاب سے دوچار کر دیا ہے کہ میری تربیت پر انگلی اٹھائی جا رہی ہے اور میں اف تک نہیں کر سکتی۔ عابیہ کی باتیں مجھے اندر تک زخمی کر گئی ہیں۔۔۔ ابان کے سامنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔۔۔ روز محشر سبحان اور در شہوار سے کیونکر نظر ملا پاؤں گی۔۔" بے کسی کی انتہاؤں پر پہنچ کر انھوں نے سوچا۔

"سجان میں نے خود کو ہمیشہ تم سے افضل جانا لیکن میں تمھارے سامنے ہمیشہ ہی چھوٹی پڑی لیکن انجان بنی آگے بڑھتی گئی قدم زمین پر نظر آسمان پر رہی اور آسمان کا تھوکا آج زمین پر آگیا ہے۔" وہ ایمرجنسی وارڈ سے نکل کر باہر کی طرف بڑھتیں، سوچوں کے حصار میں تھیں۔

"سجان! اگر تم کہیں پر بیٹھے میری بات سن رہے ہو تو مجھے میرے ہر اس عمل کے لیے معاف کر دو جو تمھاری دل آزاری کا سبب بنا۔ میں اعتراف کرتی ہوں کمتر تم نہیں تھے کمی تو میری ذات میں تھی۔ مجھ جیسی خود غرض عورت تمھارے قابل نہ تھی جیسے میرا بیٹا تمھاری بیٹی کے قابل نہ تھا لیکن تم بخت آور تھے جو پتھر کی آرزو میں انمول ہیرا (در شہوار) پا گئے اور تمھاری بیٹی اتنی بخت آور ثابت نہ ہو سکی اس لیے اسے ایک پتھر ٹکرا گیا۔ جس نے اک ضرب لگا کر دل کے طاقچے پر سجا چراغ محبت ہی توڑ ڈالا، عزت و مان کا دیا بجھا ڈالا۔ میرا غرور مجھے بلآخر ڈوبا گیا ہے۔" وہ لان میں پتھر کی بنی بینچ پر بیٹھیں نگاہ آسمان پر ٹکائے زارو قطار رو رہی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو سجان، اپنا دل کا توڑنا بخش دو۔ اپنی بیٹی پر ہوئے ظلم کی معافی دے دو۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بلک اٹھیں۔

انھیں یوں کسی بہت مجبور و لاچار شخص کی طرح روتے دیکھ کسی کو رحم آتا یا نہ آتا وہ شخص جو ان سے شدید محبت کرتا تھا۔ جس نے ان کے معیار تک پہنچنے کے لیے اپنے اثاثے تک بیچ ڈالے تھے۔

لیکن خود کو مشین بنا کر بھی ان کے حصول کی گرد تک نہ پا سکا تھا۔

وہ شخص آج یہاں ہوتا تو انھیں یوں دیکھ رحم نہ کھاتا، ترس نہ کھاتا وہ تو بس چاہتا کہ ان کا بھرم قائم رہے۔۔۔ ان کی ضد و انا سلامت رہے۔۔۔ وہ انھیں یوں دیکھ تڑپ اٹھتا۔۔۔ ان کی تکلیف پر رو پڑتا۔۔۔ سید سجان بخاری نے معصومہ سے ایسی ہی، اتنی ہی شدید محبت کی تھی۔

بادل ایک دم سے ہی گرجے تھے اور آسمان کا منہ کھل گیا تھا۔

کوئی انھیں یوں روتے دیکھ چونکتا کہ رکتا۔۔۔

بارش نے جیسے ان کا بھرم رکھ لیا تھا۔

وہ اور شدتوں سے روئے گئیں۔۔۔!

"سجان تمھاری محبت پر یقین آتے اتنی دیر ہو گئی کہ آج تم سے معافی تک مانگنے کے لیے تم میسر نہیں ہو۔" وہ بارش میں بھیگتیں ارد گرد کے ماحول سے بے خبر روئے گئیں۔

جب سے میں نے دیکھا تجھے۔۔۔ پھر چین آیا نہیں
زندگی ہے تیرے بغیر۔۔۔ جس طرح اجنبی

جب سے میں نے دیکھا تجھے۔۔۔ پھر میں سوئی نہیں
زندگی ہے تیرے بغیر۔۔۔۔ ہر گھڑی اجنبی

دکھ کے ساگر میں ہوں ڈوب رہی۔۔۔ کس کنارے ناؤ لگے
یہ ہوا بادبان سے کہے ہر طرف ہے طوفان
روکے کون آندھی کو۔۔۔ روئے خود جب آسمان۔۔ آسمان

شبنم پلکوں پہ ہے آن رکی۔۔۔ کھو گئی ہے ساری خوشی
یہ ملن۔۔ یہ لگن۔۔ یہ اگن۔۔۔ تجھ بن ہے اک سزا
جینے کا کوئی تو مل سکے راستہ۔۔۔ راستہ

جب سے میں نے دیکھا تجھے۔۔۔ پھر چین آیا نہیں
زندگی ہے تیرے بغیر۔۔۔ جس طرح اجنبی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما، آپ پلیز میرے پاس آجائیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" عابیہ نے معصومہ سہر وردی کو غم و غصہ کی لہر کا شکار ہوتے ہوئے کافی سنا تو دی تھیں لیکن جب سے ہی بیٹھی رو رہی تھی۔ اس دوران کمرے کا چکر بھی لگا آئی تھی اور ابان کو سوتے دیکھ وہ بوجھل ہوتے دل کے ساتھ باہر آگئی تھی اور جانے کیوں اس کے رونے میں اضافہ ہو گیا تھا۔ نوراں بوا بھی اسے چپ کروانے میں ناکام ہو گئی تھیں۔ اس نے ان کے ہی مشورے پر ماں کو کال ملائی تھی۔ زبیدہ نعمانی جو پہلے ہی پریشان تھیں۔ بہو کی حالت اور اس پر بیٹے کا مضطرب انداز وہ تو آنے والے وقت کا سوچ کر ہی ہراساں تھیں کہ بیٹی کا بھاری لہجہ اور کانوں میں گونجتی سسکیاں وہ تو تڑپ ہی اٹھی تھیں۔

"عابی، ماما کی جان! کیا ہوا ہے اس طرح کیوں رو رہی ہو ابان تو ٹھیک ہے؟" بیٹی کا رونا انھیں کسی انہونی کا پیش خیمہ

لگا تھا اور فکر کی ڈور داماد پر جا رکی تھی۔

"ماما کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ مکنون مل گئی ہے لیکن وہ ہاسپٹل میں ہے۔ ابان، مجھ سے بات نہیں کر رہے۔۔۔ میرا دل بند ہو جائے گا ماما آپ پلیز میرے پاس آجائیں۔" وہ کچھ اور شدتوں سے روتی چلی گئی۔

"تم سنبھالو خود کو میں آرہی ہوں تمھارے پاس۔" وہ بیٹی سے کوئی سوال کیے بنا بول گئیں۔

"ماما، جلدی سے آجائیں۔" اس نے سسکی بھرتے ہوئے کہا اور لائن کاٹ دی۔

"بٹیا، آپ اتنا مت رو طبعیت خراب ہو جائے گی۔" نوراں بوا سے پانی کا گلاس دیتے ہوئے بولیں۔

"بوا، وہاں حیدرآباد میں بہت برا ہوا ہے۔ اتنا برا کہ وہ بہت پریشان ہیں۔ وہ جو اتنے سکون سے سو رہے ہیں وہ سب مصنوعی ہے انھوں نے سلیپنگ پلز لی ہیں بوا۔۔!" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بلک اٹھی۔ وہ بھی ساکت رہ گئیں۔ وہ برسوں سے اس گھر میں مقیم تھیں انھیں نہیں تھا یاد کہ کبھی ابان نے نیند کے لیے مصنوعی سہارے ڈھونڈے ہوں۔

"ابان بیٹا، تو اس طرح کی ادویات کا استعمال ہی نہیں کرتے ہیں تو پھر ان کے پاس سلیپنگ پلز آئیں کہاں سے۔۔؟" وہ متحیر سی بڑبڑائیں۔

"ماما جان کی وفات کے بعد ان کی میڈیسن میں نے ابان کو دی تھیں کہ پڑے پڑے ایکسپائر ہوں بہتر ہے کہ کسی میڈیکل اسٹور پر یہ کہہ کر دے دی جائیں کہ کسی ضرورت مند کو مفت دے دیں۔ ابان نے ایسا ہی کیا تھا لیکن کچھ میڈیسن جانے کیسے رہ گئی تھیں اور دو دن پہلے ہی مجھے دراز میں ملی تھیں میں نے ابان کو بتایا تھا اور ابان نے آج جو خود استعمال کر لیں۔" وہ تمام تفصیل بنا سانس لیے بولتی چلی گئی۔ ابان کی عادت تھی کہ وہ پہلے سے ہی در شہوار کی میڈیسن لا کر رکھ لیتا تھا تاکہ کبھی پریشانی نہ ہو اس لیے در شہوار کی وفات کے بعد ان کی کافی میڈیسن یونہی رکھی رہ گئی تھیں۔

"آپ، پریشان نہ ہوں بٹیا، اور جا کر فریش ہو جائیں کچھ دیر تک ابان بیٹا جاگ جائیں گے تو آپ کو یوں دیکھ کر بہت پریشان ہوں گے۔" نوراں بوا نے نرمی سے سمجھایا۔

"بوا، میرا دل ڈوب رہا ہے اس سارے واقعے کو ابان نے بہت شدت سے محسوس کیا ہے۔ جس طرح وہ مکنون کو چھوڑ کر آگئے ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بوا کے ہاتھ تھامے اپنے خدشات بولتی چلی گئی۔

"جو ہوا ہے وہ ہرگز بھی معمولی نہیں ہے۔ ابان بیٹے نے ہمیشہ ہر بات، ہر چیز پر عزت کو مقدم جانا ہے اور جو حالات و واقعات ان کے سامنے آئے ہیں۔ ان کا ردعمل اتنا بھی عجیب نہیں ہے۔ آپ بس خود کو مضبوط کریں بٹیا، تاکہ ابان بیٹے کو سنبھال سکیں۔" بوا کو وہ تمام تفصیلات سے آگاہ کر چکی تھی۔ بوا نے اس کی طرح جذباتی ہونے کی بجائے سمجھداری سے تجزیہ کر کے اسے مشورہ دیا تھا۔

"بوا۔" وہ کچھ کہنے کو تھی کہ بوا نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"بٹیا، کمرے میں جاؤ۔ کچھ دیر آرام کرلو۔ بیگم صاحبہ تشریف لائیں گی تو میں آپ کو بلالوں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ اللہ سب بہتر کردے گا۔" وہ بہت نرمی و شفقت سے بولیں۔ عابیہ کچھ کہے بنا اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

وہ چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آن رکی اور سوئے ہوئے ابان کو دیکھنے لگی۔ وہ ہمیشہ سوتے میں بڑا پرسکون لگا کرتا تھا لیکن درشہوار کی وفات کے بعد اس نے اکثر اس کو سوتے میں بھی بڑا ہی بے چین محسوس کیا تھا اور درمکنون کی گمشدگی کے عرصہ میں وہ اسے کبھی پرسکون سوتا دیکھ ہی نہیں پائی تھی۔ وہ اس دوران گہری نیند نہیں سو رہا تھا اور اکثر نیند سے جاگ کر اٹھ بیٹھتا تھا اور عابیہ کو بولتا تھا کہ اس کا دل گھبرا رہا ہے۔ عابیہ اس کی کیفیت کو سمجھتی اسباب سے آگاہ ہونے کی وجہ سے بس اسے تسلی دلاسے دیا کرتی تھی اور آج اس کی نیند بہت گہری تھی۔ وہ بالکل بے سدھ پڑا تھا لیکن چہرے پر جو حزن و ملال پھیلا تھا۔ اس کے آنسو گرنے لگے۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری ابان، میں آپ کے لیے کچھ کر نہیں پا رہی۔ میں آپ کی فکر تک بانٹ نہیں سکتی۔" وہ اس کا ہاتھ لبوں سے لگائے بڑبڑائی۔

"آپ کا دکھ محسوس ہو رہا ہے لیکن وہ ذلت جو آپ اکیلے اٹھا آئے ہیں اس کا بار جو آپ کو جھکا گیا ہے۔ میں اس میں کمی لانے سے قاصر ہوں۔ بے اختیار ہوں آپ کے لیے کچھ بھی کرنے سے۔ اس دکھ و ذلت کا مداوا نہیں کر سکتی ہوں۔" وہ چہرہ اس کی پیشانی سے ٹکائے بلک اٹھی۔

ابان کے ساکت وجود میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی کہ اس نے کافی بھاری مقدار میں پلز لی تھیں۔

زندگی سے بہت ہی بدظن ہیں
کاش اک بار مر گئے ہوتے۔۔۔

زندگی کے کچھ موڑ انسان کو بالکل ہی توڑ دیتے ہیں اور ابان بھی اس موڑ سے گزر کر خود کو توڑ بیٹھا تھا۔

مکنون نے صرف اپنے اوپر نہیں اپنے سے وابستہ ہر اک انسان پر ظلم کر کے سب کے لیے خسارے چن لیے تھے۔

اس کے اک غلط قدم نے خود اسے کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

اک غلط فیصلے نے اس کے شوہر کی انا و غیرت کو تھپڑ مار کر اسے خلا میں معلق کر دیا تھا۔

اک غلط فیصلے نے اس کے بھائی کی عزت و غیرت کا جنازہ نکال دیا تھا۔

اب لاکھ وہ راست قدم اٹھاتی پچھلے قدم کی تباہ کاریاں عمر بھر ذہن میں خلش بن کر رہنے والی تھیں اور دل میں پھانس بن کر چھبتی رہنی تھیں۔۔۔۔۔۔!

کیا کہیں، کچھ نہیں ہے کہنے کو
ہائے! کیا غم ملا ہے سہنے کو۔۔!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مریض کو ہوش آگیا ہے۔" ڈاکٹر کی بات جو خوشی کی نوید تھی اس پر ابرج سہروردی مسکرا تک نہ سکا۔ اس میں مکنون کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ جس وقت ابان نے اپنے کراچی جانے کا بتایا تھا وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا تھا۔ معصومہ سہروردی تو باقاعدہ ابان کی لاپروائی پر غصہ ہو رہی تھیں۔ مگر وہ لوگ کچھ کر نہیں سکے تھے کہ وہ تو بنا بتائے بھی جا سکتا تھا لیکن یہاں بھی اس کی اچھائی آڑے آگئی تھی اور اس نے ان لوگوں کو پریشانی سے بچانے کو اپنے جانے جا بتا دیا تھا۔ اب جب مکنون کو ہوش آگیا تھا اور اسے پرائیوٹ روم میں منتقل کیا جا چکا تھا۔ وہ اس سے سامنے کی ہمت نہ پاتے ہوئے ابان کے فیصلہ کی وجہ سمجھ گیا تھا۔

"زیادہ مت سوچو ابرج جو غلط کر بیٹھے ہو اس کی سزا کچھ بھگت چکے ہو کچھ تمھاری منتظر ہے۔ خود کو مضبوط کرو کیونکہ تمھیں مکنون کا سامنا آج نہیں تو کل کرنا ہی ہے جیسے ابان کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر گیا ہے وہ اس طرح اس سب سے جان نہیں چھڑا سکا آج نہیں تو کل اسے بھی مکنون کا سامنا کرنا ہی ہو گا۔ اس لیے تم جو ان حالات کے موجد ہو اپنا دل مضبوط کر کے مکنون کا سامنا کرو۔" معصومہ سہروردی بیٹی کو کنی کتراتے دیکھ گہری سنجیدگی سے بولیں۔ وہ چپ چاپ ماں کے سامنے کھڑا رہا۔

"میں ڈاکٹر سے ڈسچارج کی تفصیل معلوم کر کے آتی ہوں جب تک تم مکنون سے مل لو۔" وہ بیٹے کی شرمندگی محسوس کر کے مدھم لہجے میں بولیں اور وہاں سے نکلتی چلی گئیں۔ ایلیفیہ بھی ان کے پیچھے چل پڑی تھی اور وہ مرے مرے قدموں سے اس کمرے تک چلا آیا جہاں مکنون موجود تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی کہ سو رہی تھی وہ جان نہ سکا۔ لیکن اس کی بند آنکھیں اسے غنیمت لگیں۔ وہ چلتا ہوا بستر کے پاس آن رکا۔ کئی لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

تو نے پوچھی نہ خیریت جس کی

حال اس کا خراب ہے تا حال

"مکنون!" اس نے خود کو سنبھال کر اسے پکارا۔

مکنون کی پتلیوں میں جنبش ہوئی لیکن جو کارنامہ وہ بنا سوچے سمجھے انجام دے گئی تھی اسی لیے شرمندہ تو وہ بھی تھی ۔وہ آنکھیں کھول ہی نہ سکی۔ لیکن بند پلکوں سے آنسو گرنے لگے۔

"جو ہوا ہونا نہیں چاہئے تھا۔ لیکن اب ہو چکا ہے تو میں بس یہی کہوں گا کہ مجھے اس سب کے لیے معاف کر دو جس کے سبب تم بے گھر ہوئیں۔ تم نے انتہائی قدم اٹھایا۔" وہ مدھم لہجے میں بولتا چلا گیا۔

مکنون کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں۔لب کچھ کہنے کی چاہ میں لرز کر رہ گئے۔

"سنبھالو خود کو مکنون، ہم کراچی جا کر بات کریں گے ۔بس اتنا یاد رکھو میں، تمھارے ساتھ ہوں۔" وہ جو لرزتی پلکوں کو اب تک کھولنے کی ہمّت نہیں کر پائی تھی۔ ایک دم اس کی جانب دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں کس قدر بے یقینی تھی۔ ابرج کو اپنے قدم لڑکھڑاتے محسوس ہوئے۔وہ اس کی بے یقینی و بے اعتباری دیکھ آگے سے کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا۔

"میں اپنا اعتبار کھو چکا ہوں۔ مجھ پر بھروسہ ہوتا تو تم آج ان حالوں میں نہ ہوتیں۔ میرے لگائے زخم تمھیں اس نہج تک لے گئے کہ ہم دونوں ہی آج ایک دوسرے سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے۔" وہ چپ رہ نہیں سکتا تھا اس لیے آزردگی سے بولا۔

"اب رج۔۔۔۔" اس کے لب کانپے۔

"ہم گھر جا کر بات کریں گے۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر اسے کچھ بولنے سے روک گیا۔

میں بھی اب بے گلہ ہوں اور تم بھی
یعنی کچھ بھی نہیں بچا جاناں۔۔

تقریباً ایک گھنٹہ لگا ڈسچارج کی تمام فارمیلیٹیز پوری کرنے میں اور وہ لوگ گاڑی میں آ بیٹھے اور کراچی کا سفر شروع ہو گیا۔

اس دوران ایلیفیہ سے اس کا سامنا ہوا تھا لیکن نہ ایلیفیہ ایک لفظ بولی تھی نہ ہی مکنون نے کچھ بولنا چاہا تھا۔ وہ

معصومہ سہروردی کی موجودگی سے ناواقف تھی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اس کی نظر فرنٹ سیٹ پر موجود معصومہ سہروردی پر پڑی تھی۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ وہ انھیں سلام تک نہ کر پائی اس کے وجود میں رعشہ سے اتر گیا تھا۔ ایلیفیہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ نم پلکوں سے اس سہارا دیتی لڑکی کو دیکھنے لگی۔ وہ ان حالوں تک شاید نہیں یقیناً اسی کے سبب پوچھی تھی کہ ابرج نے اسے ایلیفیہ کی فکر میں ڈوب کر ہی تو مشق ستم بنایا تھا۔ مگر وہ اس سے نفرت محسوس نہیں کر پائی تھی۔ جس وقت وہ گھر سے نکلی تھی ایلیفیہ ہاسپٹل میں تھی اسے صحت یاب دیکھ کر اسے خوشی محسوس ہوئی تھی لیکن جس بری صورت حال سے وہ دوچار تھی وہ خوشی کا اظہار کر نہیں پائی تھی۔ ایلیفیہ کا سہارا پا کر اس کے آنسو گرنے لگے۔

"جو غلط قدم تم اٹھا چکی ہو۔ اس کی وجہ سے بہت لوگ تم سے ناراض ہیں اور اب تم نے سب کو خود منانا ہے۔" ایلیفیہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔ اس لڑکی سے میرا کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہیں ہے۔" معصومہ سرد لہجے میں بولی تھیں۔ ایلیفیہ نے لب بھینچ لیے تھے اور مکنون رونے لگی تھی۔

"میں، آپ سب سے بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے بنا سوچے سمجھے ایک انتہائی قدم اٹھایا۔ مجھے معاف کر دیں۔" وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔

"جب تم نے مجھے کچھ سمجھا ہی نہیں تو مجھ سے معافی بھی مت مانگو۔" معصومہ سہروردی کے لہجہ میں تپش تھی۔ مکنون سرد پڑنے لگی۔

ابرج سے ڈرائیونگ کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا لیکن وہ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"پلیز، اس وقت یہ باتیں کرنا مناسب نہیں ہے اس طرح ابرج ڈرائیونگ پر فوکس نہیں کر پا رہا۔" ایلیفیہ نے پھپھو کے سخت تیور دیکھتے ہوئے کسی بد نظمی و حادثہ سے بچنے کو کہا اور گاڑی میں یکدم ہی خاموشی طاری ہو گئی اس کے بعد پورے راستے کوئی بھی، اک بھی لفظ نہیں بولا تھا۔

باہر گزار دی کبھی اندر بھی آئیں گے
ہم سے یہ پوچھنا کبھی ہم گھر بھی آئیں گے
خود آہنی نہیں ہو تو پوشش ہو آہنی
یوں شیشہ ہی رہو گے تو پتھر بھی آئیں گے

یہ دشت بے طرف ہے گمانوں کا موج خیز
اس میں سراب کیا کہ سمندر بھی آئیں گے
آشفتگی کی فصل کا آغاز ہے ابھی
آشفتگاں پلٹ کے ابھی گھر بھی آئیں گے
دیکھیں تو چل کے یار طلسمات سمت دل
مرنا بھی پڑ گیا تو چلو مر بھی آئیں گے
یہ شخص آج کچھ نہیں پر کل یہ دیکھیو
اس کی طرف قدم ہی نہیں سر بھی آئیں گے

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا پاگل ہو گئی ہو۔ بچوں جیسا بی ہیو کر رہی ہو تم۔" زبیدہ نعمانی بیٹی کی کال کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد بخاری ولاز چلی آئی تھیں۔ کیونکہ جس وقت عابیہ نے کال کی تھی وہ ہاسپٹل میں تھیں۔ عابیہ نے انھیں کشمالہ کے زریعے ملنے والی تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ سوائے رونے کے کچھ نہیں کر رہی تھی۔ اس نے تو یہ سن کر کہ آج عبرود کا میجر آپریشن ہے رونے پر ہی اکتفا کیا تھا اور یہ بات سن کر بھی وہ رو دی تھی کہ عبرود کی گاڑی سے جس لڑکی کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ مر گئی وہ کوئی اور نہیں عائشہ کی نند عائلہ تھی۔ جس کی فوتگی پر جانے کا ابان نے اسے آج صبح ہی کہا تھا۔ اس کا یوں ہر بات پر بچوں کی طرح رونا زبیدہ نعمانی کو زچ کر گیا تھا۔ اس لیے وہ اسے ڈپٹ گئی تھیں۔

"ماما، ابان ٹھیک نہیں ہیں۔ انھیں کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گی۔" ماں کی ڈانٹ کا الٹا ہی اثر ہوا وہ اور شدتوں سے بلک اٹھی۔

"بات معمولی نہیں ہے اس لیے ابان بیٹے کے اعصاب قابو میں نہیں رہے اور وہ، وہ کر گیا ہے جو شاید کبھی نہ کرتا کہ جس طرح وہ مکنون کو وہاں چھوڑ آیا ہے یہ ابان کی تکلیف و اذیت کی شدت کا مظہر ہے۔ تم خود کو سنبھالو اپنے اعصاب پر قابو رکھو تم نے مکنون اور ابان کو سنبھالنا ہے۔" وہ بیٹی کو خود سے لگائے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما۔۔۔" وہ سسکی۔

"کچھ مت کہو اور زیادہ سوچو بھی مت اللہ سب بہتر کر دے گا۔" وہ بیٹی کو کچھ کہنے سے ہی روک گئیں۔

"صبح سے تم نے عتبان کو کس قدر نظر انداز کیا ہوا ہے۔ روئے جا رہی ہو یہ تک نہیں ہوش کہ عتبان بھوکا ہے۔ رو رہا ہے۔ تم سے مجھے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔" وہ بیٹی کو پانی پلاتے ہوئے اب اس پر برس رہی تھیں۔ وہ سوں

سوں کرتی لب چبانے لگی۔ بولی کچھ نہیں۔

"بیگم صاحبہ، بٹیا نے صبح ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اور دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا۔" نوراں بوا نے زبیدہ نعمانی کے سامنے چائے کا مگ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ، اس کے لیے کھانا لے کر آجائیں۔" انھوں نے بیٹی کو گھورتے ہوئے نوراں بوا سے نرمی سے کہا۔ وہ سر ہلاتی ہوئیں لاؤنج سے نکل گئیں۔

"مشکل وقت میں ہاتھ پاؤں چھوڑ دینے سے مشکل دور نہیں ہوا کرتی عابی! وقت کڑا ہے تم نے اس گھر کی بہو ہونے کی حیثیت سے اس گھر کی بیٹی کو سنبھالنا ہے۔ بحیثیت بیوی شوہر کی دل جوئی کرنی ہے۔ اسے اس غم کو بھلانے میں اہم کردار ادا کرنا ہے۔ یوں ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھو گی تو سہارا دینے کی بجائے تمھیں خود سہارے کی ضرورت ہو گی اور یاد رکھو اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جو شوہر کے مشکل وقت میں حوصلہ کے ساتھ اس کے ہمقدم ہو، ساتھ کھڑی ہو۔" وہ بیٹی کے آنسو صاف کر کے ناصحانہ انداز میں بولتی چلی گئیں۔

"ابان، کو میں نے اتنا ٹوٹا بکھرا تو ماما جان کی وفات پر بھی نہیں دیکھا تھا ماما، اس لیے مجھے سمجھ نہیں آرہا کچھ بھی۔ میں، ابان کو ایسے نہیں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ ضبط کرتے کرتے بھی رو پڑی تھی۔

"سمجھ سکتی ہوں میں کہ تم ابان کو لے کر بہت پریشان ہو لیکن یہ بھی تو سوچو بیٹا، مکنون جہاں سے، جس حالت میں ملی ہے یہ بات ابان کی غیرت کو جھجھوڑ کر رکھ گئی ہے۔ وہ بہت اپسیٹ ہے۔ تم نے ہی اسے نارمل کرنا ہے۔ یوں کمزور پڑو گی تو کیسے ابان کی پریشانی بانٹ سکو گی بتاؤ۔۔؟" وہ بیٹی کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے نرمی سے تھپکتے ہوئے بولتی چلی گئیں۔

"ماما، میں اتنی کمزور نہیں ہوں کہ کسی کو سہارا ہی نہ دے سکوں لیکن میں ابان کے بنا بہت کمزور ہوں۔ ابان ہی میری طاقت ہیں۔ میں نے دیکھی ہے ان کی حالت اور جسے دیکھ کس کرب سے گزری ہوں کیسے بتاؤں آپ کو، ابان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور میں۔۔۔" وہ بولتے بولتے ماں کی گود میں سر رکھ گئی۔

"اللہ پر کامل یقین رکھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے درمیان بولی تھیں۔

"دعا کریں ماما، سب نارمل ہو جائے۔ زندگی اسی ڈگر پر پرسکون سی چل پڑے جیسی ماما جان کی زندگی میں تھیں۔" وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔ وہ در شہوار کی کمی کو بہت محسوس کرتی تھی۔ در شہوار نے بہو کو اتنا مان و محبت دی تھی کہ ان کے جانے کے بعد وہ ہر مشکل میں انھیں یاد کرتی تھی۔

"

جھونک ماما جان نے سب اکیلے ہی ہینڈل کر لیا اور ہمیشہ میری سائیڈ لی۔ مجھ تک کسی پریشانی کو پہنچنے ہی نہیں دیا اور ان کے جانے کے بعد تو مجھے یہ تک سمجھ نہیں آ رہی کہ میں ابان اور مکنون کو کیسے سنبھالوں۔" وہ مدھم سے لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ گھر بھر کی لاڈلی تھی۔

مصیبت کیا ہوتی ہے پریشانی سے کیسے نمٹا جاتا ہے اسے تو خبر ہی نہ تھی کہ پریشانی کے اس تک پہنچنے سے قبل ہی زبیدہ نعمانی اور حیدر نعمانی مل کر پریشانی کو بانٹ لیتے تھے، رفع کر لیتے تھے۔

شادی ہوئی تو ابان نے ہتھیلی کا چھالہ بنا کر رکھا۔ در شہوار نے چھوٹی سی تلخی بھی اس تک نہ پہنچنے دی۔ ان کے جانے کے بعد اس پر شادی شدہ زندگی کی ذمہ داریاں پڑیں تو اسے دانتوں پسینہ آ گیا۔

"در شہوار تمھارے لیے ماں ثابت ہوئیں تو تمھارا فرض ہے کہ تم ان گھرانے پر ٹوٹی مصیبت کو تمام کرنے کی ہر ممکن جہت کرو۔ ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھا کرو۔ وہ محبتیں لٹا کر جا چکی ہیں اس دنیا سے ان کی دی محبتوں کو تقسیم کرو۔ مکنون ان کے جگر کا گوشہ ہے اس کی خوشیاں جو روٹھ گئی ہیں ان کے بحال ہونے کے لیے جدوجہد کرو۔ ابان کا خیال رکھو۔" وہ خود بھی در شہوار کی اچھائیوں کی متعرف تھیں۔ ان کی بیٹی کو در شہوار نے بیٹی بنا کر لاڈ سے رکھا تھا۔ وہ ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھا کرتی تھیں۔ بیٹی کے منہ سے ان کی تعریف ہمیشہ سنی تھی اور آج جس طرح وہ در شہوار کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ تو انھیں اپنی بیٹی پر پیار آیا تھا کہ وہ نادان تھی لیکن احسان فراموش نہیں تھی۔ محبت کی قدردان تھی۔ اس لیے بہت محبت سے اسے سمجھایا تھا۔

"ماما جان، تو مجھے اک پل کو بھی نہیں بھولتی ہیں۔ میں ان کے ایصال ثواب کے لیے روزانہ ہر نماز کے بعد قرآن پاک کی آیات پڑھتی ہوں۔ آج کے بعد اور اہتمام سے یہ سب کروں گی۔" وہ اتنی دیر میں پہلی دفعہ کچھ کہتے ہوئے روئی نہیں تھی۔ زبیدہ نعمانی بیٹی کا رخسار تھپکتیں اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ بھی ماں کی تقلید میں کھڑی ہو گئی۔

"آج عبرود کی پلاسٹک سرجری ہونی ہے۔ ڈاکٹر نے دن تین بجے کا ٹائم دیا ہے۔ میں چلتی ہوں۔ محسن کو میری ضرورت ہے۔ میں تمھارے پاس پھر چکر لگاؤں گی۔ تم کھانا کھا لینا۔ اور حوصلہ رکھنا کہ اللہ نے مشکل دی ہے وہی آسانی بھی عطا کرے گا۔ فی امان اللہ۔" وہ بیٹی کو خود سے لگا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"آپ، آئیں کس کے ساتھ تھیں۔ جائیں گی کیسے؟" ماں سے بات کر کے دل کا بوجھ کم ہوا تو اسے کچھ اور بھی سجھائی دیا۔

"احسن کے ساتھ آئی تھی اور جاؤں گی تمہارے پاپا کے ساتھ میں نے کچھ دیر قبل انھیں ٹیکسٹ کر دیا تھا۔ وہ لینے آ گئے ہیں۔" وہ باہر کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔

"پاپا، آئے ہیں اور مجھ سے ملے بنا چلے جائیں گے۔" وہ جیسے بے یقین رہ گئی تھی۔

"ہم لوگوں کو ہاسپٹل پہنچنا ہے اس لیے آج پاپا کو باہر کے باہر ہی جانے دو انشاءاللہ بہت جلد بہت زیادہ وقت کے لیے میں اور تمھارے پاپا آئیں گے۔" وہ مسکرا کر بولی تھیں۔

"جی ٹھیک، لیکن میں پاپا سے مل تو لوں۔" وہ ماں کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"حیدر پہلے ہی عبرود اور محسن کی وجہ سے پریشان ہیں۔ تمھیں اس حالت میں دیکھیں گے تو پریشانی بڑھ جائے گی۔ اس لیے تمھارا ان سے نہ ملنا ہی زیادہ بہتر رہے گا۔ تم جا کر فریش ہو جاؤ۔ رو رو کر منہ سجھالیا ہے۔ ابان بیٹا جاگے گا تو تمھیں دیکھ کر پریشان ہو جائے گا۔" وہ کہتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئیں اور وہ دھیمی سی چال چلتی اندر چلی گئی۔ اس نے کھانا کھا کر بوا سے عنبان کے کوٹ منگوالیا تھا اور بیٹے کے ساتھ وقت گزار کر اس کی تھوڑی پریشانی وقتی طور پر ہی سہی کم ضرور ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ابان! اٹھیں پلیز۔" ابان کو سوئے تقریباً آٹھ گھنٹہ ہو گئے تھے اور اس کی نیند ٹوٹتے نہ دیکھ وہ اسے جگانے لگی تھی لیکن اس کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش تک نہ ہوئی تھی۔ اس کے تو ہاتھ پاؤں سرد پڑنے لگے تھے۔ اس نے معطل ہوتے حواس کو بمشکل قابو کرتے ہوئے ڈاکٹر کو کال کی تھی۔ تقریباً تیس منٹ بعد ڈاکٹر بخاری ولاز چلا آیا تھا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے مسز ابان! ہیوی ڈوز کی وجہ سے نیند کا غلبہ زیادہ ہے بارہ گھنٹہ بعد دوا کا اثر کچھ کم ہوتے ہی ان کی نیند کا تسلسل بکھر جائے گا۔" ڈاکٹر خورشید گزشتہ بیس سالوں سے ان کے فیملی ڈاکٹر تھے۔ در شہوار کے وہی معالج تھے ان کا اکثر ابان کی شافی کے بعد بھی صنا ہوا تھا اس لیے عابیہ سے مل چکے تھے۔ کم عمر لڑکی اس وقت متورم چہرے پر ہوائیاں سجائے انھیں بہت معصوم لگی تھی۔ انھوں نے بہت شفقت سے اس کی تسلی کے لیے چند لفظ کہے تھے۔ ورنہ وہ کافی سخت گیر طبعیت کے مالک تھے۔ مریض کے اہل خانہ کے ساتھ ان کا انداز بڑا پیشہ ورانہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن عابیہ کی دگرگوں حالت گویا پتھر میں چوٹ لگا گئی تھی کہ عابیہ میں انھیں اپنی بیٹی کی شباہت لگی تھی۔ یوں وہ خود بہ خود نرم پڑ گئے تھے۔

"ڈاکٹر انکل! بارہ گھنٹہ تو بہت ہوتے ہیں یہ پچھلے ساڑھے آٹھ گھنٹوں سے سو رہے ہیں۔ مزید وقت گزرا تو میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ رونے لگی تھی۔

"میں نے کہا نا پریشانی والی بات نہیں ہے۔ ابان بالکل ٹھیک ہے بس گہری نیند میں ہے گولیوں کا اثر اک مقرر وقت تک رہتا ہے۔ بارہ گھنٹوں سے پہلے بھی نیند ٹوٹ سکتی ہے اور بہت ممکن ہے یہ دورانیہ سولہ سے چوبیس گھنٹوں تک بھی پہنچ

جائے۔ لیکن اس سے ابان کی صحت پر کوئی برا اثر یا کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ یقین کر لیں کہ مسکن دواؤں کے زیر اثر ابان سو رہا ہے۔" وہ ابان کے تفصیلی معائنہ کے بعد سنجیدگی سے مگر قدرے نرم لہجے میں تفصیلاً بولے تھے۔

"یہ آنکھیں نہیں کھول رہے تو مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے۔" وہ منمنائی۔

"جاگ جائے گا ابان، آپ زیادہ فکر مند نہ ہوں اور یہ بتایئے مجھے کہ ابان نے کافی مقدار میں نیند کی گولیاں کھائی کیوں ہیں؟ جہاں تک میرے علم میں ہے ابان یہ مسکن دوائیں استعمال نہیں کرتا۔ یہ میڈیسن تو بیگم شہوار کو میں نے ہی سجیسٹ کی تھی۔" وہ دھیمے سے پوچھ گئے۔ ان کے آتے ہی اس نے گولیوں کا خالی پتہ ان کے سامنے کر دیا تھا کہ یہ گولیاں کھائی ہیں۔

"ابان، ماما جان کی وفات کے بعد سے بہت ٹینس رہنے لگے ہیں۔ اور پچھلے اک ہفتہ سے تو سر درد کی شکایت کر رہے تھے۔ رات بھی سر میں بہت درد تھا اس لیے صبح کے وقت شاید بے دھیانی میں ایک سے زائد گولیاں کھالیں۔" وہ ڈاکٹر خورشید کے سوال پر لمحہ بھر کو گڑبڑائی۔ لیکن پھر خود کو کمپوز کر کے بڑی روانی سے جھوٹ بولتی چلی گئی۔

"سر درد کی شکایت ہو رہی ہے تو ابان چیک اپ کے لیے میری کلینک پر تو نہیں آیا۔" وہ تفصیل سن کر بولے۔ وہ ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ چند پرائیوٹ ہاسپٹلز میں اپنی خدمات سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ انھوں نے گھر ایک کلینک بھی بنائی ہوئی تھی جہاں وہ مفت علاج کرتے تھے۔ ابان کے بابا سبحان بخاری ہارٹ پیشینٹ تھے۔ ان کے علاج کے ساتھ ساتھ ابان اور مکنون کی موسمی بیماریوں کا علاج بھی وہی کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی سبحان بخاری سے کافی اچھی دوستی تھی۔ اس لیے انھیں یہ جان کر کے ابان کو سر درد کی شکسیت تھی اور وہ چیک اپ کے لیے نہیں آیا بہت حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ ابان کو تو بخار بھی ہوتا تھا تو وہ ڈاکٹر خورشید کے پاس ہی جاتا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ وہ کبھی اس کا علاج خود کرنے سے قاصر ہوتے تھے تو کسی اور ڈاکٹر کے پاس ریفر کر دیتے تھے۔

"میں کافی ٹائم سے ابان کے پیچھے پڑی ہوئی ہوں لیکن یہ میری سنتے ہی نہیں ہیں۔ ماما جان کی وفات کے بعد اپنی جانب سے بہت لاپروائی برتنے لگے ہیں۔ آپ کی بہت عزت کرتے ہیں۔ آپ کی بات مانتے بھی بہت ہیں اس لیے آپ انھیں سمجھایے گا کہ یوں اپنی صحت کی جانب سے کوتائی نہ برتیں۔" وہ کچھ سچ و جھوٹ ملا کر نم لہجے میں بول گئی تھی۔

"سبحان کی وفات کے بعد بھی ابان کو سنبھلنے میں وقت لگا تھا۔ بیگم شہوار سے تو اس کی اٹیچمنٹ بھی بہت تھی۔ گھاؤ کاری ہے وقت کے ساتھ لیکن بھر ہی جائے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں اور کچھ عرصہ کے لیے ابان کو کسی کھلی فضا میں لے جائیں۔ صحت و مزاج پر اچھا پڑے گا۔" وہ باہر کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔

"ابان، تو مانتے ہی نہیں ہیں۔ آفس کی فکر لگی رہتی ہے۔ میں شادی کے بعد کتنا پیچھے پڑی کہ یہ مجھے گھمانے لے

جائیں لیکن میری تو خیر مانی نہیں اس معاملے میں تو ماما جان کی بھی نہیں سنی تھی۔" وہ ان کے ہمقدم ہوتے ہوئے یوں بولی جیسے وہ اس کے گہرے دوست ہوں۔

"میں کہوں گا ابان سے جانے کے لیے آپ ٹینشن نہ لیں۔" وہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگے تھے اس کے سرخ چہرے پر پھیلی ناگواری دیکھ وہ مسکراتے ہوئے بول گئے تھے۔

"آپ کے کہنے سے کیا وہ مان جائیں گے؟" وہ پرجوش ہوئی تھی۔

"کچھ دیر پہلے آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ابان میری بہت عزت کرتا ہے میری مانتا ہے تو وہ میری یہ بات بھی مان لے گا۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولے۔ انھیں یہ لڑکی بڑی دلچسپ لگی تھی۔ اس کی باتوں میں معصومیت تھی۔ وہ شادی میں بھی شریک ہوئے تھے لیکن اس سے بات پہلی دفعہ ہو رہی تھی۔

"اللہ کرے ابان، آپ کی یہ بات مان لیں۔" وہ ان کی شرارت سمجھے بنا اپنے مخصوص بے فکرے انداز میں بولی۔

"جو بات نہ مانے ابان، میکے جانے کی دھمکی دیا کریں آپ ترنت مان جائیں گے۔" ان کے سنجیدگی سے مشورہ دینے پر وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگی۔

"میری بیگم صاحبہ آج تک یہی کرتی ہیں اور بیٹی صاحبہ نے بھی میرے بے چارے داماد کو یونہی قابو کیا ہوا ہے۔ اس لیے سوچا بے چارے شوہروں کے خلاف لیکن آپ کو بھی نسخہ کیمیا بتادوں۔ ابان کی خیر ہے میری بیٹی کا بھلا ہو جائے اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔" ڈاکٹر خورشید جیسے کھڑوس انسان اس کی معصومیت سے متاثر ہو کر اس سے بڑے دوستانہ انداز میں بات کرتے اسے بیٹی کہہ گئے تھے۔ وہ انھیں منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔

اور وہ اس کی حیرت سے محضوظ ہوتے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر دل ہی دل میں اسے دعائیں دیتے ہوئے نکلتے چلے گئے۔ عابیہ ان کے جانے کے بھی کئی منٹوں تک حیرت زدہ ہی رہی لیکن جیسے ہی حیرت کے بادل چھٹے۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ آن ٹھہری۔

"ابان صاحب! اب تو آپ گئے کام سے، میری مانے بنا تو ویسے بھی آپ کا گزارہ نہیں اور اب جب کہ میاں جی کو قابو کرنے کا نسخہ کیمیا میرے ہاتھ لگ گیا ہے تو اب تو آپ میری مانے بنا رہ ہی نہیں سکیں گے۔" وہ مسکرا کر سوچتی۔ اپنی سوچ پر کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ ایسی ہی تو تھی ہر چھوٹی بڑی بات پر پریشان ہوتی اور چھوٹی سی بات پر بھی بہت خوش۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"محسن! میرا چہرہ واپس اپنی حالت میں نہ آسکا۔۔۔ میرے چہرے کی ساخت و ہیئت بدل گئی۔۔۔ میرا خوبصورت چہرہ بدصورتی کا مظہر بن گیا تو کیا تم مجھ سے نفرت کرنے لگو گے۔۔۔۔ مجھے چھوڑ دو گے۔" عبرود کا آج میجر آپریشن تھا۔

اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری ہونی تھی۔ اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا جانے لگا تو وہ محسن کا ہاتھ تھام گئی۔ محسن نے اسے ڈوبتے دل کے ساتھ بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔ وہ بہتی آنکھوں سے لرزتے لہجے میں پوچھ گئی تھی۔ محسن نے اس کی جانب دیکھا تھا اس کی صرف آنکھیں اور لب ہی دکھائی دے رہے تھے بقیہ چہرہ پٹیوں میں قید تھا۔ لبوں پر لرزاہٹ اور آنکھوں میں خوف تھا۔ وہ خوف جو اسے کبھی نہ ہوا تھا آج وہ اسی خوف میں مبتلا تھی کہ کہیں وہ بدصورت نہ ہو جائے ۔ کہیں محسن اسے چھوڑ نہ دے۔ کہیں اسے قابل نفرت نہ دیکھا جانے لگے۔ ایکسیڈنٹ میں وہ خود تو زندہ رہی تھی لیکن اس کا غرور مر گیا تھا سارا طنطنہ نکل گیا تھا۔ جس اللہ کو وہ پانچ وقت تو دور سال کے سال بھی یاد نہیں کرتی تھی۔ بستر مرگ پر پڑتے ہی اسے اللہ یاد آگیا تھا۔ اسے زندگی نے ایسی جگہ لا کر چھوڑا تھا کہ اس کے پاس اللہ کی طرف پلٹنے۔ محسن کی طرف لوٹ جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

یہ اس کی بے بسی کی انتہا تھی یا وہ خود غرضی کی انتہاؤں پر تھی۔ محسن سوچ نہیں سکا کہ اس نے عبرود سے محبت کی تھی اس کی ہر برائی کے عیاں ہو جانے کے بعد بھی اس سے محبت قائم رہی تھی اور اب اس کی ممکنہ کمی نے بھی اس کی محبت کو زک تک نہ پہنچائی تھی۔ عبرود اس کے دل کی سب سے اونچی مسند پر آج بھی بیٹھی تھی۔

"میرے لیے تم اہم ہو عبرود، تم میری محبت ہو اور میری محبت میں کبھی کسی بھی وجہ سے کمی نہیں آسکتی۔ میری محبت نفرت کا روپ نہیں دھار سکتی۔ یہ یاد رکھنا تمھیں ایک دنیا چھوڑ سکتی ہے لیکن میری محبت تمھیں نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ اس کے ہاتھ پر گرفت کیے من کی سچائی سے بولتا چلا گیا۔

"میں اس قابل نہیں تھی کہ مجھے تم چاہتے اور اب تو مجھے چاہے جانے کا ہر جواز ہی ختم ہونے کو ہے۔" وہ بمشکل بولی۔

"مجھے اس وقت بھی تم سے محبت تھی جب تم بہت اچھی تھیں۔ مجھے تم سے تب بھی محبت تھی جب تمھاری برائیاں عیاں ہوئیں اور مجھے تم سے تب بھی محبت رہے گی بقول تمھارے جب تم سے محبت کا جواز ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ محبت بنا جواز کے ہوتی ہے بنا شرائط کے پنپتی ہے بنا فائدے کی تمنا کے بڑھتی رہتی ہے۔" محسن کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط و نرمی سے عبرود کے آنسو صاف کیے تھے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن محسن نے اس کے سوکھے پپڑی زدہ لبوں پر انگلی ٹکا دی تھی۔

وہ اسے بہت کچھ کہہ رہا تھا اور وہ چپ چاپ سنتی اپنی اندر زندگی کی لہر دوڑتی محسوس کرنے لگی تھی۔

اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹرز اپنا کام شروع کر گئے۔ لیکن اس کے کانوں میں زندگی دیتا محسن کا لہجہ گونجتا رہا۔

"عود! محبت جسم سے نہیں ہوتی کہ حسین جسم محبت کا حقدار ٹھہرے۔ حسین چہرہ و جسم تو نگاہ کی تسکین کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ محبت تو روح سے ہوتی ہے۔" وہ اب نیم غنودگی میں تھی۔ آپریشن کا آغاز ہو گیا تھا۔ لیکن اک پل کو بھی محسن کا خیال یا اس کا شیریں لہجہ سماعتوں سے دور نہ ہوا تھا۔

"تم دنیا کی پہلی حسین لڑکی نہیں تھیں لیکن میرے لیے پہلی ثابت ہوئیں کہ تمھیں میرے دل نے شرف قبولیت بخشا اور جنھیں دل چنتا ہے وہ اپنے ہر روپ میں اچھے لگتے ہیں کبھی خار بن کر نہیں چبھتے۔" اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ اک چبھن سی تھی جو اس کے چہرے کی کھال میں پیوست ہوئی جا رہی تھی لیکن وہ بہت صبر سے لیٹی تھی۔ اسے محسن کے صبر نے صبر کرنا سکھا دیا تھا۔ وہ ڈاکٹرز کے ساتھ مکمل تعاون کر رہی تھی۔

"تم میری محبت کا چمن ہو میرے لیے گلاب ہو اور تمھاری خامیاں، کمیاں کانٹوں کی مانند ہیں اور گلاب سے کانٹے ہٹا دیے جائیں تو وہ سوکھ جاتا ہے اور میری محبت ایسا کبھی نہیں ہونے دے گی۔ تم میرے لیے ہر حال میں دنیا کی سب سے حسین لڑکی رہو گی کیونکہ میں تمھیں چہرے پر سجیں آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ تم میرے لیے باعث کشش نہیں باعث اطمینان ہو۔" محسن کا نم لہجہ کانوں سے ہوتا دل میں اتر گیا تھا۔

"آئی لو یو محسن! تم نے اپنی محبت سے مجھے جیت لیا ہے۔" وہ نیم غنودہ حالت میں بڑبڑائی۔ ڈاکٹرز نے سنا اور اپنے کام میں مصروف رہے۔

اس کا چہرہ بگڑنا تھا کہ اصل حالت میں رہنا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ دنیا بھر کے ممالک سے آئے بڑے بڑے سرجن جنھیں اپنے علم و ہنر پر عبور حاصل تھا وہ بھی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ صرف علاج کر رہے تھے اور شفا دینے والا مالک اوپر بیٹھا تھا۔

عبرود بہت پر سکون تھی اسے چہرہ بگڑنے کی فکر نہیں رہی تھی کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ تن کی نہیں من کی خوبصورتی معنی رکھتی ہے اور اسے کچھ ہو جائے محسن اس کا ہے اسی کا رہے گا۔

محسن کی بے لوث محبت کی بلآخر جیت ہوئی تھی۔

وہ پتھر کو موم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

محبت فاتح عالم ٹھہری تھی۔۔۔۔۔!

چھو کے گزری تھی

یہ ہمیں شاید!

ہم پہ بھی مہربان
تھے لمحے!
زندگی کھل کے
مسکرائی تھی
سوندھی سوندھی
بہار آئی تھی!
دل کے صحرا میں
بھی میرے ھمدم
کیسے کیسے گلاب
مہکے تھے!
ہم تیری آرزو میں
بہکے تھے!
آج آیا ہے لوٹ کے
کوئی
اسکو آنے کا راستہ دیجے!
دیکھئے کون ھے
پتہ کیجے
دیکھیئے ناں ذرا
پتہ کیجئے
ھو محبت تو پھر
بلا لیجے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تیمور!" وہ تیمور کے لیے کھانا لے کر کمرے میں آئی تو اسے تیمور کہیں نظر ہی نہ آیا۔ وہ اسے مدھم آواز میں پکارتی، ٹیرس کی جانب کھلنے والا دروازہ کھول گئی۔ وہ توقع کے عین مطابق ٹیرس پر موجود تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے پاس

آن رکی اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گئی۔

"چل کر کھانا کھالیں تیمور۔ آپ نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا۔" اس کی آواز میں نمی تھی۔ جو تیمور کے چہرے پر پھیلے حزن کو دیکھ خود بہ خود اس کے لہجے میں گھل گئی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے عائشہ!" وہ رخ موڑے بنا بولا۔

"عائلہ کی زندگی ہی اتنی تھی۔ آپ سنبھالیں خود کو، آپ یوں بکھر جائیں گے تو مما کو کیسے سنبھالیں گے۔" کہتے ہوئے عائشہ کے آنسو گرنے لگے۔

"عائلہ کیوں ہمیں چھوڑ گئی ہے عائشہ! اس کے لیے مما اور میں نے کتنے خواب دیکھ رکھے تھے۔ وہ ہمارے سارے خواب ادھورے چھوڑ گئی، تمام تمناؤں کو تشنہ چھوڑ کر چلی گئی۔" وہ کہتے ہوئے رو دیا۔ عائلہ اس کی اکلوتی بہن تھی اسے بے حد عزیز تھی۔ اس کی ناگہانی موت کو اسے دفن کر دینے کے باوجود اس کا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔ ہر آہٹ پر یہی گماں ہوتا تھا کہ جیسے عائلہ ہو، وہ اسے پکار رہی ہو۔ مگر وہ جس سفر کی مسافر بنی تھی۔ اس سے واپسی کا کوئی راستہ بنا ہی نہ تھا۔ جو گیا سو گیا۔ پیچھے کوئی کتنا روئے، تڑپے جانے والا تو گیا۔ اب نہیں لوٹ کر آنے کا۔۔۔۔!

"اللہ کی مصلحتیں اللہ ہی جانتا ہے اور موت کا ذائقہ تو ہر ذی شے کو چکھنا ہے۔ آج عائلہ لقمہ اجل بن گئی۔ کل ہماری باری ہو گی۔ زندگی کی بس یہی حقیقت ہے۔" عائشہ نے روتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تھامے اسے کمرے تک لے گئی اور اس کی، نہ نہ، کے باوجود اسے زبردستی کھانا کھلانے لگی تھی۔

"عائلہ، ہمیں چھوڑ کر جا چکی ہے۔ آپ اسے واپس نہیں لا سکتے لیکن اس کے ایصال ثواب اور مغفرت کے لیے دعا کر سکتے ہیں اور یہی اب اس کے کام آئے گا۔" وہ اس کے سامنے سے کھانے کی ٹرے اٹھاتے ہوئے بولی تھی کیونکہ اس نے بس چند لقمے ہی لیے تھے۔

"جوان بہن کھوئی ہے عائشہ، صبر آتے ہی آئے گا۔ بس میری تم سے درخواست ہے کہ تم ابرج اور اپنی بھابھی سے کہو وہ میری عائلہ کو معاف کر دیں۔" وہ عائشہ کے سامنے ہاتھ جوڑے رو پڑا۔ وہ تڑپ کر اس کے جڑے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

"بھابھی مل گئی ہیں۔ ماما اور ابرج انھیں لے کر کسی بھی وقت کراچی پہنچ جائیں گے۔ آپ بے فکر رہیں میں خود بھابھی اور ابرج سے بات کروں گی ان سے عائلہ کے لیے معافی مانگوں گی۔" وہ روانی سے بولتی چلی گئی۔

"بھابھی تو رات ہی مل گئی تھیں جب تم نے رات چار بجے فون کیا تھا تب یہی پتہ چلا تھا نا تو انھیں کراچی آنے میں اتنا وقت کیوں لگ گیا ہے؟" وہ خود کو کمپوز کر کے پریشانی سے بولا۔ وہ عائشہ اور اس کی فیملی کے ساتھ ہمیشہ مخلص رہا تھا۔

"جی مل تو رات ہی گئی تھیں لیکن نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا وہ ہاسپٹل میں تھیں ٹریٹمنٹ سے فارغ ہونے کے بعد وہ مغرب کی نماز سے پہلے ہی وہاں سے نکلے ہیں۔ جلد پہنچ جائیں گے۔" عائشہ نے تفصیل بتائی تھی۔

"انشاءاللہ۔" تیمور نے دل سے کہا اور عائشہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس مشکل وقت میں کتنا بڑا سہارا ثابت ہوئی تھی۔ صحیح کہتے ہیں نیک بیوی عطیہ خداوندی ہوتی ہے۔

"ماما، بہت شرمندہ ہو رہی تھیں کہ وہ اور ابرج جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔" وہ بستر ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

تیمور آگے سے کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی تو کیا۔۔۔! وہ لوگ جس مشکل میں گرفتار تھے سبب اس کی بہن تھی جو ان اس دنیا میں ہی نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ تو بہن سے بھی باز پرس نہیں کر سکتا تھا بس یہی چاہت تھی کہ وہ لوگ عائلہ کو معاف کر دیں۔

"آپ، آرام کر لیں۔ میں، مما کے کمرے میں جا رہی ہوں۔" عائشہ کہتے ہوئے کھانے کی ٹرے اٹھائے کمرے سے نکل گئی۔

تیمور نے بوجھل ہوتے دل اور بھاری ہوتے سر کے ساتھ بستر پر دراز ہو کر آنکھیں موند لیں۔

جانے والی تو جا چکی تھی۔

اب بس اس کی جدائی اور اس کے بچھڑنے کا غم رہ گیا تھا۔

جسے اپنی تمام تر شدتوں کے ساتھ ان کی آخری سانس تک قائم رہنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عبرود کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کا عمل جاری تھا۔ اس وقت ہاسپٹل میں احسن شاہ اور مسز شاہ، محسن اور اس کے پیرنٹس کے علاوہ ثمرین موجود تھی۔

مسز شاہ کی پریشانی دیدنی تھی۔ وہ آج اپنے مخصوص حلیہ سے یکسر مختلف حلیہ میں تھیں۔ شلوار قمیض اور دوپٹہ سر تک اوڑھے وہ رب سے بیٹی کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھیں۔ احسن شاہ خود مضطرب تھے لیکن بیوی کی دل جوئی کرتے رہے تھے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ان کی جان حلق میں آنے لگی تھی۔ آنسوؤں پر ان کا اختیار نہیں رہا تھا اور محسن خود کو کمپوز کر کے مسز شاہ کے پاس آن رکا تھا اور بہت نرمی سے بولا تھا۔

"آنٹی! حوصلہ رکھیں انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں نے تمام عمر اپنے حسن اور اسٹیٹس پر غرور کیا اور یہی بیٹی کو بھی سکھایا۔ میں اپنی بیٹی کی اچھی تربیت تک نہ

تھے لیکن آج مجھے احساس ہوا ہے کہ دھن دولت سے زیادہ رشتے اور خلوص محبت اہم ہوتا ہے۔تم سے زیادہ اچھا اچھا جیون ساتھی میری بیٹی کا نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔" وہ نم لہجے میں کہتی چلی گئیں۔وہ یہ سب گزشتہ رات سے اب تک کئی بار دہرا چکی تھیں۔ محسن چپ رہ گیا تھا بولتا بھی تو کیا اور اسی وقت آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور اس کو آکورڈ پوزیشن سے نکال لے گیا۔

"ڈاکٹر۔" آپریشن تھیٹر کا دروازہ جیسے ہی کھلا وہ سب ڈاکٹر کی طرف لپکے۔

"ہم نے اپنی سی پوری کوشش کی ہے۔ باقی جو اللہ کو منظور۔" ڈاکٹر محسن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"پرائیوٹ روم میں کب تک شفٹ کیا جائے گا۔" احسن شاہ نے وہاں سے گزرتی ہوئی نرس سے پوچھا۔

"کچھ ہی دیر میں۔۔۔ پھر آپ سب لوگ مریض سے مل سکیں گے۔" نرس جواب دے کر آگے بڑھ گئی۔

"آپ لوگ کچھ دیر کے لیے گھر چلے جائیں۔ یہاں عبرود کے پاس میں ہوں۔" محسن نے مسز شاہ سے کہا۔ مگر وہ انکاری ہو گئی تھیں۔ لیکن محسن کے اصرار پر وہ دونوں میاں بیوی وہاں سے چلے گئے تھے۔

"ماما، پاپا آپ بھی گھر چلے جائیں۔ مجھے ضرورت ہو گی تو آپ کو کال کر لوں گا۔" محسن نے اب پیرنٹس کو مخاطب کیا اور انھیں بھیج کر وہ عبرود کے پاس آ گیا۔

وہ چاہتا تھا کہ عبرود کو عقل آ جائے وہ اسے چھوڑ کر نہ جائے لیکن جو حالات ہو گئے تھے ایسا اس نے بالکل نہیں چاہا تھا۔

وہ عبرود کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ عبرود میں کوئی کمی واقع ہو اور وہ اس کے سامنے ہمیشہ شرمندہ رہے کیونکہ وہ ہمیشہ عبرود کو بہت بلند دیکھنا چاہتا تھا۔اسے جھکانے کی آرزو اس کے دل میں کبھی رہی ہی نہ تھی۔ وہ اس کے غرور کو ختم ضرور کرنا چاہتا تھا اس کا غرور توڑنا نہیں چاہتا تھا۔یہی چاہا تھا کہ عبرود غرور چھوڑ کر اس کو سمجھے اس کی محبت کو سمجھے اور وہ ایک نارمل ازدواجی زندگی گزاریں۔

اس نے بستر پر بے سدھ عبرود کو دیکھ دل کو آزردہ ہوتا محسوس کیا اور وہ اسٹول کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا تھا۔

اس کا ایمان تھا کہ اللہ نے مصیبت دی ہے وہی اس سے باہر نکالے گا۔ دل خوفزدہ ضرور تھا مگر اسے یقین تھا سب انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپ جاگ گئے ابان، شکر میرے اللہ!" وہ جو ڈاکٹر خورشید کے جانے کے بعد ننھے عتبان کو تیار کر کے اسے فیڈ

کرا کے سلا کر نوراں بوا کو دے کر کمرے میں آگئی تھی اور ابان کے سرہانے اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی اس دوران اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی تقریباً ساڑھے نو گھنٹہ بعد اسے آنکھیں کھولتے دیکھ اسے بے پناہ خوشی ملی تھی۔

ابان اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ اس کے اعصاب بیدار نہ ہوئے تھے۔ وہ جاگ کر بھی گویا نیند کی سی کیفیت میں تھا۔

"آپ نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔" وہ اس کے عین سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بیہ، میرا سر بہت بری طرح چکرا رہا ہے۔" وہ ہاتھ عابیہ کے ہاتھ سے چھڑا کر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔

"آپ کو ضرورت ہی کیا تھی بھاری مقدار میں سلیپنگ پلز لینے کی۔" وہ اس کی حالت دیکھ رو دینے کو تھی۔

"پانی دو مجھے۔۔۔" وہ اس کی بات نظر انداز کر کے بولا اور عابیہ نے لپک کر جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور بھرا ہوا گلاس اسے تھما دیا۔

"میں ڈاکٹر انکل کو کال کرتی ہوں۔" وہ بولتے ہوئے ابان کا سیل فون اٹھا کر ڈاکٹر خورشید کا نمبر ملا گئی۔

"آپ پریشان نہ ہوں اور واپس لیٹ جائیں۔ ڈاکٹر انکل کچھ دیر میں آجائیں گے۔ جب تک میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔" عابیہ اس کی فکر میں ڈوبی بولی۔ ابان کے حواس لوٹنے لگے تھے۔ اسے حیدرآباد میں جو کچھ ہوا تھا۔ سب یاد آنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

"بیہ۔۔۔!" اس نے عابیہ کی جانب دیکھے بنا، اسے پکارا۔

"ابان، کیا ہو رہا ہے آپ کو؟" وہ تڑپ کر اس کے برابر آن بیٹھی۔ وہ کچھ کہے بنا اس کی گود میں سر رکھ گیا۔

"ابان!" وہ اپنی گود میں رکھے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے۔ کچھ بولنے کو تھی۔

"بیہ، پلیز چپ ہو جاؤ۔ کچھ مت بولو۔ میں ٹوٹ گیا ہوں، بکھر گیا ہوں میں، بس! مجھے سمیٹ لو۔" وہ نم لہجے میں بولا تھا۔ عابیہ کے آنسو گرنے لگے تھے۔ وہ لب کچلتی، اس کے سر میں انگلیاں پھیرنے لگی تھی۔ جانے یونہی کتنی دیر گزری تھی کہ ان کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ عابیہ نے خود کو کمپوز کر کے پوچھا تھا:

"جی، نوراں بوا! کوئی کام ہے؟" نوراں بوا نے ڈاکٹر خورشید کے آنے کا بتایا تھا۔

"جی ٹھیک ہے آپ انھیں کمرے تک لے آیئے۔" اس نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔ اس دوران وہ بھی اٹھ بیٹھا تھا۔

"ڈاکٹر خورشید کو کیوں بلایا ہے؟" وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کال اس کو بتا کے اس کے سامنے کی تھی مگر وہ اس وقت حواسوں میں نہ ہونے کے سبب انجان رہا تھا۔ اب اس پر تقریباً خفا ہونے لگا تھا۔

"آپ کو بے سدھ سوتا دیکھ میں ڈر گئی تھی۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"احمق لڑکی میں نے نیند کی گولیاں کھائی تھیں۔ فضول میں ڈاکٹر خورشید کو بلا کر بیٹھ گئی ہو۔ ابھی میں تمہارا و اپنا ہی سامنا نہیں کر رپا رہا۔ ڈاکٹر خورشید کا سامنا کیونکر کر پاؤں گا۔" وہ جھنجھلا کر رہ گیا تھا۔ اس پر تقریباً غصہ ہو رہا تھا۔

"اب تو ڈاکٹر انکل آ گئے ہیں۔ میں انھیں بلا رہی ہوں۔" اس کا غصہ ہونا عابیہ پر گراں گزرا وہ آنسو پیتی بولتے ہوئے بیڈ سے اتری اور ابان کے سمجھنے تک دروازہ کھول گئی۔ سائیڈ پر کھڑے ڈاکٹر خورشید کو اس نے سلام کیا اور انھیں اندر لے آئی۔ ابان لامحالہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر خود پر بلینکٹ ڈال گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر خورشید کو سلام کیا تھا۔ وہ اس کا چیک اپ کرنے کے ساتھ اسے نیند کی گولیاں کھانے پر سرزنش بھی کرتے جا رہے تھے۔ ابان خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ ڈاکٹر خورشید نے فسٹ وزٹ میں عابیہ کی دی انفارمیشن کے زیر اثر اسے ایک نیورولوجسٹ سجیسٹ کیا تھا۔ وہ اس پر بھی چپ رہا تھا۔ ڈاکٹر خورشید نے تفصیلی معائنہ کے بعد عابیہ کو اس کی جانب سے تسلی دی تھی اور ابان سے کہا تھا کہ وہ ماحول چینج کرے تاکہ اس کی صحت پر اچھا اثر پڑے۔ وہ فرمانبرداری سے حامی بھر گیا تھا۔ ڈاکٹر خورشید اسے اپنا خیال رکھنے کا کہتے اور عابیہ کو پریشان نہ ہونے کی ہدایت کرتے واپس چلے گئے تھے۔

"آپ فریش ہو جائیں میں آپ کے لیے کھانا لگواتی ہوں۔" وہ ڈاکٹر خورشید کے جاتے ہی بولی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ اب کے سختی سے بولا تھا اور وہ رونے لگی تھی۔

"یوں مت کریں ابان، ورنہ میری جان نکل جائے گی۔ آپ کو میں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ پلیز! مجھ سے شئیر کریں اپنی فیلنگز۔ مجھے، آپ کو یوں دیکھ کر کچھ ہو رہا ہے۔" ہچکیوں کے درمیان بولی تھی اور وہ مضطرب ہوتا لب بھینچ گیا تھا۔

"بیہ، میں ٹھیک ہوں۔ تم پریشان نہ ہو۔ جا کر تم کھانا لگواؤ۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" ابان نے خود کو کمپوز کر کے اشارے سے اسے پاس آنے کا کہا وہ اس کے عین سامنے آن بیٹھی اور ابان نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ آپ پریشان ہیں تو آپ مجھے بتائیے نا ابان، یوں چپ رہ کر تو آپ اندر ہی اندر دکھ کو پال رہے ہیں۔" وہ سسکی تھی۔

"پریشان نہیں ہوں۔ اذیت میں ہوں اور اسی لیے میں ان باتوں کو دہرانا نہیں چاہتا بیہ جنھوں نے مجھے برزخ میں اتار دیا۔ مجھے مت وہ سب یاد دلاؤ۔ پلیز۔۔۔!" وہ اس کے ہاتھ تھام کر ملتجی ہوا۔

"آپ اکیلے نہیں ہیں ابان، آپ کی بیہ آپ کے ساتھ ہے۔" وہ بولتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔ وہ مسکرا دیا۔

"یہی تو اب باعث اطمینان ہے کہ میری بیہ میرے ساتھ ہے۔" اس نے پرسکون سے انداز میں کہہ کر اس کی

http://paksociety.com

پیشانی چوم لی۔

"کھانا لگواؤ میں آرہا ہوں۔" وہ جو سرخ پڑ گئی تھی اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے اور چائے پی رہے تھے کہ جس بات سے وہ پہلو بچا رہا تھا۔ وہ خود چل کر ان تک آگئی تھی۔

کیونکہ وہ لاکھ دامن بچا تا رشتوں سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔

لاکھ اذیت محسوس کرتا اسے سامنا تو کرنا ہی تھا۔

زندگی کے رہتے زندگی کے جھمیلوں سے اسے نبرد آزمائی چاہتے ونہ چاہتے ہوئے کرنی ہی تھی۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے بخاری ولاز جانا ہے۔ میں سہروردی ہاؤس نہیں جاؤں گی۔" وہ جانے پہچانے راستوں پر گاڑی دوڑتے دیکھ منمنائی تھی۔

"جب بخاری ولاز جانا چاہیئے تھا جب تو تم گئیں نہیں اب وہاں جا کر کیا کرو گی۔" معصومہ سہروردی گہرے طنز سے بولیں۔ وہ لب کچل کر رہ گئی۔ ابرج سہروردی نے بیوی کی بات اور ماں کا جواب بھی سنا اور غیر محسوس انداز میں راستہ بدلتے ہوئے گاڑی کا رخ بخاری ولاز کی طرف موڑ دیا۔

"گاڑی واپس موڑو ابرج!" وہ بیٹے کو گاڑی کا رخ بدل لینے پر دبے دبے انداز میں غرائی تھیں۔

"ماما، فی الحال مکنون کا بخاری ولاز جانا ہی بہتر رہے گا۔" وہ اسٹیئرنگ پر گرفت کیے، بولا۔

"تم جانتے ہو نا ابان وہاں سے کس حالت میں لوٹا ہے۔ تم تو ہاسپٹل چلے گئے تھے اصل ذلت تو اسی نے سہی ہے اس کا سامنا کرنے کی کم از کم مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ تم دونوں میاں بیوی نے مجھے ابان کا مجرم بنا دیا ہے۔" وہ اب قدرے دکھ و شرمندگی سے بولی تھیں۔ ابان کا وہاں سے آجانا وقتی طور پر انھیں غصہ دلا گیا تھا لیکن سوچنے پر انھیں اس کے فیصلے میں چھپی بے بسی کا باخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔

"اسے تم سے کوئی مسئلہ تھا یہ مجھے بتاتی، ابان سے کہتی یہ تو گھر سے نکل پڑی۔ جس جگہ سے اسے لے کر آئے ہیں یہ عمر بھر خود بھی شرمندہ رہے گی اور ہمیں بھی نظر چرانے پر مجبور کرے گی۔" وہ غصہ و ملال کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولیں۔ ابرج لب بھینچے ڈرائیونگ کرتا رہا جبکہ مکنون کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"میں تو خیر ساس تھی مجھ پر نہ کرتی بھروسہ، اپنے ماں جائے پر تو کرتی بھروسہ، جو اس پر جان چھڑکتا ہے۔ تم نے اور اس نے ابان کو کس بات کی سزا دی ہے آخر، کیوں تم لوگوں نے اس سے سکون سے جینے کا حق چھین لیا ہے۔" وہ رو پڑیں تھیں۔

"پھپھو جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔ اب لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ آپ کو ہی ابرج اور مکنون کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے انھیں ایک نارمل زندگی کی طرف لانا ہو گا۔ یوں زخم کریدنے کا عمل سوائے اذیت کے کچھ نہیں دے گا۔" ایلیفیہ آنسو پیتے ہوئے بولی تھی۔ گاڑی میں ایک بار پھر خاموشی کا راج ہو گیا تھا۔ سوائے مکنون کی سسکیوں کی آواز کے گاڑی میں دوسری کوئی آواز نہ تھی۔

وہ لوگ کل رات آٹھ بجے کے قریب حیدرآباد کے لیے نکلے تھے اور ٹھیک تیرہ گھنٹے بعد وہ کراچی واپس پہنچ گئے تھے۔ جس وقت ابرج سہروردی کی گاڑی بخاری ولاز کے سامنے رکی رات کے نو بج رہے تھے۔ گاڑی سے اتر کر گھر میں داخل ہوتے ہوئے مکنون کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ وہ اپنی محفوظ پناہ گاہ چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی۔

ملال سا دل سے اٹھا۔

پچھتاوے اسے گھیرنے لگے۔

اور وہ آنسو پیتی اندر کی طرف قدم اٹھاتی چلی گئی۔

کیا ابان اسے معاف کر دے گا؟

یا ابان اسے گھر میں ہی گھسنے نہ دے گا؟

اس کی یہ غلطی عمر بھر کے فاصلے لانے والی تھی؟

یا اس کی پہلی غلطی اسے کچھ کہے نا معاف کر دی جانی تھی؟

یہ وہ نہیں جانتی تھی لیکن وہ رکی نہیں تھی۔

وہ اپنی امان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے آنے میں، پلٹنے میں دیر کر دی تھی۔

یا ابھی اس کے لیے واپسی اور دل کا ہر در کھلا ہوا تھا؟

فیصلہ بس چند لمحوں کی دوری پر تھا۔

لیکن! مکنون کا دل ہر اٹھتے قدم کے ساتھ بند ہوتا جا رہا تھا۔

محبت ہوتے ہوتے، اک ندامت ہو گئی آخر
ندامت ہوتے ہوتے، اک اذیت ہو گئی آخر

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بھیا۔۔۔!" وہ جو بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ آواز پر اس کے ہاتھ میں کپ لرز اٹھا۔ اس نے نظر نہ اٹھائی۔ مگ ٹیبل پر منتقل کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ یہاں سے جاتا کہ مکنون لپک کر اس کی راہ میں آگئی۔

"بھیا۔۔۔!" وہ اس سے زیادہ اب بھی کچھ نہ بول پائی۔

"چلی جاؤ یہاں سے مر گیا تمہارا بھیا۔۔۔!" وہ اس کو داہنے ہاتھ سے سائیڈ پر کرتا ہوا۔ چیخا۔

"ابان! ایسے کیوں بول رہے ہیں آپ۔۔۔" عابیہ اٹھ کر ان تک پہنچتے ہوئے بولی۔

"اور کیسے بولوں۔۔۔ زندہ مار ہی تو دیا ہے اس نے مجھے، کچھ بولنے، کسی سے نظر ملانے کے قابل ہی نہیں چھوڑا ہے؟" وہ ضبط کرتے کرتے بھی چلایا۔

"مجھے معاف کر دیں بھیا۔۔" مکنون سسکی۔

"بند کرو بکواس اور چلی جاؤ یہاں سے تم سے میرا ہر تعلق ختم ہو گیا ہے۔" اس نے مکنون کے جڑے ہاتھ نظر انداز کر دیے۔ اس کی جانب بس ایک نظر دیکھا اور فیصلہ سنا دیا۔

"ابان بیٹا! بیٹھ کر تسلی سے بات کر لیتے ہیں۔" ان تینوں کے لیے ہی ابان کا روپ بہت نیا اور عجیب تھا۔ معصومہ سہروردی حیرت پس پشت ڈال کر اس کے سامنے آن رکیں۔

"آنٹی بات کرنے لائق کچھ نہیں رہ گیا۔" وہ ان کے احترام میں دھیما پڑ گیا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں نا آؤ بیٹھو مل کر بات کرتے ہیں۔ ابرج اور مکنون کی غلطیوں و حماقتوں کو تم نے اور میں نے ہی مل کر سدھارنا ہے۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گئیں۔

"عابیہ! بوا سے کہہ کر کھانا لگواؤ۔ جب تک آپ لوگ فریش ہو جائیں۔" وہ خود کو کمپوز کر کے بولا۔

"کھانا وغیرہ تو گھر جا کر ہی کھائیں گے۔ مکنون کی ضد پر یہاں آگئے ہیں۔ بات کا مناسب وقت تو نہیں ہے لیکن تکلیف دہ باتیں جتنی جلدی ختم ہو جائیں۔ آگے کی زندگی کے لیے بہتر ہو گا۔" معصومہ سہروردی سنجیدگی سے بولیں۔

"پلیز! آپ لوگ فریش ہو جائیں بات کھانے کے بعد ہو جائے گی۔" ابان کے اصرار پر وہ لوگ فریش ہونے چلے گئے۔ اس نے بوا کے ساتھ مل کر کھانا لگا دیا۔ جبکہ عابیہ، مکنون کے پاس بیٹھی تھی جو بس روئے جا رہی تھی۔

"تم بھی فریش ہو جاؤ۔ مکنون!" عابیہ نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا لیکن وہ نہیں مانی۔ ان لوگوں کو کھانا کھانے اور چائے پینے میں کوئی بیس منٹ لگے تھے۔ وہ لوگ لاؤنج میں آگئے۔ جہاں مکنون اکیلے ہی بیٹھی تھی۔

"ابرج نے جو بھی کیا۔ اس کا مکنون کے ساتھ جو بھی رویہ و سلوک رہا قابل مذمت ہے۔ میں اس سے ناراض بھی ہوں، غصہ بھی۔۔۔ لیکن بیٹا ہے میرا، اسے سزا کے طور پر نہ گھر سے نکال سکتی ہوں، نہ اپنا رشتہ ختم کر سکتی

ہوں۔ "معصومہ سہر وردی نے ابان کو مخاطب کر کے بات کا آغاز کیا۔ سب چپ چاپ انھیں بولتے ہوئے سنتے رہے۔

"ابرج کے عمل کے رد عمل کے طور پر جو قدم مکنون نے اٹھایا ہر گز بھی قابل تعریف نہیں ہے۔ لیکن اس سے رشتہ نہ ہم ختم کر سکتے ہیں نہ ہی تم کر سکتے ہو۔" ان کے انداز میں حقیقت پسندی کا عنصر نمایاں تھا۔

"رشتہ میں نے نہیں آنٹی، اس نے خود ختم کیا ہے۔" ابان غیر معمولی سنجیدہ تھا۔ مکنون نے اسے تڑپ کر دیکھا۔

"اسے، ابرج سے کوئی شکایت تھی تو اس نے کبھی مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ اس نے انتہائی قدم اٹھایا مجھے لاعلم رکھا۔۔۔ کیا اس کو نہیں چاہئیے تھا کہ شوہر سے کوئی اختلاف تھا تو یہ میرے پاس آتی مجھ سے کہتی یہ تو منہ اٹھا کر گھر ہی چھوڑ گئی۔ جب اس نے مجھے کچھ سمجھا ہی نہیں اس کی نظر میں میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے تو ٹھیک ہے میری طرف سے اب یہ جیے، مرے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔" وہ سخت لہجے میں گہری سنجیدگی سے دو ٹوک انداز میں کہتا چلا گیا۔ مکنون کے رونے میں شدت آگئی۔ عابیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے کول ڈاؤن رہنے کا اشارہ دیا جسے وہ نظر انداز کر کے مزید بولا۔

"اس سے میرا رشتہ اسی دن ختم ہو گیا تھا جب اس نے کسی بھی وجہ سے شوہر کے گھر کی دہلیز پار کی تو میکے کی دہلیز پر قدم نہ رکھے۔ میکے کو اس نے خود چھوڑا ہے میں اگر اب لاتعلقی کا اعلان کر رہا ہوں تو آپ سب جو اتنا عجیب کیوں لگ رہا ہے؟" وہ معصومہ سہر وردی کو باادب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تمہارا اک اک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ میں تو کیا، مکنون تک تمھیں نہیں جھٹلا سکتی لیکن جو ہو گیا ہم بدل نہیں سکتے ۔نہ ابرج اپنا عمل بدل کر ہمارے سامنے سرخرو ہو سکتا ہے اور نہ ہی مکنون اپنا عمل پلٹانے پر قادر ہے۔ ان دونوں نے لینے کو فیصلے لے لیے مگر اذیتوں سے تو ہم گزر رہے ہیں۔ اور خود یہ دونوں بھی نہ ہم سے، نہ خود سے اور نہ اک دوسرے سے نظر ملانے کے لائق رہے ہیں۔ نہ ابرج کا عمل چھوٹا پڑتا نہ ہی مکنون کے قدم لڑکھڑاتے ان دونوں نے اپنے لیے خسارے خود چنے ہیں۔ یہ اپنی لگائی آگ میں جلنے کو ہی کافی ہیں ہم لوگ اب سزا نہ دیں تو ہی بہتر کہ ہم چاہیں بھی تو گیا وقت واپس نہیں لا سکتے۔" معصومہ سہر وردی کا لہجہ نم تھا لیکن تجزیہ حقیقت کا عکاس تھا۔

"ابان، آنٹی! بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سب فراموش کرنا کھٹن سہی لیکن یہی مناسب ہے۔" عابیہ روتے ہوئے بولی۔

"ہمیں اندازہ ہے کہ آپ بہت اذیت میں ہیں۔ مکنون جہاں سے ملی ہے وہ سب میری روح میں شگاف ڈال گیا ہے۔ لیکن میں اپنے پاک پروردگار کا احسان مند و شکر گزار ہوں کہ اللہ نے عزت کا آبگینہ محفوظ رکھا ہے۔" ابان کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"لیکن میں مکنون کو معاف نہیں کروں گا اس سب کے لیے۔۔۔ اس کی کیسی حفاظت کی ہے میں نے بابا کے بعد اسے کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی یہ مجھ سے اپنے دکھ نہ کہتی لیکن ایسا قدم نہ اٹھاتی جو ماما جان کی تربیت پر انگلی اٹھانے کے مترادف ہے۔" وہ گہرے ملال و دکھ کی عملی تفسیر لگ رہا تھا۔

"ماما جان کا وصف صبر برداشت اور یہ ان کی بیٹی ہو کر بھی صبر نہ کر سکی۔ ماں کے نقش قدم پر نہ چل سکی۔ اچھے دنوں کا انتظار نہ کر سکی۔ سوچا نہیں اس نے کہ کڑا وقت گزر جائے گا رات کے بعد سحر طلوع ہو گی۔ اس نے بے صبرے پن میں مجھے سب کی نظروں سے گرا دیا، مجھے خود اپنی نظروں سے گرا دیا۔" ابان کا لہجہ زخمی تھا اس کی روح پر لگی تھی چوٹ جو اس کے لہجے سے بیان ہو کر بھی نہیں ہو رہی تھی۔

"ابرج کوئی دنیا کا پہلا شوہر نہیں ہے جو بیوی کو سکھ نہ دے سکا، ظلم کیے۔ اب عورت یوں گھر سے در بدر ہو جائے۔ یا اپنوں کے ہوتے ہوئے غیروں سے مدد کے لیے نکل پڑے تو ایثار و صبر کا کیا ہو؟ گھر بنانے کی لگن کا کیا ہو؟" وہ بول رہا تھا۔ سب سن رہے تھے۔

"اس نے یوں کر کے ابرج کے منہ پر جو تا مارا ہے کہ تم مجھے محبت، عزت نہیں دے سکتے۔ تو جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ میرے رہنے کے بہت ٹھکانے ہیں چاہے وہ شفاف نظر آتی جائے پناہ فحاشی کا اڈہ ہی کیوں نہ نکلے شوہر سے حساب تو بے باک ہو گیا۔" وہ مکنون کو گھورتے ہوئے بولتا گیا۔ عابیہ نے اسے ٹوکنے کی کوشش کی لیکن اس نے عابیہ کو چپ رہنے کا کہہ کر اپنی بات جاری رکھی۔

"مجھے اپنے بھائی کو جتلایا ہے، بتایا ہے کہ میں نے اس کے لیے ایک اچھا جیون ساتھی نہیں چنا۔۔۔ میں نے اسے دکھی محسوس کر کے بھی اس کے دکھ کا مداوا نہیں کیا۔۔۔ بہن کو رخصت کر کے اس کی طرف سے لاپرواہ ہو گیا۔۔۔ میرا گھر اس کے لیے امان ثابت نہیں ہو سکتا۔۔۔ یہ جو اس نے میری محبت میرے خلوص پر شک کے جوتے مارے ہیں ان کی اذیت سے کیسے نکلوں؟ وارڈن نے جو کچھ کہا وہ شاید وقت کے ساتھ ذہن سے نکل جائے لیکن یہ ذہن و دل سے کیسے نکلے گا کہ میری بہن کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔۔۔۔ میں اس کا محافظ ثابت نہ ہو سکا۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے کہتا چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ مرد نہیں روتے لیکن وہ رو رہا تھا اس کی بہن نے اسے رلا دیا تھا۔ اس کے رشتوں نے ادے اتنا کمزور کیا تھا کہ وہ رو دیا تھا۔۔۔

"ابان! بس چپ کر جائیں پلیز مت دیں خود کو اتنی اذیت۔۔۔" عابیہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولتی بلک اٹھی۔

"برا تو ابرج نے کیا تھا۔ کیا یہ میرے پاس نہیں آسکتی تھی؟ یا یہ مان چکی تھی کہ میں ایک گرا ہوا شخص ہوں۔ جس نے ایلیفیہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ابرج و مکنون کی جانب باری باری دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں بھیا! میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" مکنون تڑپ کر بولی۔

"سوچ نہیں سکتیں لیکن عملاً بتا دیا۔" وہ دوبدو بولا۔

"خدا کی قسم بھیا ایسا کچھ۔۔۔" وہ بولنا چاہتی تھی مگر ابان نے موقع ہی نہ دیا۔

"آنٹی! آج یہاں ایلیفیہ بھی موجود ہے۔ آپ پوچھ سکتی ہیں کہ میں نے اسے کبھی پریشان کیا ہو تو۔۔۔ اس رات مجھے میری بے بسی لے گئی تھی۔۔۔ کشمالہ کی عزت داؤ پر لگی تھی۔ مجھے صرف اس کی تصویریں ارمش سے لینی تھیں۔۔۔ میں مانتا ہوں میں نے کشمالہ کا سوچتے ہوئے مکنون اور ایلیفیہ کا نہیں سوچا تھا۔۔۔ اور اس کے لیے ایلیفیہ تو شاید مجھے معاف کر دے لیکن میں خود کو معاف نہیں کر سکتا باوجود اس کے کہ ایلیفیہ کو میں نے تنگ نہیں کیا تھا۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"ابان! ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ابان سچے ہیں ان کے کردار میں کوئی جھول نہیں ہے۔" ایلیفیہ آنسو پیتی، بولتی چلی گئی۔

"ابرج نے کہا کہ آپ کو مہ میں میرے سبب ہیں اور مکنون نے یقین کر لیا اس نے شوہر کا گھر چھوڑا تو بھائی سے پناہ نہیں مانگی۔" وہ ایلیفیہ کی جانب دیکھے بنا اسے مخاطب کر کے بولا۔

"مجھے آپ پر تو خود سے زیادہ بھروسہ تھا۔ ابرج نے جو کچھ آپ کے بارے میں ایلیفیہ کے حوالے سے کہا میں نے اس پر یقین نہیں کیا تھا۔"

وہ روتے ہوئے چیخ پڑی۔

"مکنون ٹھیک کہہ رہی ہے اس نے یقین نہیں کیا تھا اور اس کے یقین نہ کرنے کے سبب میں، اس پر اور زیادہ غصہ ہوا تھا۔ میں نے اسے طلاق کی دھمکی دی تھی۔" کب سے خاموش تماشائی بنے ابرج نے اپنے لب بلا آخر کھولے۔

"ابرج نے مجھے جب طلاق کی دھمکی دی تو میں نے گھر چھوڑنے کا سوچ لیا اور میں نے جس وقت گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ میں بخاری ولاز ہی آرہی تھی لیکن عائلہ نے کہا کہ میں بخاری ولاز میں ہوں گی تو مجھے طلاق کے پیپیرز مل جائیں گے اس لیے میں کچھ عرصہ کے لیے منظر سے ہی ہٹ جاؤں۔" وہ روتی جا رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔

"میں نے گھر ابرج کو نیچا دکھانے یا بھیا آپ پر بھروسہ نہ ہونے کے سبب نہیں چھوڑا تھا۔۔۔ میں نے گھر صرف اس لیے چھوڑا کیونکہ میں ابرج سے طلاق نہیں لینا چاہتی تھی۔" وہ ہچکیوں سے روتی بولتی چلی گئی۔ کمرے میں سکوت چھا گیا جس میں مکنون کی سسکیاں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

"طلاق کے خوف سے میں گھر سے چلی گئی۔ میں تو اکیلے گھر سے نکلی ہی نہیں تھی۔۔۔ نہ مجھے راستوں کی خبر تھی، نہ جگہوں کا پتہ تھا۔ اس سب میں تو عائلہ میری معاون تھی اس نے ہی مجھے ہاسٹل سجیسٹ کیا تھا۔" وہ زرا سے وقفہ سے بولی۔

"عائلہ سے تمھاری دوستی کب اور کیسے ہوئی؟" معصومہ سہروردی پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

"عائلہ سے پہلی دفعہ بات ہمارے ولیمہ کی تقریب میں ہوئی تھی۔ وہ بہت محبت سے دوستانہ انداز میں ملی تھی۔ پھر ہم لوگ ہنی مون پر چلے گئے تھے واپسی کے بعد جب ایلیفیہ کو ہاسپٹل دیکھنے گئی تھی۔ تب وہ ہاسپٹل میں آن ٹکرائی تھی۔ موبائل نمبرز کا تبادلہ ہوا اور وہی سے ہماری دوستی کا آغاز ہوا۔" وہ تفصیل بتاتی چلی گئی۔

"تم نے کبھی بتایا تو دور مجھ سے ذکر تک نہیں کیا کہ تمہاری، میرے علاوہ بھی کوئی دوست بن گئی ہے۔" عابیہ کے انداز میں حیرت تھی۔ یہ کہا جاتا کہ اسے برا لگا تھا تو ہرگز بھی غلط نہ ہوتا۔ وہ ایک دوسرے کی واحد سہیلی تھیں اور مکنون کی نئی دوست بن گئی تھی۔ وہ لاعلم تھی اسے یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔

"شادی کے بعد ہمارا رابطہ اتنا تھا ہی نہیں کہ میں تمھیں کچھ بتاتی۔ ورنہ میں سب سے پہلے تو تمھیں یہ بتاتی کہ میں اپنی زندگی میں خوش نہیں ہوں۔" وہ عابیہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ عابیہ چپ کی چپ رہ گئی۔

"عائلہ اور اپنی دوستی کی مزید تفصیل دو۔" معصومہ سہروردی کی بات پر وہ چونک کے انھیں دیکھنے لگی۔

"تم جو عابیہ سے شئیر نہ کر سکی تھیں کیا وہ سب تم نے عائلہ سے شئیر کیا تھا؟" وہ اس کی حیرت بھانپتے ہوئے ڈائیریکٹ پوچھ گئیں۔

"میں شئیر نہیں کرتی تھی۔ بس وہ عائلہ ہی مجھ سے سوال کرتی رہتی تھی۔ اس کے سوالوں کے جواب دیتے بات کب شئیرنگ تک پہنچ گئی مجھے اندازہ نہ ہو سکا۔" وہ معصومہ سہروردی کے چہرے پر غصہ دیکھ کر منمنائی۔

"عائلہ کو تم نے اپنے گھر چھوڑنے کا بتایا تھا جو اس نے تمھیں بخاری ولاز نہ جانے کا کہا اور ہاسٹل سجیسٹ کیا؟" معصومہ سہروردی خطرناک تیوروں کے ساتھ سوال کر رہی تھیں۔

"جی بتایا تھا۔۔" مکنون نے نظر جھکا کر کہا۔

"تمام تفصیل بتاؤ۔" معصومہ سہروردی مدھم نہ پڑیں۔

"اس رات بھیا گھر آئے تھے۔ ابرج نے بہت بے عزت کیا اور ان پر الزام لگایا کہ ایلیفیہ کی حالت کے وہ ذمہ دار ہیں۔ مجھے یقین ہی نہیں آیا۔ ابرج بہت غصہ ہوئے اور طلاق دینے کا کہا۔ مجھے طلاق نہیں چاہئے تھی میں نے راہ فرار اختیار کرنے کا سوچ لیا۔ میں فیصلہ پر پہنچ کر کمرے میں آئی تھی اور غیر محسوس انداز میں، رات گئے ہی سہروردی ہاؤس

http://paksociety.com

چھوڑ کر بخاری ولاز جانے کا مصمم ارادہ باندھ کر میں نے اپنی پیکنگ مکمل کرلی تھی۔ اسی وقت تقریباً رات کے ساڑھے گیارہ بجے عائلہ کی کال آنے لگی تھی۔" وہ تفصیل بتاتے بتاتے لحظہ بھر کو سانس لینے کے لیے رکی۔ اور عائلہ سے ہوئی گفتگو بیان کرتی چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حرفِ آخر!

"بجھ نہ جائے دل دیا"

الحمدللہ ناول اپنے اختتام کو پہنچا۔ تیس ماہ کا یہ سفر کٹھن، محنت وجہد سے بھرپور رہا۔ پاک سوسائٹی پر شائع ہونے والا یہ دوسرا ناول تھا۔ جس کا امید سے بڑھ کر رسپانس ملا۔ وقتاً فوقتاً قارئین کا ملنے والا رسپانس مورال ہائی کرتا رہا، لکھنے کے لیے ابھارتا رہا۔ آغاز کے وقت اندازہ نہ تھا کہ ناول کی تیس اقساط ہوں گی لیکن اس ناول کے کرداروں نے ازخود اس ناول کی طوالت کا تعین کیا۔ یہ میرا اب تک کا پہلا طویل ناول ہے۔ جس کے لیے میں اپنے اللہ کی شکر گزار ہوں۔

بجھ نہ جائے دل دیا ویب سائیٹس پر شائع ہونے والا پہلا ناول ہے جس نے ویب سائٹ پر منتقلی اشاعت کی بنیاد ڈالی اور یہ ویب سائیٹ کی تاریخ کا پہلا سب سے طویل ناول ہے جو پورے دو سال اور چھ ماہ لگاتار اپلوڈ ہوتا رہا۔ الحمدللہ!

ناول کو ویب سائیٹ پر ماہانہ اشاعت کی بنیاد پر آنلائن شروع کرتے ہوئے کئی تحفظات تھے کہ جانے لوگ آنلائن ناول کے لیے ایک مہینہ انتظار کریں گے بھی کہ نہیں لیکن الحمدللہ ہمارا تجربہ کامیاب رہا لوگوں نے نہ صرف اس ناول کو پڑھا بلکہ شدت سے ہر ماہ نئی قسط کا انتظار بھی کیا اور یہی نہیں اس ناول کی منتقلی اشاعت کے بعد ایک نیا ٹرینڈ سیٹ ہوا ہے اور آنلائن ناول بھی منتقلی شائع ہونے لگے ہیں۔ پہلے زیادہ تر ویب سائیٹ پر ناول ویکلی یا فورٹنائٹلی شائع ہوتے تھے۔ اور اسکے لیے میں ویب سائیٹ پاک سوسائٹی کے روح رواں محمد وسیم انور صاحب کی ممنون ہوں۔ جنھوں نے ناول کو منتقلی شائع کرنے پر تحفظات ہونے کے باوجود اسے منتقلی ہی پاک سوسائٹی پر اپلوڈ کیا۔ اس ناول کی شاید ہی کوئی قسط دیے گئے شیڈیول یعنی ہر ماہ کی اٹھائیس سے تاخیر کی طرف گئی ہو۔ اس کے لیے وسیم صاحب کی بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ناول کو مقرر کردہ شیڈیول پر اپڈیٹ کیا۔

ناول کے کئی کردار آپ کے دل میں اتر گئے اور کئی دل سے اتر گئے۔۔۔ خیر ہو کہ شر انسان کو بدلہ ضرور ملتا ہے۔ مثبت کرداروں کو صبر کا پھل مل گیا اور منفی کردار اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔

اس ناول کے مرکزی کردار یعنی ہیرو ہیروئن، مکنون بخاری اور ابرج سہروردی تھے لیکن ان کی جبلی فطرت نے انھیں کچھ اچھا اور کچھ برا یوں بنایا کہ کسی کو یہ کردار بہت اچھے لگے کسی کو بہت کم۔۔۔ ایلیفیہ اور عابیہ ناول کے دو اہم کردار جنھیں قارئین نے بہت پسند کیا۔۔۔ بے حد سراہا۔۔ سید ابان بخاری ناول کا اہم ترین کردار جو قارئین کا پسندیدہ ترین کردار رہا۔۔۔ سید ابان بخاری کی جامع شخصیت نے اسے امر کر دیا۔۔۔ جس طرح اس ناول پر آپ قارئین کا فیڈ بیک ملا اور سید ابان بخاری کی شان میں قصیدہ پڑھنے کو ملے تو مجھے تو یہی لگتا ہے کہ سید ابان بخاری کے ناقابل فراموش شخصی خاکہ نے ناول کو کبھی بھی بھولنے ہی نہیں دینا۔۔۔ لیکن میری اصل کامیابی وہ ہو گی جب کوئی ایک بھی قاری سید ابان بخاری کی ایک مثبت خوبی اپنا کر اپنی زندگی میں اپنوں سے وابستہ لوگوں کے لیے ہیرو بن جائے گا اور ابرج سہروردی کی کوئی ایک خامی بھی اپنی شخصیت سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو میرے لکھے کو جیسے کامیابی مل گئی کیونکہ تحریر معاشرہ کی عکاس ہوتی ہے اور مثبت چیزوں کو اپنا کر منفی چیزوں کو ترک کر دینا یہی تحریر سے حاصل ہونے والا سبق اور نسخہ کیمیا ہوتا ہے۔۔۔

آغاز سے اختتام تک ڈھائی سال گزرے ان ڈھائی سالوں میں بہت کچھ بدلا۔۔۔ دن و رات ہی نہیں انسان کے حالات اور سوچ بھی ۔۔۔ اس لیے ناول کے آغاز کے وقت جو سوچا تھا وہ تمام کا تمام تو نہیں لیکن بہت کچھ ناول لکھتے ہوئے اور اس کے آخر تک تبدیل ہو گیا۔۔۔ اپنے لکھے سے مطمئن ہوں لیکن انسان خطا کا پتلا ہے اور مکمل ذات صرف میرے معبود کی ہے۔ اس لیے یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ اس ناول میں یقیناً کئی کمیاں و خامیاں ہیں جو میری اور پاک سوسائٹی کی ٹیم کی نظر میں نہ آسکیں اس کے لیے قارئین کو موقع دیا جاتا ہے کہ جو کمی ہماری نظروں میں نہ آسکی اور آپ کی نظروں سے گزری۔ اس جانب توجہ ضرور دلائیں تاکہ کتابی شکل میں اس کمی و خامی کو دور کیا جاسکے۔

ناول کے اختتام پر دل اداس بھی ہے کہ ڈھائی سال کا ساتھ آج چھوٹ گیا ہے۔۔۔ ناول بجھ نہ جائے دل دیا ماضی کا حصہ بن گیا ہے لیکن میں مطمئن بھی ہوں کیونکہ کسی چیز کا اختتام کسی دوسری چیز کے آغاز کا سبب بنتا ہے۔۔۔ بجھ نہ جائے دل دیا ختم ہوا اب پھر کوئی نئی کہانی تشکیل پائے گی یہی زندگی کی حقیقت ہے رکتی نہیں ہے چلتی رہتی ہے۔ بہت جلد پاک سوسائٹی پر نئے کرداروں اور نئی کہانی کے ساتھ ناول بنام محبت ہمکلام ہے شروع کیا جائے گا۔ اس امید کے ساتھ کہ اسے پزیرائی ملے گی۔

آپ قارئین کا بہت شکریہ جنھوں نے ناول بجھ نہ جائے دل دیا کو کامیاب بنایا۔

میرے پیج کی حالیہ و سابقہ ایڈمن طوبیٰ شاہ رفاعی، عروج ناز، ہانیہ احمد، قندیل قمر، ملائکہ خان، شہر بانو، حبا علی، ثنا خان، صابر خان کا بے حد شکریہ میرے اس ناول کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ناول کے اقتباسات کو سجا کر تزئین و آرائش سے آراستہ کر کے لوگوں کو ناول کی طرف مائل کیا۔

ثنا حسین میرے پیج کی ایک بہت اچھی، بہت فعال ایڈمن اور ایڈیٹر جو پچیس جنوری کو ہم سے بچھڑ گئیں۔ ثنا نے جس قدر بے لوث

محبت اور محنت سے ناول بجھ نہ جائے دل دیا کے اقتباسات کو ایڈٹ کیا۔ ان کی محبت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں لیکن ثنا کی محبت اور محنت کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتی ہوں۔ ثنا نے میرے پیج اور ناول کی پبلسٹی کے لیے جتنی بھی محنت کی اس کے لیے دل سے ثنا کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ دعا ہے ثنا اللہ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے آمین۔

ناول کی آخری قسط پڑھیں اور اپنا فیڈبیک ضرور دیں۔ شکریہ۔

دعاؤں کی طلب گار: سعدیہ عابد

https://www.facebook.com/SadiaAbidOfficial

http://paksociety.com

نوٹ: بجھ نہ جائے دِل دِیا کی ہر قسط صرف پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر لگائی جائے گی۔

http://paksociety.com

بجھ نہ جائے دل دیا

قسط 30

"عائلہ ! میں تم سے ابھی بات نہیں کر سکتی۔ بخاری ولاز پہنچ کر کال کروں گی۔" مکنون نے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔

"پریشان لگ رہی ہو۔ سب خیریت تو ہے ؟ اتنی رات گئے بخاری ولاز کیوں جا رہی ہو۔؟" عائلہ کے لہجے میں تجسس سا تھا۔ جو مکنون اپنی پریشانی میں محسوس ہی نہ کر سکی۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے عائلہ۔" مکنون کسی ہمدرد کی آواز پا کر بکھر سی گئی۔

"بتاؤ تو مجھے کیا ہوا ہے۔ رو کیوں رہی ہو۔" عائلہ الرٹ ہو گئی۔

"ابرج مجھے طلاق دے رہے ہیں اور ایسا ہوا نا تو میں مر جاؤں گی عائلہ۔" مکنون ہچکیوں سے رونے لگی۔ عائلہ کے لبوں پر بڑی ہی پر سکون، قدرے کمینی سی مسکان چمک اٹھی۔

"ایسا کیا ہوا ہے جو ابرج طلاق دے رہا ہے؟ تفصیل سے بتاؤ مجھے۔" وہ تجسس و مسرت دبائے، بظاہر فکر سے پوچھ گئی۔

"ابرج مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ انھیں لگتا ہے کہ ایلیفیہ کی حالت کے ذمہ دار میرے بھیا ہیں لیکن عائلہ میرے بھیا ایسے نہیں ہیں۔" وہ سسک رہی تھی اور عائلہ کے جلتے دل پر پھوار سی پڑ رہی تھی۔

"جس لڑکی کی خاطر مجھے ٹھکرایا۔ وہ اذیت میں ہے یہ احساس کتنا خوش کن ہے۔ کاش ! میں، تمھیں بتا سکتی ابرج سہروردی !" عائلہ نے دل ہی دل میں ابرج کو مخاطب کیا۔

"ابرج کو ایسا لگتا کیوں ہے کہ ایلیفیہ کے ہاسپٹل میں ہونے کے پیچھے تمھارے بھیا کا عمل دخل ہے؟" عائلہ اپنی سوچ جھٹک کر پوچھ گئی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی ابرج کو کیوں ایسا لگتا ہے لیکن ! اسی سب کی وجہ سے وہ مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں۔" مکنون آنسو رگڑتے ہوئے، سسکی۔

"تو تم اس وقت بخاری ولاز کیوں جا رہی ہو؟" عائلہ نے پوچھا۔

"میں نے ابرج سے شادی کے لیے کتنے خواب سجائے تھے لیکن ابرج میرے سچے جیون ساتھی ثابت نہ ہوئے اس کے باوجود میں ان سے الگ نہیں ہونا چاہتی۔ اس لیے میں سہروردی ہاؤس چھوڑ کر جا رہی ہوں تاکہ بھیا، ابرج سے بات کر سکیں ان کی غلط فہمیوں کو دور کر سکیں۔" مکنون فیصلہ کن لہجے میں بولی تھی۔

"ابرج اگر تمھیں طلاق دینے کا فیصلہ کر ہی چکا ہے تو اسے تمھارے بھیا تو کیا معصومہ آنٹی بھی روک نہیں سکیں گی۔ اس لیے تم بخاری ولاز جانے کی بجائے کچھ دنوں کے لیے ہر منظر سے دور چلی جاؤ۔" عائلہ کے دماغ نے اسے سازش سجھائی اور وہ در مکنون کو ٹریپ کرنے کے لیے دھیمے سے بہت نرم لہجے میں بول گئی۔

"میرا تو بھیا کے علاوہ اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لیے میں بخاری ولاز کے علاوہ کہیں جا ہی نہیں سکتی اور میں اپنے بھیا کے علاوہ کسی پر بھروسہ بھی نہیں کر سکتی۔" در مکنون کا لہجہ اب کے بڑا ہموار تھا۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو۔ تمھارا بخاری ولاز جانا ابرج کو مزید غصہ دلائے گا۔" عائلہ کو سمجھ نہ آیا کہ کیسے اپنے دماغ کی بات اس کے دماغ میں منتقل کرے اور اس سے وہ سب کروالے جو اس کے دماغ میں چل رہا تھا۔

"عائلہ، میں نے اتنے عرصہ ابرج کا رویہ بھیا سے پوشیدہ رکھ کر اچھا نہیں کیا۔ مجھے، بھیا کو اب سب بتانا ہو گا تاکہ وہ ابرج کو سمجھا سکیں۔" وہ ترنت بولی کیونکہ جس طرح آج ابرج نے ابان کی بے عزتی کی تھی اور وہ بہن کا منہ دیکھ کر تھپڑ کھا کے بھی چپ رہا تھا تو وہ اسی نتیجے پر پہنچی تھی کہ ابرج کے رویے سے سب کو آگاہ کیا جائے۔ تاکہ آئندہ ابرج کی اس کے بھیا پر تہمت لگانے کی ہمت نہ ہو سکے۔

"تم اپنی جگہ درست کہہ رہی ہو لیکن ابرج اس وقت تمھارے بھیا سے بدگمان ہے اور اس کو ابھی تمھارے بھیا کی اچھائی اور بے گناہی نظر نہیں آئے گی۔ ایلیفیہ ہی ہوش میں آکر ساری سچائی بتائے گی تو ہی تمھارے بھیا پر لگا الزام دور ہو گا لیکن اس دوران اگر ابرج نے غصہ میں تمھیں طلاق دے دی تو تم کیا کرو گی؟" عائلہ بہت معصوم بن کر مسکین سے لہجے میں بولی۔

در مکنون کے ہاتھ میں موبائل لرز کر رہ گیا۔

"عائلہ، پھر میں کیا کروں۔؟" مکنون ڈوبتے دل کے ساتھ بولی۔

"تم فی الحال اپنے بھیا کو کچھ نہ بتاؤ اس طرح تو ابرج تمھارے اور تمھارے بھیا کے مزید خلاف ہو جائے گا اور میں اسے کافی ٹائم سے جانتی ہوں۔ وہ غصہ کا بہت خراب ہے۔ غصہ میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس لیے تم ایسا کرو کہیں چلی جاؤ کیونکہ طلاق دینے کے لیے تمہاری موجودگی درکار ہو گی۔ کچھ وقت منظر سے دور رہو ہو گی تو اس دوران ایلیفیہ کو بھی ہوش آجائے گا وہ سب کو بتا دے گی کہ اس کی اُس حالت کا کون ذمہ دار تھا۔ تمھارے بھیا جیسے ہی بے گناہ ثابت ہوں

گے ابرج کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو پھر تم گھر واپس آ جانا۔" عائلہ ایک ہی سانس میں اسے اپنے پلان کے مطابق سمجھاتی چلی گئی۔

"لیکن عائلہ میں کہاں جاؤں گی۔ میرے تو کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہیں۔" مکنون بے بسی کی انتہاؤں پر تھی۔

"کہیں بھی، کسی دوست کی طرف چلی جاؤ۔" عائلہ ترنت سے بولی۔

"میری تو ہمیشہ سے بس ایک ہی دوست عابیہ ہے جو اب میری بھابھی بھی ہے تو اس کے پاس تو نہیں جا سکتی ہوں نا، اب تم سے دوستی ہے میری، کیا میں کچھ عرصہ کے لیے تمہاری طرف آ جاؤں۔" مکنون کا لہجہ آزردگی سے بھرا ہوا تھا۔ عائلہ لمحہ بھر کو گڑبڑائی۔

"مجھے تمھیں اپنے گھر پر رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ابرج کی بہن میری بھابھی ہیں۔ یہاں آؤ گی تو فوراً ہی سب کو پتہ لگ جائے گا۔" عائلہ یوں بولی جیسے مکنون کو اپنے ساتھ نہ رکھ پانے کا اسے بہت افسوس ہو۔

"پھر میں، ایسا کرتی ہوں کشمالہ کے گھر حیدرآباد چلی جاتی ہوں۔" مکنون کچھ سوچ کر بولی۔

"کشمالہ کون ہے؟" عائلہ نے فوراً پوچھا۔

"نوراں بوا کی بیٹی ہے۔" اس نے نوراں بوا اور کشمالہ کے بارے میں تفصیل سے عائلہ کو بتا دیا۔

"کشمالہ کی طرف جاؤ گی تو وہ تمھارے بھیا کو بتا بھی سکتی ہے۔ یوں تمھارے گھر سے جانے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لیے تم کسی ایسی جگہ پر جاؤ۔ جہاں سے تمھیں فوراً تلاش نہ کیا جا سکے۔ تمھیں ڈھونڈنے میں اتنا وقت تو لگے کہ اس دوران ایلیفیہ کو ہوش آ جائے۔" عائلہ سنجیدگی سے بولی۔ وہ چاہتی تھی کہ مکنون کسی طرح بس سہروردی ہاؤس چھوڑ دے اور بخاری ولا زنہ جائے تاکہ اس کی غیر موجودگی یہی اشارے دے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے۔ عائلہ یہ بھی جانتی و سمجھتی تھی کہ گھر سے بھاگی ہوئی عورت کو نہ معاشرہ قبول کرتا ہے نہ ہی اس کے اپنے۔۔۔ اس لیے ابرج اسے چھوڑ دے گا۔

جس لڑکی کو اپنانے کے لیے اسے دھتکارا تھا۔ اس کی محبت کی قدر نہ کی تھی۔ اسی لڑکی کو چھوڑ دے گا۔ یہ احساس ہی روح کو تراوٹ دے گیا تھا۔ عائلہ کے لبوں پر مسکان اور آنکھوں میں چمک تھی۔

"میں کہاں جاؤں گی عائلہ! مجھے تو ٹھیک سے راستے تک نہیں پتہ، میں تو کسی کو جانتی بھی نہیں۔" مکنون مایوسی سے بولی۔ لہجہ نم تھا اور فکر کی چغلی کھا رہا تھا۔

"تم ایسا کرو لاہور چلی جاؤ۔ وہاں میری ایک دوست رہتی ہے۔ میں اس سے بات کر لوں گی۔ وہ کچھ عرصہ تمھیں

، بولتی چلی گئی۔

"میں اتنی دور نہیں جاسکتی ہوں عائلہ ! لاہور گئی تو بھیا کو مجھے ڈھونڈنے میں پریشانی ہو گی۔" وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

" میں جانتی ہوں کہ میرے جانے کا سن کر بھیا ہی پریشان اور دکھی ہوں گے شاید ابرج کو تو فرق بھی نہ پڑے۔" اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

"میں ہوں نا کچھ عرصہ بعد میں سب کو بتادوں گی۔ تم کہاں ہو۔ اس لیے تم اتنا کیوں سوچ رہی ہو۔" وہ لفظ چبا چبا کر بولی۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے عائلہ ، لیکن ! میں بس حیدرآباد جاسکتی ہوں۔ اپنے بابا کے ساتھ کئی بار گئی ہوں۔ حیدرآباد جاؤں گی تو بھیا کو تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو گی کیونکہ انھیں پتہ ہے کہ ہم لوگ حیدرآباد بہت جاتے تھے۔ ان کا پہلا شک اسی لیے اسی شہر کی جانب جائے گا۔" درمکنون دھیمے سے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے بولی۔ عائلہ کو غصہ تو آیا مگر پی گئی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی لاہور کا تو اس لیے بولی تھی کہ وہاں میری دوست رہتی ہے۔ تمھیں رہائش کا مسئلہ نہ ہوتا۔ حیدرآباد میں، تم کہاں رہو گی اس سلسلے میں صرف اتنی مدد کرسکتی ہوں کہ تمھیں حیدرآباد کے سب سے بہترین ویمن ہاسٹل کا بتادوں۔" عائلہ کا دماغ اس وقت سازشوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ وہ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے عائلہ ! لیکن کیا یوں گھر سے کسی کو بھی بنا بتائے جانا ٹھیک ہو گا؟" درمکنون شش و پنج کا شکار تھی۔

"ابرج نے جو تمھیں تنگ کیا ہے، تمھارے بھیا پر جو بلاوجہ کا شک کرکے ان کی بے عزتی کی۔ تم پر جو ظلم کیے ہیں کیا ابرج کو سزا نہیں ملنی چاہئیے۔۔۔" عائلہ قدرے ناراضگی سے، سوالیہ انداز میں بولی۔

"سزا ملنی تو چاہئیے لیکن مجھے یہ طریقہ کچھ مناسب نہیں لگ رہا۔" مکنون بے بسی سے بولی۔

"بعض لوگ بہت بے حس ہوتے ہیں۔ انھیں احساس دلانے کے لیے انسان کو بہت زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ابرج کو تم سے محبت ہے لیکن وہ تمھیں پاکر، تمھیں ہی بھول گیا ہے۔ اس لیے تم کچھ عرصہ کے لیے اس کی نظر سے اوجھل ہو گی تو اس کی محبت جاگ اٹھے گی۔ مستقبل کی خوشیوں کے لیے اگر تم یہ ایک قدم اٹھالو گی تو مجھے امید ہے تمھیں اپنی کھوئی ہوئی خوشیاں مل جائیں گی۔" وہ درمکنون کو راضی نہ ہوتے دیکھ کر قدرے جذباتی انداز میں بلیک میلنگ پر اتر آئی۔

درمکنون اس کے ارادوں کو جان نہ سکی۔ اس کی سوچ پڑھ نہ سکی اور اس کی باتوں میں آکر گھر چھوڑ کر حیدرآباد

جانے کا فیصلہ کر گئی۔

جتنی دیر میں مکنون نے اپنی پیکنگ مکمل کر کے، ڈائری لکھی۔ عائلہ نے اسے ہاسٹل کا نام اور لوکیشن واٹس ایپ کر دی۔

عائلہ جس یونیورسٹی میں پڑھتی تھی وہاں اس کی ایک کلاس فیلو رابعہ تھی۔ جو حیدرآباد کے ہاسٹل سے پڑھنے آتی تھی اور رابعہ کے بارے میں پتہ چلا تھا کہ وہ ایک کال گرل ہے۔ رابعہ نے یہ بات زبان زد عام ہو جانے کے بعد یونیورسٹی چھوڑ دی تھی۔ لیکن آج مکنون کے حیدرآباد جانے پر رضامندی ظاہر کرنے پر اسے رابعہ یاد آگئی تھی۔ اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی یا مکنون کی بد قسمتی عائلہ کو رابعہ کا نمبر کانٹیکٹ لسٹ میں سرچ کرنے پر مل گیا تھا۔ اس نے فوراً ہی آدھی رات کا خیال کیے بنا رابعہ کو کال کی تھی۔ اس سے بات کر کے پتہ چلا تھا کہ وہ دبئی شفٹ ہو گئی ہے۔ عائلہ کو مایوسی تو ہوئی لیکن اس نے رابعہ سے اس کے ہاسٹل کا پوچھ لیا۔

رابعہ کو حیرت تو ہوئی کہ عائلہ کیوں اس سے ہاسٹل کے بارے میں تفصیل پوچھ رہی ہے اور اس نے حیرت کا اظہار بھی کیا لیکن عائلہ نے بات بنانے کو کہہ دیا کہ وہ فیچرز لکھنے لگی ہے اور ایک فیچر کے لیے معلومات اکھٹی کرنی ہیں۔ رابعہ تفصیل سن کر مطمئن ہو گئی اور اس نے اپنے سابقہ ہاسٹل کا نام اور پتہ عائلہ کو واٹس ایپ کر دیا جو عائلہ نے مکنون کو فارورڈ کر دیا تھا۔

"تم نے مجھے ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا تھا ابرج سہروردی! اب وقت آگیا ہے تم سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کا، اتنی زیادہ ذلّت تمہاری منتظر ہے کہ تم کسی اور سے تو کیا خود سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں رہو گے۔" عائلہ نے ایڈرس فارورڈ کر کے موبائل بیڈ پر اچھالتے ہوئے بے حسی سے سوچا اور ہنس دی۔

دوسری جانب مکنون اس کی سازشوں و چالاکیوں سے انجان آستین کے سانپ کو دوست سمجھ کر اس کے مشورے پر عمل کرتی، کسی کو بھی بنا بتائے گھر سے نکل گئی تھی۔

اسے یہ سب بہت عجیب اور برا لگ رہا تھا اس لیے اس نے بس میں سوار ہونے کے بعد ابرج سہروردی کو میسج کر دیا تھا۔

در مکنون نے اپنے اور عائلہ کے درمیان ہوئی گفتگو تفصیل کے ساتھ سب کے گوش گزار کی اور چپ کر گئی۔ وہ سب ہی ساکت بیٹھے تھے۔

ابرج سہروردی کا چہرہ غصہ سے تپ اٹھا تھا۔ معصومہ سہروردی بھی بمشکل اپنے اشتعال کو قابو کیے ہوئے تھیں۔ جس عائلہ کو انھوں نے بیٹی سے کم نہیں سمجھا تھا۔ جسے ہمیشہ محبت و عزت دی تھی وہ ان کی ناک کے نیچے ان کی

عزت سے کھیل گئی اور وہ اسے بیٹی، بیٹی کرتی رہیں۔ اشتعال کے ساتھ بے بسی بھی سر اٹھانے لگی۔ عائلہ انھیں ناپسند نہیں تھی لیکن وہ وٹہ سٹہ نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے عائشہ نے جب رشتے کی بات کی تھی تو وہ صاف انکاری ہو گئی تھیں۔ جس طرح عائشہ نے ساس کی دھمکی ان تک پہنچائی تھی تو انھوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انکار پر ہی ڈٹی رہیں گی کیونکہ وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ جو شادی کے لیے ان کی بیٹی کو دھمکی لگا سکتے ہیں۔ وہ شادی کے بعد ان کی بیٹی کے لیے کس قدر خطرناک ثابت ہوں گے۔ یہی سب سوچ کر وہ انکاری ہوئی تھیں تاکہ عائشہ کے لیے مسائل نہ ہوں پھر ابرج نے خود مکنون کا نام لے کر ان کے فیصلہ کو پختہ کر دیا تھا لیکن وہ یہ سوچ نہیں سکی تھیں کہ عائلہ اتنا گر جائے گی اور ان سب کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کر دے گی۔

"راستے میں میرا بیگ اور موبائل چوری ہو گیا تھا۔ میں بمشکل عائلہ کے بتائے ہوئے ہاسٹل تک پہنچی تھی اور ہاسٹل کے چار جز تک نہیں تھے میرے پاس، اس لیے میں نے میڈم کو اپنی بالیاں دے دی تھیں۔" کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا تھا۔ جسے ایک بار پھر درمکنون کی آواز نے چیر کر رکھ دیا تھا۔

"تم ہاسٹل میں رہتے ہوئے، عائلہ سے رابطہ میں تھیں؟" معصومہ سہروردی نے خود کو کمپوز کر کے سوال داغا۔

"نہیں، موبائل میرے پاس تھا نہیں اور وہاں مجھ پر کڑی نظر رکھی جا رہی تھی۔ میں اس سب کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھی اور تب مجھے روم میٹ عائزہ نے اس ہاسٹل کے بارے میں بتایا۔۔۔" وہ کہتے کہتے چپ کر گئی اور چہرہ ہاتھوں میں چھپائے ہچکیوں سے رو دی۔

"چپ کر جاؤ، مکنون!" عابیہ اس کے برابر ٹکتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ مکنون اس کے سینے سے لگی ہچکیوں سے رو دی۔

"میں جان ہی نہیں سکی عابی، کہ عائلہ میرے ساتھ مخلص نہیں ہے اور وہ مجھے اندھی کھائی میں دھکیل کر مجھے تماشہ بنتے دیکھنا چاہتی ہے۔" مکنون کے لہجے میں ایسا کرب تھا کہ وہاں بیٹھا ہر ذی نفس سرد پڑ گیا تھا۔ کیونکہ اس کا رونا، اس کی تڑپ ان میں سے کسی سے بھی تو برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"عائلہ نے چاہے کتنا ہی کیوں نہ برا سوچا لیکن اللہ نے کرم کیا ہے نا تو بس اب سنبھالو خود کو۔ یوں نہ رو۔ شکر بجا لاؤ۔" وہ مکنون کی پیٹھ تھپکتے ہوئے نم لہجے میں دکھ سے بولی۔

"عائلہ کا میں نے کیا بگاڑا تھا عابی؟ میں نے اسے دوست سمجھا اس پر بھروسہ کیا اور اس نے مجھے ہاسٹل کے نام پر فحاشی کے اڈے تک پہنچا دیا۔" اس کی اذیت نے اور زور پکڑا۔

لب بھینچے بیٹھے ابان کے آنسو گرنے لگے۔ ابرج کا چہرہ ضبط سے لہو رنگ تھا۔ ماتھے کی سبز رگ ابھر آئی تھی۔

"اللہ کے لیے مکنون چپ کر جاؤ۔ میرا دل بند ہو جائے گا۔" عابیہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے سسکی۔

"تمھارے لیے، ان سب کے لیے میری کتھا سننا ہی دشوار ہو رہا ہے لیکن! میری اذیت کا اندازہ تو کرے کوئی کہ میں کئی ہفتہ اس بدنام جگہ پر رہ کر آئی ہوں۔ جہاں نہ میری عزت محفوظ تھی، نہ ہی میرے بچے کی زندگی۔" اس کے رونے میں کچھ یوں شدت آئی کہ عابیہ سے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

ایلیفیہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔ ابرج کے سامنے ٹھہر گئی۔ ضبط سے لہو رنگ چہرہ لیے وہ کہتی چلی گئی۔ اس کے لفظ ترش لیکن لہجہ اذیتوں کا گواہ تھا۔

"اس سب کے ذمہ دار صرف تم ہو ابرج، اگر تم نے بیوی کو چاہت تو دور عزت ہی دی ہوتی تو یہ یوں عائلہ پر بھروسہ کر کے بے گھر نہ ہوتی۔ تمام حالات اور اس کی حالت کے ذمہ دار ہو تم۔" ایلیفیہ کی برداشت ختم ہوئی اور وہ کھڑے ہوتے ہوئے ابرج کو دیکھتی چیخ پڑی۔

"مجھے میرا گھمنڈ و میری بدگمانی لے ڈوبی ہے۔" ابرج بڑبڑایا۔

"جس کو سزا دینے کی چاہ میں تم نے اپنی بیوی کی عزت اور بچے کی زندگی داؤ پر لگائی۔ اس شخص نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ تو سچا و بے گناہ ثابت ہو گیا اب تم اپنی ہی تباہی پر خود کو کیسے معاف کرو گے۔" ایلیفیہ روتے ہوئے بولی۔

"مجھے ابان اور مکنون چاہے معاف کر دیں۔ میں خود کو معاف کر ہی نہیں سکتا۔ اس ایک ایک پل کا احساس جو میری بیوی نے ایک غیر محفوظ جگہ پر گزارا مجھے پل پل مارے گا اور میں اف تک نہیں کر سکوں گا۔ ابان کو سزا دینے کی چاہ مجھے میری نظروں سے گرا گئی ہے۔" وہ صوفے سے اٹھا تھا اور گھٹنوں کے بل زمین پر گرا۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے اہانت و بے بسی کے احساس میں لپٹا، رو دیا۔

یکدم ہی مکنون اور اس کی حالت و اس پر گزری داستان پس منظر میں چلی گئی تھی۔ ابرج ان سب کے سامنے شرمندہ تھا اور ایلیفیہ ضبط سے گزرتی۔ آج کے سامنے کو غنیمت جان کر کہ ابان سے معافی مانگ گئی تھی۔

"ابان! کہیں نہ کہیں میں آپ کی مجرم ہوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔" ایلیفیہ نے ابرج کو روتے دیکھ اپنے آنسوؤں میں روانی آتی محسوس کی اور منظر سے نگاہ چرا کر وہ ضبط کی اعلی مثال بنے ابان کے سامنے رکی اور ہاتھ جوڑ کر بولتی چلی گئی۔

"میں آپ کا مجرم ہوں۔ میری بہن کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا یہ اس ایک پل کی سزا ہے جب میں نے سب کے بارے میں سوچا لیکن آپ کے بارے میں نہیں، کشمالہ کی عزت تو رکھی لیکن آپ کی عزت کا خیال نہیں رکھا۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ نہ چاہ کر بھی غلط کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں آپ کے ساتھ انصاف نہ کر سکا۔" ابان جو

ضمیر کی عدالت میں خود کو کھڑا پاتا تھا۔ ایلیفیہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ گیا۔ اپنے اس عمل کی جس میں اس کی بری سوچ و ارادہ نہ تھا لیکن اس عمل میں صرف خیر کشمالہ کے لیے تھی اور ایلیفیہ کے لیے صرف بدنامی۔۔۔ اور وہ یہ اعتراف کر کے ہی شاید اپنے ضمیر کی عدالت سے بری ہو سکتا تھا۔

ایلیفیہ جیسے دو دھاری تلوار پر جا کھڑی ہوئی۔ لب کپکپانے لگے۔ وجود پر رعشہ طاری ہونے لگا۔

باقی سب یوں خاموش تھے جیسے وہاں ہوں ہی نہ۔۔۔ کہ زندگی نے ان سب کو ایسے حالات سے گزارا تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کی تکلیف محسوس تو کر سکتے تھے۔ مداوا نہیں کر سکتے تھے کہ زندگی کی تلخیاں اور فیصلے کی تباہیاں اس قدر شدید تر تھیں کہ وہ سب بس ایک دوسرے سے نگاہ ہی چرا سکتے تھے۔

"مجھے احساس ہے کہ رات گئے آپ کے گھر میری موجودگی میرے ہی نہیں آپ کے کردار پر ایک سوال کی مانند ہے۔ زمانے کے سامنے اللہ کی رحمت و کرم سے پردہ ضرور رہ گیا ہے لیکن مجھے میرا ضمیر کچوکے لگاتا ہے کہ میں نے آپ کا نہ سوچ کر آپ کے لیے بدنامی کا گھڑا تیار کیا تھا جس سے آپ کو آپ کے رب نے بچا لیا اور میری آپ سے درخواست ہے کہ اس رحیم و رحمن کے صدقہ مجھے میرے ہر اس عمل کے لیے معاف کر دیجیے گا۔ جس کے سبب آپ کو اذیت و تکلیف سے گزرنا پڑا۔" ابان نے جھکی نظر، جڑے ہاتھوں کے ساتھ لرزتے لہجے میں اس سے معافی طلب کی تھی۔

ایلیفیہ ساکت کھڑی تھی۔ اس کے آنسو تھم گئے تھے۔ وجود پر لرزہ طاری تھا۔

"میں، آپ کو معاف کرتی ہوں۔" ایلیفیہ جس نے سوچا تھا۔ وہ ابان کو کبھی معاف نہ کرے گی۔ وہ اس کے معافی مانگنے کے اگلے سیکنڈ اسے معافی کا عندیہ دیتی۔ اک آخری الوداعی نگاہ اس پر ڈالتی۔ ٹیبل پر ابرج سہروردی کے موبائل کے ساتھ پڑی اس کی گاڑی کی چابی اٹھا کر تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

زندگی ایک پیاس بن کہ رہ گئی
پیار کے قصے ادھورے رہ گئے

شاید ان کا آخری ہو یہ ستم
ہر ستم یہ سوچ کہ ہم سہہ گئے

خود کو بھی ہم نے مٹا ڈالا مگر
فاصلے جو درمیاں تھے رہ گئے

ایلیفیہ اسٹریئنگ پر سر رکھے۔ ہچکیوں سے رو دی۔

"الوداع محبت ، الوداع ابان ،۔۔۔۔۔۔!" وہ شدتوں سے روتی ضبط کی کڑی منزل پر پہنچ کر بڑبڑائی۔ جبکہ دوسری جانب ابان اس کی آخری نگاہ میں موجود اذیت اور تڑپتی نارسا محبت کی تکلیف کو محسوس کرتا خود کو اس کا مجرم تصور کرنے لگا تھا۔

اس نے ابان سے کچھ بھی تو نہیں چاہا تھا۔

کچھ نہ مانگا تھا۔

کیسی بے لوث محبت تھی اور اس سے بڑی نارسائی تھی۔

تہی دستی تھی۔

ابان اس کے درد کو محسوس کر کے بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"ایلیفیہ تم مجھے معافی کا عندیہ تو دے گئی ہو۔ لیکن جانتا ہوں۔ وہ چاہت جو میرے لیے تھی۔ اس میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ اور شاید یہی تمھارے حق میں بہتر ہے کیونکہ یہ دراڑ تمھیں مجھے بھولنے و آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو گی۔ اور مجھے پچھتاوؤں سے نکالنے میں شاید کوئی بات بھی اب معاون ثابت نہ ہو سکے گی۔۔۔ کیونکہ یہی سچ ہے کہ میں تمھارے لیے کچھ نہ کر سکا۔ مقروض ہوں تمہاری اچھائی و محبت کا۔۔۔ اور مرتے دم تک رہوں گا۔" ابان نے اس راستے پر نگاہ رکھے ہوئے سوچا۔ جہاں سے نکل کر ایلیفیہ اس کی نظر سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور یہ دکھ آج صرف ایلیفیہ کے لیے تھا۔ محبت نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی میں شامل نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے درد کو محسوس کر سکتا تھا اور وہی کرتا وہ اس کے لیے دعا گو تھا کہ وہ زندگی کے سفر میں آگے بڑھ جائے اور وہ تمام خوشیاں اسے ملیں جو اس کے درد کو مٹا سکیں۔ دل سے " آمین " بلند ہوا اور وہ خود کو کمپوز کر کے ابرج کی جانب دیکھنے لگا۔ جو اب تک گھٹنوں کے بل زمین پر گرا، رو رہا تھا۔

ابرج سہروردی کے زعم و غرور کا بت پاش پاش ہو گیا تھا۔

انسان کی بس یہی حیثیت ہے کہ غرور میں کیا کچھ ٹھکراتا ہے اور جب منہ کے بل زمین پر گرتا ہے تو کچھ نہیں بچتا۔

"مجھے معاف کر دو ابان۔" ابان نے خود کو کمپوز کر کے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور وہ آستین کے کف سے آنکھیں رگڑتے ہوئے ابان کے مقابل کھڑا ہو گیا اور اذیت سے بولا۔

"مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ تم معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔" وہ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں بولا۔ ابرج کی نظر ہی جھک گئی۔ اس کی لاڈلی بہن کو اس نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا اور وہ اتنے آرام سے کہہ گیا تھا کہ اسے کوئی گلہ نہیں ہے۔ اس کی اچھائی ابرج سہروردی کو اپنے آپ میں کچھ اور چھوٹا کر گئی۔

""گھر جاؤ تھک گئے ہو۔ آرام کرو جا کر۔ باتیں، شکایتیں تو زندگی کے ساتھ چلتی رہیں گی۔" وہ ابرج کو نظر چراتے دیکھ مدھم انداز میں بولا۔ ابرج بمشکل مسکرایا اور صوفہ پر بیٹھی درِ مکنون کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے معاف کر دو مکنون، میں تم سے محبت ہونے کے باوجود، پاک رشتہ میں بندھ کر بھی تمھیں محبت و عزت نہ دے سکا۔ جو سلوک میں نے تمھارے ساتھ کیا میں اس پر تم سے شرمندہ ہوں۔" اس نے باقاعدہ درِ مکنون کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"میں نے آپ کو معاف کیا۔" وہ آنسو صاف کرتی خود کو کمپوز کیے اس کے سامنے کھڑی ہو کر بولی۔ ان دونوں کی نگاہ ٹکرائی۔ دونوں ہی آنکھوں میں شرمندگی و ملال تھا۔ ابرج کو لگا۔ زندگی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ مکنون لیکن اب بہت پر سکون تھی کیونکہ وہ فیصلہ لے گئی تھی۔

"معافی تو تمھیں بھی مانگنی چاہئیے۔ مکنون۔" مکنون کے ضمیر نے ملامت کی۔ لیکن وہ چپ سادھے رہی۔ ابرج کے اب وہاں ٹھہرنے کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔

"چلیں، ماما!" وہ معصومہ سہروردی سے بول گیا۔

"ہاں! چلتے ہیں۔ مکنون۔۔۔" وہ کھڑی ہو گئیں اور بہو کی طرف دیکھنے لگیں۔

"میں، یہاں ہی رہنا چاہتی ہوں۔" وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے معصومہ سہروردی کی بات کے درمیان بولی۔

"تمھارا میکہ ہے یہ جب تک چاہے یہاں رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس ایک درخواست ہے کہ زیادہ دیر نہ کرنا کہ ابرج شرمندہ ہے۔" وہ بہو کے سامنے رکیں، اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"میری زندگی میں جو خسارے میرے ہاتھ لگے ہیں۔ وہ ابرج کی شرمندگی سے دور نہیں ہو سکتے۔ اس لیے مجھے کسی کی شرمندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"تمھارے ہاتھ خسارے ابرج کے سبب نہیں تمھاری جلد بازی و بے صبری کے سبب لگے ہیں۔ شرمندہ صرف ابرج کو نہیں، تمھیں بھی ہونا چاہئے کہ تمھارے ایک غلط فیصلے نے اسے اذیت سے دوچار کیا ہے اس کی غیرت و حمیت کو

للکارا ہے۔" ابان حق بات کہنے سے خود کو روک نہیں سکا۔ مکنون بھائی کو دیکھنے لگی۔ وہ اسے بہت خفا اور قدرے غصہ میں لگا۔

"گھر چھوڑنے پر مجبور تو ابرج نے ہی کیا تھا آپ کو تو اندازہ بھی نہیں ہے یہ مجھ پر کس قدر ظلم کرتے رہے ہیں۔ سوئزرلینڈ میں کس قدر اذیتیں دی ہیں۔ جسمانی تشدد کرتے رہے۔ لیکن میں نے اف تک نہ کیا بس طلاق کے ڈر سے فرار حاصل کرنا چاہی تو رسوائیاں میرا مقدر ہو گئیں صرف ان کی وجہ سے کیونکہ عائلہ نے جو بھی میرے ساتھ کیا وجہ تو یہی تھے۔" مکنون کہتی چلی گئی جو کبھی نہ کہا تھا وہ بھی کھول کر رکھ گئی۔ زندگی کے اس موڑ پر اسے بھائی کے ساتھ کی ضرورت تھی اور وہ اس کی بجائے ابرج کی حمایت کر رہا تھا۔ اسے لگا کہ اس کا دل بند ہو جائے گا اس لیے اس نے بھائی کو بتایا کہ ابرج اس کے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا۔

"ابان کو میں درست نہیں کہہ رہا۔ لیکن! مکمل راست اقدام تو تم نے بھی نہیں اٹھائے۔ چاہے گھر چھوڑنے کے تمھارے پاس کئی اسباب تھے لیکن یہ فیصلہ دانشمندانہ ہر گز نہ تھا۔ دنیا کے کتنے ہی مرد بیویوں کے ساتھ ناروا سلوک رکھتے ہیں۔ ہر عورت گھر چھوڑنے لگی تو گھر آباد ہونے سے رہے۔" وہ بہن کے دکھ کو محسوس کرتا اندر ہی اندر مر سا گیا تھا۔ یہ بات اس جیسے انسان کے لیے اذیت ناک ہی تو تھی کہ اس کا بہنوئی اس کی بہن پر ہاتھ اٹھاتا رہا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا اس وقت اس کا جذباتی ہونا اس کی بہن کے لیے مزید دشواریوں کی راہیں کھول دے گا۔ اس لیے اس نے مکنون کے ساتھ نرمی نہیں کی تھی کیونکہ بات کچھ بھی تھی اس کا قدم راست نہ تھا۔

"گھر صبر کے گارے سے بنتے ہیں۔ تم نے صبر کیا ہوتا۔ اپنی وفاؤں پر یقین رکھا ہوتا تو آج ابرج تمھارے سامنے شرمندہ ہوتا اور تم سرخرو ہو جاتیں لیکن تمہاری بے صبری نے تمھیں بھی ابرج کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے اور تم غلطی پر ہونے کے باوجود شرمندہ ہونے کی بجائے اک غلط فیصلہ لینا چاہتی ہو تو میں تمھارے ساتھ نہیں ہوں۔" ابان نے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے سرزنش کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"بھیا۔" مکنون تو تڑپ ہی گئی تھی۔

"زندگی پہلے ہی مشکل بنا چکی ہو۔ اب بس کر دو۔ مجھ میں حوصلہ نہیں ہے تمھیں تڑپتے دیکھنے کا۔" وہ بہن کو خود سے لگا گیا تھا۔ وہ بلک اٹھی تھی۔

"میں نے یوں نہیں چاہا تھا۔ مجھے ابرج سے کوئی امید نہیں تھی اور آپ میری پہلی و آخری امید تھے لیکن عائلہ نے مجھے یوں بہکایا کہ میں بھٹک گئی بھیا! ماما جان، کی تربیت کی بھی لاج نہ رکھ سکی ان کی صفات اپنا نہ سکی۔ آپ کا بھروسہ توڑ دیا۔ مجھے معاف کر دیں۔" اس کے رونے میں شدت آتی جا رہی تھی۔ ابان نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور خود سے

http://paksociety.com

الگ کر کے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

"جہاں سے تم ملی تھیں وہ اذیت ایسی تھی کہ میں برداشت نہ کر سکا اور تمھیں وہاں ہاسپٹل میں چھوڑ کر آ گیا کیونکہ مجھ میں تمھارا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ یہ احساس مجھے مار رہا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے میری بہن لاوراثوں کی طرح ایک بدنام جگہ پر رہنے پر مجبور ہو گئی۔" ابان نے نم، اذیت ناک لہجے میں اپنے فرار اور غصہ کی اصل وجہ سے اسے آگاہ کیا تھا۔

مکنون کی نظر جھک گئی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے بھائی کی نظر جھکی تھی۔ تکلیف ہوئی تھی۔

"جب تک مجھ سے ابرج کا رویہ برداشت ہوا۔ کر گئی، جب برداشت و ہمت ٹوٹی میں تو آپ کے پاس آ رہی تھی لیکن عائلہ، وہ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہے بھیا، میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔" اس نے ابان کے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا۔ رونے کا سلسلہ تھا کہ رک ہی نہیں رہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے رونے کے باعث آواز بیٹھ گئی تھی۔ چہرہ و آنکھیں خطرناک حد تک سرخ پڑ گئی تھیں۔ ضبط تھا کہ بکھرا جا رہا تھا۔

"عائلہ نے جو بھی کیا وہ قابل مذمت ہے لیکن وہ اس دنیا میں نہیں رہی اس لیے اسے معاف کر دینا ہی مناسب ہے۔" ابان کا لہجہ ہموار تھا۔ وہ بے یقینی سے ابان کو دیکھنے لگی۔ ابان نے عائلہ کی موت کی جتنی تفصیل علم میں تھی۔ اسے آگاہ کر دیا۔

"اناللہ وانا الیہ رجعون۔" مکنون کے لب ہلے اور وہ ہچکیوں سے رو دی۔ عائلہ کی موت کا اسے دکھ ہوا تھا۔

"زندگی کو آگے مثبت انداز میں لے کر چلو۔ غلطی ہوئی تم سے لیکن اللہ نے جو ایک موقع دیا ہے اپنی تمام غلطیوں کو دور کر کے زندگی کو سنوارنے کی کوشش کرو۔" وہ عابیہ کو پانی لانے کا اشارہ کرتا اسے صوفہ پر بٹھاتے ہوئے بہت نرمی سے بولا۔

مکنون بس سسکیاں بھرتی رہی۔ عابیہ پانی لے کر آ گئی۔ اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر اس نے مکنون کی جانب بڑھایا۔

"شاباش پی لو۔" پچکار کر بولا۔ وہ گلاس منہ سے لگا گئی۔

"آنٹی، اور ابرج سفر و ذہنی تھکان کا شکار ہیں۔ انھیں آرام کی ضرورت ہے۔ اس لیے اٹھو اور گھر جاؤ۔" وہ گلاس لے کر عابیہ کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔ مکنون نے بھائی کی طرف دیکھا۔ وہ بہت سنجیدہ لگا۔

"میں فی الحال سہروردی ہاؤس نہیں جانا چاہتی۔" وہ کہتی اٹھی اور کسی کے روکنے سے قبل بڑی تیزی میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ یکدم ہی سناٹا سا چھا گیا۔

"مکنون کو سنبھلنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔ گزارش ہے کہ آپ لوگ مکنون کو کچھ دن ہمارے پاس چھوڑ دیں۔" عابیہ نے خاموشی کو توڑا۔

"آنٹی میں مکنون کو لے کر خود آؤں گا۔ اس کی نادانیوں کو درگزر کر دیں۔" معصومہ سہروردی کے سامنے اس نے شرمندگی کا اظہار کیا۔

"مکنون سے گلہ تو ہے لیکن حالات جو رہے سارے گلے اپنی موت آپ مر گئے ہیں۔" معصومہ سہروردی نے کہا اور اجازت لیتیں باہر کی طرف بڑھیں۔ ابرج نے بھی واپسی کے لیے قدم اٹھائے۔

"کسی بھی وجہ سے سہی آپ نفرت تو بہت کر چکے بس اب محبت کے لیے ذہن و دل کے دروازے کھول دیں۔ محبت سے منائیں گے تو مکنون مان جائے گی۔ اس نے کہا نہیں کبھی لیکن وہ محبت کرتی ہے آپ سے اور آپ کو سزا نہیں دے پائے گی۔" عابیہ نے ابرج کی چال میں اضطراب اور چہرے پر اضمحلال محسوس کرتے ہوئے کہا۔ گویا اس کی امید بندھائی تھی۔

"مکنون نے تو نہیں کہا تم سے کبھی لیکن آج میں کہتا ہوں کہ میں مکنون سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کے بنا زندہ تو رہ سکتا ہوں لیکن زندگی محسوس نہیں کر سکتا اس سے کہنا کہ اس کا مجرم بہت شرمندہ ہے اور سزا پا چکا ہے (اس کا اشارہ مکنون کے غائب ہونے اور ہاسٹل کی جانب تھا۔) اپنے مجرم کو بس ایک موقع دے دے محبت جتانے و نبھانے کا۔" ابرج نے دھیمے سے کہا اور عابیہ کا جواب سنے بنا لمبے لمبے ڈگ بھرتا، نکلتا چلا گیا۔

"بیہ۔" وہ جو ساکت کھڑی تھی۔ ابان کی آواز پر چونکی۔

"جی۔۔" وہ ابان کو دیکھنے لگی۔

"مکنون کو کھانا کھلا دو جا کر اور اسے کہنا کہ اس کا بھیا اس سے ناراض نہیں ہے۔ نہ ہی غصہ ہے بس جن حالات سے وہ گزری۔ وہ اس کے بھیا کو کمزور کر گئے۔" ابان اس سے سامنے سے بچنے کو اسے چھوڑ تو آیا تھا۔ اس کے واپس آنے پر اس پر غصہ تو ہو گیا تھا لیکن اک ملال سا ذہن و دل میں اتر گیا تھا۔ عابیہ نے اسے دیکھا وہ کتنا مضطرب لگا۔ آنکھیں الگ نم تھیں۔

"ابان،۔۔۔" وہ اس کے سامنے رکتے ہوئے کچھ کہنے کو تھی۔

"یہ وقت بہت کڑا ہے بیہ، مجھے تسلی کمزور کرے گی۔ اس لیے تم اس وقت مجھے حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔" وہ اس کے احمریں لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے کچھ کہنے سے ہی روک گیا۔ عابیہ کے آنسو گرنے لگے۔ اس نے سر ابان کے سینے پر رکھ دیا۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

ابان نے اس کی پشت پر بازو باندھے۔

"یہ جو اذیت سی اذیت ہے جس کا مداوا بھی کوئی نہیں اسے زبان سے کہنا اور کسی اور کی تو کیا تمہاری زبان سے بھی سننا، مداوے کی کوشش کرنا، مجھے قبول ہی نہیں ہے۔ یہ درد کی انتہا ہے کہ میں درد بانٹنا تک نہیں چاہتا۔ ہمت ٹوٹ ٹوٹ جارہی ہے کہ مکنون پر جو گزری ہے وہ میری روح میں شگاف ڈال گیا ہے۔ پھٹا کپڑا سیا جاسکتا ہے۔ پھٹے دل کی رفوگری ممکن ہی نہیں اور میں تو، روح تک بلبلا اٹھا ہوں۔ ایسے میں وقت کا مرہم ہی کام آئے گا۔ میرے لیے تمہاری موجودگی، تمھارا میرے ساتھ ہونا میرے پاس ہونا ہی بہت ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی میری زندگی کا حاصل تمھارا ساتھ اور محبت۔۔۔!" خاموشی کی لے پر وہ ابان کی تکلیف کو محسوس کرتی، خاموشی کی زبان میں اس کے درد کی شدت کو کم کرنے کی کوشش میں غلطاں تھی۔

ابان نے اس کے ساتھ کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتے ہوئے، مطمئن سے انداز میں اسے دل ہی دل میں مخاطب کیا تھا اور پیشانی چوم لی تھی۔

رگ رگ میں اُس کا لمس اُترتا دکھائی دے
جو کیفیت بھی جسم کو دے، انتہائی دے

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یااللہ مدد فرما!" آج سہ پہر چار بجے عبرود کے چہرے کی پٹیاں کھلنے والی تھیں۔ مسز شاہ نے نماز حاجت پڑھی تھی اور گڑگڑا کر بیٹی کی سلامتی طلب کی تھی۔ صدقہ وخیرات میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جو تکلیف ان پر گزری تھی وہ انھیں اللہ کے قریب کرگئی تھی۔ احسن شاہ بھی بیٹی کے لیے دعا گو تھے۔

"ہمیں، ہاسپٹل چلنا چاہئیے۔" احسن شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مصلہ اٹھاتی ہوئی بیوی سے کہا۔

"آپ گاڑی نکالیں۔ میں آرہی ہوں۔" وہ دھیمے سے کہتیں۔ مصلہ اس کی جگہ پر رکھتیں۔ پرس اٹھائے کمرے سے نکل آئیں۔ رات سے محسن ہاسپٹل میں ہی تھا۔ اس کے پیرنٹس بھی پہنچ گئے تھے۔

کچھ دیر بعد عابیہ اور ابان بھی چلے آئے۔

ابان نے محسن کے دکھ کے وقت اپنی غیر موجودگی پر معذرت کرتے ہوئے اسے بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔

چار بجے کے بعد پٹیاں کھلنے کا عمل شروع ہوگیا۔ وہ سب سانس روکے اچھی خبر کے منتظر تھے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا۔ نرس نے ان سب کو اندر آنے کا کہا اور واپس مڑ گئی۔ وہ سب ڈرتے دل کے ساتھ آپریشن تھیٹر میں داخل

ہوئے۔ ڈاکٹرز و سرجن کے چہرے اطمینان سے مزین تھے۔ عبرود پر سب سے پہلی نگاہ محسن کی پڑی وہی کیونکہ سب سے پہلے اندر آیا تھا۔

"شکر الحمدللہ!" عبرود کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی محسن کے قلب و زبان سے بیک وقت باری تعالی کا شکر ادا ہوا۔ وہ دوزانو زمین پر گرا احساس تشکر سے رو دیا۔ کم و بیش یہی حالت احسن شاہ اور مسز شاہ کی بھی تھی۔

ان سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ مسز شاہ نے بیٹی کا ہاتھ تھاما اور ڈاکٹر کے کہنے پر آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ اپنے چہرے کو اصلی حالت میں پا کر وہ احساس تشکر سے رو پڑی۔ مسز شاہ نے بیٹی کو خود سے لگا لیا۔

"وہ بس آزمائش تھی ہماری۔۔۔ اللہ نے ہمیں اچھائی کی راہ پر بلانے کو تکلیف دی اور حوصلہ دے کر تکلیف سے نبرد آزمائی کی ہمت عطا کر دی۔ رونا بند کر دو اور شکر ادا کرو۔ اور عہد کر لو کہ اللہ کی دی نعمتوں پر غرور کرنے کی بجائے اس کی نعمتوں پر شکر گزار ہو گی۔ زندگی کو مثبت انداز میں گزارو گی۔" احسن شاہ نے بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نم لہجے میں کہا۔ وہ مسکرا دی۔

اس کایا پلٹ پر ابان و عابیہ حیرت زدہ تھے لیکن خوش بھی بہت تھے۔ محسن کو مطمئن و خوش دیکھ کر عابیہ کی خوشی کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی۔

"میں آج بہت خوش ہوں، ابان!" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی بولی۔ ابان کافی عرصہ بعد عابیہ کا پرانا انداز و جگمگاتا چہرہ دیکھ، مسکرا دیا۔

"بات ہے بھی خوشی کی۔" وہ دھیمے سے بولا۔

"بھیا نے بھابھی سے بہت محبت کی ہے ان کا بدلنا اچھی علامت ہے۔ مستقبل کے لیے خوش آئند۔۔۔" وہ مطمئن سی بول کر دھیمے سے ہنس دی۔ ابان نے آگے سے کچھ نہ کہا۔

"ابان۔۔۔" اس نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر اسے پکارا۔

"ہوں۔۔۔" ڈرائیونگ کے دوران صرف ہوں کہنے پر اکتفا کیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" اس نے ابان کو کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔ وہ چونک کر عابیہ کو دیکھنے لگا۔ مگر بولا کچھ نہیں البتہ محسوس بہت کچھ کر گیا۔۔۔ گاڑی یونہی رواں دواں رہی اور ایک جگہ جا کر رک گئی۔ عابیہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"زندگی مشکل ضرور ہو گئی ہے لیکن میں کسی بھی پریشانی کے باعث تم سے، تمہاری خوشی سے غافل نہیں ہو سکتا۔" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ وہ پھر بھی بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔

"اب اترو گاڑی سے، مجھے تو گھر جا کر بھی دیکھ سکتی ہو۔" اس نے شرارت سے کہا۔ عابیہ جھینپ کر نگاہ چرا گئی۔

"آپ کو کیسے پتہ لگا۔ میں، آئسکریم کی فرمائش کرتے کرتے رک گئی۔" وہ دونوں ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے تھے اور اس نے بے یقینی کو الفاظ دیے تھے۔

"جن سے محبت ہو ان کے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کی خاموشی بھی سمجھ آجاتی ہے۔" ابان نے اپنے لیے چاکلیٹ فلیور جبکہ عابیہ کے لیے اسٹرابیری فلیور آرڈر کرنے کے بعد دھیمے مگر محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ عابیہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

"مجھے اندازہ ہے کہ تم ہماری ڈسٹرب لائف کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہو مگر یہ کڑا وقت گزر جائے گا۔" وہ بولتا چلا گیا۔

"میں نے آپ کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی کے خواب سجائے تھے۔ اس لیے جو کچھ ہوا ہے مجھے سچ میں مضطرب کر گیا ہے۔ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ کبھی اتنے پریشان ہوں گے کہ سب کچھ ہی میرے لیے بہت اجنبی ہو کر رہ جائے گا۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھلکنے سے روکنے کو پلکیں جھپکنے لگی تھی۔

"اندازہ ہے مجھے لیکن ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ماما جان تو واپس نہیں آسکتیں لیکن! مکنون اپنے گھر چلی جائے گی تو سب معمول پر آجائے گا۔ کھوئی خوشیاں مل جائیں گی۔ اللہ سے اچھی امید رکھو۔" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"اللہ سے اچھی ہی امید ہے۔ مکنون کے ملنے کے بعد اس کی طرف سے اطمینان تو ہو گیا ہے لیکن میں تو مکنون کے رویے کو لے کر پریشان ہوں۔" وہ آئسکریم کے کپ میں چمچ چلاتے ہوئے بولی۔

"تمہاری مکنون سے کوئی بات ہوئی ہے؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے بیوی کو دیکھنے لگا۔

"مکنون واپس نہیں جانا چاہتی۔" وہ مضطرب لہجے میں بول گئی۔

"مکنون کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پہلے ہی اس نے مجھے معصومہ آنٹی اور ابرج سے نگاہ ملانے کے لائق نہیں چھوڑا اور رہی سہی کسر اب پوری کرنا چاہتی ہے۔" وہ دکھ و غصہ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا۔ ان کی آئسکریم یونہی گھلتی جا رہی تھی۔

"میں نے مکنون کو سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ کچھ سمجھنے کو تیار نہیں ہے اس کا کہنا ہے کہ جس شخص نے اسے عزت نہ دی۔ اتنا مجبور کیا کہ وہ تحفظ کی پناہوں سے نکل گئی۔ اب وہ اس شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔" اس نے مکنون سے ہوئی بات تمام تر تفصیلات کے ساتھ ابان کے گوش گزار کر دی۔

"تم پریشان نہ ہو میں خود کروں گا مکنون سے بات۔۔" اسے دھچکا تو لگا لیکن خود کو کمپوز کر کے بولتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عابیہ اس کے پیچھے۔ چل دی۔ عابیہ کو وقت برباد ہونے کا قلق ہونے لگا۔ وہ وقت کی نزاکت کو کبھی سمجھ نہیں پاتی تھی ۔کب کون سی بات کہنی چاہئیے کون سی نہیں اتنی معاملہ فہم نہ تھی اس لیے ایک موقع جو نصیب سے ملا تھا وہ ضائع ہو گیا تھا۔ اسے رونا آنے لگا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔" وہ برداشت نہ کر پائی اور روتے ہوئے بول گئی۔

"سوری فار واٹ۔۔" ابان متحیر ہوا۔

"آپ نے میرا خیال کیا اور آئسکریم پالر گئے اور میں نے بے وقت کی راگنی الاپ کر وہ وقت جو ہنسی خوشی گزر سکتا تھا۔ وہ تکلیف دہ باتوں کی نظر کر دیا۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

"اسی لیے مجھے اچھی لگتی ہو۔" وہ ہلکی سی شرارت سے بولا۔ وہ رونا بھول کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم میں بناوٹ نہیں ہے۔ جو اندر ہے، وہی باہر ہے۔ سب سچ، ایک دم کھرا۔۔۔ برا وقت گزر جائے گا خوشیاں لوٹ آئیں گی۔ بس! تم جیسی ہو ایسی ہی رہنا۔ سادہ اور بناوٹ و ریاکاری سے پاک۔۔۔" ابان نے مسکرا کر اسے دیکھا اور توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز رکھتے ہوئے کہتا چلا گیا۔ عابیہ کے لبوں پر مسکان ٹھہر گئی تھی۔

"کافی باتیں بنانا سیکھ گئے ہیں۔" وہ شریر ہوئی تھی۔

"ہاہا۔۔۔ سب ایک جنگلی بلی کی صحبت کا اثر ہے۔" وہ بے ساختہ انداز میں قہقہہ لگا کر چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"ہونہہ، ہر برائی میرے سر ڈال کر خود معصوم بن جایا کریں آپ۔۔۔۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"منہ بناتی ہوئی اچھی لگتی ہو جنگلی بلی۔۔۔" وہ ایک ہاتھ سے اسٹرینگ سنبھالتے ہوئے، دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے شوخی سے بولا۔ وہ جھینپ گئی۔ کافی عرصہ بعد وہ یوں الجھ رہے تھے۔ نوک جھونک کر رہے تھے۔

"فضول القاب نہ دیا کریں اور ساری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز رکھیں۔ میں بھری جوانی میں مرنے کے بالکل بھی موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ بظاہر ناگواری سے بولی لیکن اطمینان و شرارت اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔

"خود ہی نے پٹر پٹر کر کے میری ڈرائیونگ کے دوران بات کرنے کی عادت ڈالی ہے اور میری عادتیں بگاڑ کر زندگی پیاری ہو گئی ہے۔" وہ مصنوعی خفا ہوا اور وہ بے ساختہ ہی کھلکھلا کر ہنس دی۔

ابان کو لگا زندگی کی کٹھنائیاں یکدم ہی راحت گل کے قالب میں ڈھل گئی ہیں۔

کانپتے ہونٹوں پہ تھی اللہ سے صرف اک دعا

کاش یہ لمحے ٹھہر جائیں، ٹھہر جائیں ذرا!

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے، آپ مجبور نہ کریں بھیا! میں نہیں جانا چاہتی اب کبھی بھی ابرج کے گھر۔" ابان اسے کافی دیر سے سمجھا رہا تھا اور وہ چپ کر کے سننے کے بعد سنجیدگی سے بولتی، ابان کو غصہ دلا گئی تھی۔

"تم چاہتی کیا ہو آخر۔۔۔" وہ غصہ سے چیختا کہ عابیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے غصہ قابو کرنے کا اشارہ دیا اور وہ ضبط کرتا، تلخی سے بولا۔

"میں ابرج کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے طلاق چاہئیے۔" وہ بے لچک لہجے میں بولی۔ اس کے انداز تو کچھ دن سے چیخ چیخ کر یہی سب کہہ رہے تھے لیکن اس کا واضح الفاظ میں کہنا ان پر قیامت بن کر ٹوٹا۔ عابیہ دکھ و حیرت سے منہ کھولے غیر معمولی سنجیدہ مکنون کو دیکھنے لگی۔ وہ اتنی ضدی وہٹ دھرم تو کبھی تھی ہی نہیں۔ وہ تو فوراً ہی دوسرے کی رضا میں چپ کر کے خوش ہو جاتی تھی اور آج ابان کے قائل کرنے کی ہر کوشش کے جواب میں اس کا اٹل فیصلہ تھا۔ ابان کے کانوں نے جو کچھ سنا وہ اتنا شاکنگ تھا کہ وہ خود پر سے کنٹرول کھوتا، مکنون پر ہاتھ اٹھا گیا۔

"تڑاخ۔۔۔" تھپڑ کی گونج کمرے میں ہی نہیں مکنون کے حواسوں پر بھی گونجی تھی۔ وہ رخسار پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے بڑے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

ابان نے اسے چھوٹی بہن سے زیادہ، بیٹی سمجھا تھا۔ اسے اپنے بابا سید سبحان بخاری کی وفات کے بعد باپ کی کمی کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس کے لیے۔ شفیق باپ اور پیار کرنے والا بھائی ثابت ہوا تھا۔ اس نے تو کبھی تیز آواز میں بات تک نہ کی تھی اور آج ہاتھ اٹھا گیا تھا۔ مکنون تو روح تک کانپ اٹھی تھی۔ آنسو تھے کے بہتے جا رہے تھے۔

"ابان کیا ہو گیا ہے آپ کو، اپنے غصہ کو خدا کے لیے کنٹرول میں رکھیں۔" عابیہ پل بھر کو اس کے غصہ سے خائف ہوئی اور اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے، بول گئی۔

"اس نے مجھے اس سب کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے خود بتاؤ کیا کروں۔ سمجھا سمجھا کے تھک گیا ہوں۔" ابان خود اپنے قدم پر حیران تھا مگر جب بولا بے بسی لہجے سے عیاں تھی۔

"سمجھا نہیں پا رہے تو یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ غصہ سے بے قابو ہو جائیں۔ بہن پر ہاتھ اٹھائیں۔" وہ ہنوز ناگواری سے بولی۔ مکنون کی ہچکیاں بندھنے لگی تھیں۔

"اس پر مجھے کتنا مان تھا عابیہ، لیکن! اس نے فقط اک فیصلے و اک قدم سے میرا سر جھکا دیا۔ اس نے مجھے ابرج کے سامنے نظر اٹھانے کے لائق نہیں چھوڑا۔" وہ صوفے پر گر سا گیا۔

"یہ کیا سمجھتی ہے میں اس کی تکلیف سے انجان ہوں۔ اس نے کچھ نہیں بتایا تو میں لاعلم رہا۔ ارے! جن سے روح کے رشتے ہوں۔ ان کی تکلیف تو ازخود محسوس ہو جاتی ہے۔ تکلیف میں یہ تھی۔ درد مجھے ہوتا تھا۔ لیکن! صبر کرتا رہا کہ غم کی شام ڈھل جائے گی۔ اک دن ابرج کو اس کی غلطیوں کا احساس ہو جائے گا۔ کمزور نہ ہوتے ہوئے مصلحت پسندی کے ہاتھوں میں چپ کر کے ذلیل ہو کر سہر وردی ہاؤس سے آگیا۔ صرف اس کی خاطر لیکن اس نے انتہائی قدم اٹھالیا۔ اسے کچھ ہو جاتا، عزت پر آنچ آجاتی تو میں ماما جان اور بابا سے روز محشر کیسے نظر ملاپاتا۔" وہ دکھ سے بول رہا تھا۔ آنکھیں لہو رنگ ہو گئی تھیں۔

"ابان، آپ پریشان نہ ہوں میں اسے سمجھاؤں گی۔" عابیہ روتے ہوئے بولی۔

"میں اب کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔" وہ آنسو رگڑتے ہوئے بولی۔ عابیہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

"ابرج کی نظر میں، میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انھوں نے بیوی نہیں استعمال کی شے سمجھا اور سید ابان بخاری کی بہن ہونے کے ناطے مجھے سولی پر لٹکا دیا۔ میں برداشت ہی کرتی رہی۔ میرے بھائی کے کردار پر انگلی اٹھائی جاتی رہی۔ میری ماں کی تربیت کو گالی دی گئی اور میں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ میرے بھائی کو میری آنکھوں کے سامنے تھپڑ مارا گیا۔ ذلیل کیا گیا اور میں اف تک نہ کر سکی۔ اس کے بعد بھی مجھے کہا گیا کہ مجھے طلاق دے دی جائے گی تو ہاں مجھے طلاق چاہئیے اس شخص سے جس نے مجھے تحفظ فراہم نہ کیا مجھے عزت کی چار دیواری دی ہوتی تو میں بے گھر نہ ہوتی۔ وہ شخص مجھے عزت نہ دے سکا ہے، نہ دے گا۔" وہ بہت روتے ہوئے کہتی چلی گئی تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی کو تو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔

بھیڑیے مجھ کو کہاں پا سکتے
وہ اگر میری حفاظت کرتا

"پہلے میں ابرج کی نظر میں صرف سید ابان بخاری کی بہن تھی اور اب ان کی نگاہ میں، میں گھر سے بھاگی ہوئی، بدنام جگہ پر شب و روز گزار کر آنے والی ایک ایسی لڑکی ہوں جسے وہ اپنی غلطیوں کے ازالے کے طور پر اپنے گھر میں تو رکھ لیں گے لیکن میری عزت کبھی نہیں کریں گے اور میں ایک ایسا رشتہ نہیں چلانا چاہتی جو کب کا مر چکا ہے۔ جس رشتہ میں روح ہی باقی نہیں رہی۔ اسے نبھا کر میں جان کنی کے مرحلوں سے نہیں گزرنا چاہتی۔" درمکنون نے اپنے آنسو رگڑے تھے۔

"

تو وہ بھیا آپ ہیں۔ میں، آپ سے شرمندہ ہوں۔ لیکن !ابرج کے سامنے نہ میں شرمندہ ہوں نہ ان سے معافی مانگوں گی کیونکہ میری تباہی کے ذمہ دار ابرج ہی ہیں ۔ ان کے رویے مجھے کہاں سے کہاں لے گئے اور جس نے رہنمائی کی ان راستوں پر چلنے کی۔ وہ ابرج سے ہی بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ان کے کیے کی سزا مجھے ملی ہے اور میں انھیں معاف تو کر دوں گی لیکن !ان کے ساتھ رہنے کو کسی صورت راضی نہیں ہوں گی۔ "مکنون اٹل فیصلے میں کہتی، یکدم سانس لینے کو رکی۔

"میرے بچے کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ مجھے کن کن ذلتوں سے گزرنا پڑا۔ ابرج کو تو احساس تک نہیں ہے۔ وہ مجھ سے اس لیے شرمندہ ہیں کیونکہ آپ بے گناہ ثابت ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کا جرم ثابت ہو جاتا تو انھیں وہ شب و روز یاد آجاتے ۔جو میں نے کہیں اور گزارے اور ان کی بنیاد پر وہ عضو معطل کی مانند مجھے اپنی زندگی سے نکال پھینکتے اور آپ چاہتے ہیں کہ میں یہ سب جاننے و سمجھنے کے باوجود ابرج کی زندگی میں لوٹ جاؤں تو میں ایسا کر لوں گی لیکن !" وہ کہتے کہتے پھر رکی۔

"اس بار میرے قاتلوں میں آپ بھی شامل ہوں گے۔ کیونکہ میں ابرج کی زندگی میں واپس لوٹنا نہیں چاہتی۔" وہ بات مکمل کر کے جانے کو آگے بڑھی۔ عابیہ نے بازو تھام کر جانے سے روک لیا۔

"تمہاری کسی بھی بات سے انکار نہیں ہے۔ تمھارے لفظ لفظ میں وہ حقیقت چھپی ہے کہ انکار ممکن ہی نہیں ہے لیکن طلاق کا فیصلہ درست نہیں ہے ۔حالات یوں تو بد سے بدترین ہو جائیں گے۔ اپنا نہیں تو اپنے آنے والے بچے کا سوچو۔" عابیہ نے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کروانا چاہی تھی۔

"ماں باپ کی ناکام ازدواجی زندگی کا اثر بچوں پر پڑتا ہے ۔ہماری اولاد کو بھی بگھتان بھگتنا ہو گا۔ باپ کی خود غرضی اور ماں کی جلد بازی کا بھگتان۔۔۔" وہ کہتی ہوئی نکلتی چلی گئی۔

وہ دونوں ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔

"اس سب کا صرف میں ذمہ دار ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔

ساتھ وہ میرے رہا چند روز محبت کرنے کے لئے
باعزت لے گیا تھا گھر سے بے عزت کرنے کے لئے
اب سوچتی ہوں تو ہنسی آتی ہے اُس کے الفاظ پر
کہ میں ضروری ہوں، ایک گھر کو جنت بنانے کے لئے

"او پلیز ابان !ہر بات کا الزام اپنے سر نہ لے لیا کریں آپ ، اس سب کے ذمہ دار آپ نہیں ابرج بھیا ہیں جنھوں

نے بد گمانی کو اتنا پروان چڑھایا کہ رشتے ہی پستی کی جانب چلے گئے۔" وہ قدرے غصہ سے بولی تھی۔

"ابرج نے جو بھی کیا وجہ تو میں ہی رہا۔۔۔ میں بیچ میں یوں پڑا ہوا ہوں کہ مکنون اپنی زندگی میں ابرج کے ساتھ سیٹ نہ ہو سکی تو عمر بھر کے پچھتاوے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے کہ میرے سبب میری بہن کا گھر اجڑ گیا۔ ماما جان کو کیا منہ دکھاؤں گا میں۔۔۔" وہ سر ہاتھوں میں گرائے بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔

"کچھ دن معاملات کو یونہی چھوڑ دیں۔ وقت گزرے گا تو مکنون کو سمجھانا آسان ہو گا۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے، بہت نرمی سے بولی۔

"مکنون بہت بدل گئی ہے بیہ، مکنون ایسی تو نہیں تھی۔" وہ بے بس سا بڑبڑایا۔

"حالات کی سختی نے نرمی و کوملتا چھین لی ہے لیکن ہم مل کر مکنون کو واپس پہلے جیسا بنائیں گے۔ بس ایک وعدہ کریں مجھ سے ابان!" وہ دھیمے سے کہتی اس کا مضبوط ہاتھ اپنے نرم ہاتھ میں دبا گئی۔

"کیسا وعدہ بیہ؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے بیوی کے نم چہرے کو دیکھنے لگا۔

"مکنون کو اس کے ہر فیصلے میں آزاد چھوڑ دیں گے اور وہ جو بھی فیصلہ لے گی۔ آپ اس کا ساتھ دیں گے۔" وہ قدرے لجاجت سے بولی۔

"میں بھی زبردستی کا قائل نہیں ہوں بیہ! یہ تم بھی اچھے سے جانتی ہو لیکن اگر اس نے ابرج کے خلاف فیصلہ لیا تو میں کیسے ساتھ دوں گا اس کا۔۔۔" اس کا دل کیا کہ وہ بچوں کی طرح رو دے لیکن ضبط کر کے بولتا چلا گیا۔

"ساتھ دینا پڑے گا آپ کو ابان، کیونکہ اسے ابرج بھیا سے اب کوئی امید نہیں ہے اور آپ اس کی پہلی و آخری امید ہیں اگر اس وقت آپ نے اسے اکیلا کر دیا تو وہ زندگی بھر خود کو اور اپنے ٹوٹے حوصلوں کو جوڑ نہیں پائے گی۔" عابیہ نم لہجے میں بولی۔

"ابرج سے محبت کی ہے اس نے، شوہر ہے وہ، اس کی آنے والی اولاد کا باپ، اتنے رشتے توڑ کر وہ کیسے خوش رہ پائے گی۔ یہ سوچو اور اسے سمجھاؤ کہ گھر و رشتے انا و ضد سے نہیں چلتے۔ گھر بنانے کو خود کو، اپنی انا کو کچلنا پڑتا ہے۔ اس نے پہلے بھی تو صبر کیا اب اپنے بچے کا سوچ کر ہی واپس چلی جائے۔ ابرج شرمندہ ہے اپنے ہر ظلم کا مداوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔" ابان جیسا مصلحت پسند انسان، رشتوں کو اہمیت دینے والا۔ نہیں چاہتا تھا کہ طلاق ہو۔ اس کی یہی مرضی تھی کہ ابرج کو ایک موقع دیا جائے۔

"مکنون، انا نہیں رکھ رہی ہے ابان! وہ تو بس اپنے شوہر سے ناراض ہے اس بات کا قلق ہے کہ ابرج نے اتنی محبت و عزت دی ہوتی کہ وہ بے امان نہ ہوتی۔۔۔ اس کی سوچ و احساسات آپ نہیں سمجھ سکتے کیونکہ آپ ہیں تو مرد ہی۔۔۔

اسے سنبھلنے کا موقع دیں اتنا موقع کہ وہ ابرج بھیا کو معاف کرنے کے لیے ذہن و دل کی آمادگی کے ساتھ راضی ہو جائے۔ آپ کے فیصلے کی لاج رکھتے ہوئے لوٹی تو عمر بھر وہ ابرج بھیا کو معاف نہیں کر پائے گی۔ اس لیے میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ اسے اپنے ساتھ کا یقین سونپیں تاکہ اسے اپنے من کے فیصلے لینے میں آسانی ہو۔ وہ خود کو اکیلا سمجھ کے وہ فیصلہ نہ لے جو وہ لینا نہیں چاہتی کیونکہ وہ مجبوراً گئی تو خوشگوار زندگی گزار نہیں پائے گی۔" عابیہ نے مکنون سے بات کر کے جو کچھ محسوس کیا تھا۔ وہ سب ابان کے سامنے بیان کر گئی تھی۔

"میں مکنون کے ساتھ ہوں بیہ، سختی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن طلاق لفظ ہی ایسا ہے کہ میری روح کانپ اٹھی اور میں مکنون پر ہاتھ اٹھا گیا۔" اسے بہن پر ہاتھ اٹھانے کا بے حد ملال تھا۔

"وہ آپ کا غصہ نہیں، بہن کے لیے محبت اور اس کی خوشیوں و گھر کو لے کر فکر تھی لیکن یہ میں سمجھ سکتی ہوں لیکن فی الحال مکنون نہیں سمجھ سکتی۔ اس کے دل و دماغ پر پہلے ہی بہت پریشر ہے۔ نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ ابھی وہ صحت یاب نہیں ہے۔ اسے آپ پر سکون ماحول دیں۔ ابرج اور اس کے گھر کا ذکر ترک کر دیں۔ سب اللہ پر چھوڑ دیں وہ خود راستے بنا دے گا۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں قدرے ناصحانہ انداز میں بولی تھی۔

"شکریہ، بیہ۔۔" وہ اس کا ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

"کس بات کا شکریہ جناب۔۔۔" وہ ماحول کے بوجھل پن کو دور کرنے کو خود کو کمپوز کرتی، شوخ ہوئی۔

"میرے رشتوں کو اہمیت دینے اور مجھے سمجھنے کے لیے۔۔۔ مجھے تو تم اک لاپرواہ سی لاابالی لڑکی لگی تھیں۔ میں تم سے شادی کرتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ جانے تم میرے رشتوں کو سمجھ بھی پاؤ گی کہ نہیں لیکن تم نے جس بردباری سے سب کچھ سنبھالا ہے۔ مجھے اپنی پسند، اپنی بیہ پر فخر ہوتا ہے۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

"اس عشق نے ہمیں ہی نہیں معتدل کیا
اس کی بھی خوش مزاجی کے چرچے ہیں ان دنوں"

عابیہ نے خوبصورت لب و لہجہ میں پروین شاکر کا خوبصورت شعر پڑھا۔ ابان بے ساختہ ہی ہنس دیا۔

"ہاں تم نے مجھ جیسے ہٹلر کو خوش مزاج بنا تو دیا ہے۔" شرارت سے اس کی ناک کھینچی۔ وہ کھلکھلا دی۔ زندگی میں چاہے کتنے اندھیرے و مشکلات آئیں انھوں نے ایک دوسرے کا سایہ بن کر رہنا تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے سے صرف محبت نہیں کرتے تھے وہ ایک دوسرے کے احساسات و جذبات اور رشتوں کو بھی سمجھتے تھے۔

ان کے مزاج میں ہم آہنگی نہ تھی۔ لیکن! ذہن و دل یوں ہم آہنگ ہوئے تھے کہ زندگی سہل و آسودہ تھی۔

غم کا پڑاؤ محض وقتی تھا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا۔

ابان کی نگاہ میں بے باکی نے سر اٹھایا اور وہ حیا سے نگاہ جھکا گئی۔

ابان نے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے سر گوشی کی اور وہ راہ فرار نہ پاتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔

مدت کے بعد چاند نے دستک بدن پہ دی
پھر حجلۂ حیات میں آئی ہے خاص شب

☆☆☆☆☆☆☆☆

"عائلہ کی طرف سے میں ہاتھ جوڑ کر، پاؤں پڑ کر آپ لوگوں سے معافی مانگتا ہوں۔ اللہ کے لیے عائلہ کو معاف کر دیں۔" عائلہ کو فوت ہوئے پندرہواں دن تھا۔ معصومہ سہروردی کی طبیعت ناساز تھی اس لیے عائشہ میکہ آئی تھی اور اسے چھوڑ کر تو تیمور باہر کے باہر ہی چلا گیا تھا لیکن لینے آیا تو خود کو مضبوط کر کے آیا تھا تاکہ ابرج سہروردی سے معافی مانگ سکے۔ ورنہ تو اس کی ان لوگوں کے سامنے کی ہمت ہی نہ تھی۔ حیدرآباد سے واپسی کے بعد وہ ماں بیٹا عائلہ کے سوئم میں شریک ہوئے تھے۔ ابرج پرسہ دینے لگا تو تیمور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس کی سنے اور کچھ کہے بنا پلٹ گیا تھا۔

"تیمور بھائی، آپ، مجھے شرمندہ نہ کریں۔" ابرج بہنوئی کے ہاتھ تھامتے ہوئے دلگرفتگی سے بولا۔

"شرمندہ تو میں ہوں۔ نظر بھی نہیں ملا سکتا تم سے، بھابھی سے۔" تیمور کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ایسے نہ کہو بیٹا اور یقین رکھو کہ ہم سب عائلہ کو سچے دل سے معاف کر چکے ہیں۔" معصومہ سہروردی داماد کے سامنے رکتے ہوئے بولیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اب کے ابرج سہروردی نے موقع ہی نہ دیا۔

"عائلہ سے ہم، میں سے کسی کو بھی کوئی گلہ نہیں ہے۔ مکنون بھی عائلہ کو معاف کر چکی ہے۔ اللہ اس کی مغفرت فرمائے۔" ابرج سہروردی کا لہجہ نرم و ہموار تھا۔ تیمور نے آستین کے کف سے آنکھیں رگڑیں۔

"آمین۔!" تیمور کے لب ہلے۔

"بیٹا عائلہ ہمارے درمیان نہیں رہی وہ اچھی جگہ پر ہے۔ بہتر یہی ہے کہ پچھلی باتوں کو نہ دہرایا جائے۔ تم بھی بھول جاؤ ہم بھی بھول گئے ہیں کہ اس سب میں عائلہ کا کوئی کردار تھا۔ قسمت کی چوٹ تھی جو مل گئی۔ بس دعا یہی ہے کہ اللہ مکنون کو سنبھلنے کے قابل کر دے۔" معصومہ سہروردی دھیمے لہجے میں کہتیں۔ داماد کے سر پر ہاتھ رکھ گئیں۔

"میں، آپ لوگوں کا یہ احسان عمر بھر نہیں بھولوں گا۔" تیمور نم لہجے میں کہتا نکلتا چلا گیا۔

"مکنون سے بات ہوئی؟" معصومہ سہر وردی نے بیٹے سے پوچھا اور وہ نفی میں گردن ہلاتا، اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے معصومہ سہر وردی اکیلے رہ گئیں جن کا روم روم دعا گو تھا کہ مکنون ان کے بیٹے کی زندگی میں لوٹ آئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بات ہوئی تمہاری مکنون سے ؟" ایلیفیہ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"مکنون مجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی ۔۔۔ ابان نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ اسے طلاق چاہئیے۔" ابرج نے ابان سے ہوئی بات اس کے سامنے رکھ دی۔

"جو لڑکی طلاق کے ڈر سے دربدر ہوگئی۔ وہ طلاق چاہتی ہے۔ یہ بات میں مان ہی نہیں سکتی ہوں ابرج ۔۔۔" وہ ابرج کی بات سن کر گہرے صدمہ کی سی کیفیت میں چلی گئی تھی۔ جیسے ہی حواس کچھ بیدار ہوئے وہ بڑبڑائی۔

"تمھارے نہ ماننے اور میرے جھٹلانے سے حقیقت بدلے گی نہیں ۔۔۔ میں مکنون کے دل کی سرزمین سے بے دخل ہوگیا ہوں ۔۔۔ جب اس کے دل میں، میرے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رہی تو وہ کوئی بھی فیصلہ لے سکتی ہے۔" ابرج کے لہجے میں اس کی بے بسی بول اٹھی تھی۔

"تمھیں اسے منانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئیے۔ پہلے ہی تم زندگی میں غلط فیصلے لے چکے ہو۔ تمھیں جھکنا پڑے تو جھک جاؤ ۔۔۔ نہ جھک کر رشتے توڑنے سے بہتر جھک کر رشتے بچالو ۔۔۔ انا کی جنگ میں جیت محض وقتی ہوتی ہے اور شکست عمر بھر کی ہوتی ہے ۔۔۔" ایلیفیہ نے ہمیشہ اس کا اچھا چاہا تھا۔ لیکن اس کے دکھ کی کہیں نہ کہیں وہی وجہ تھی ۔ اس لیے وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کو، اس کی خوشیاں اس کی در مکنون اسے واپس مل جائے۔

"انا باقی رہی ہی کب ہے۔ میرا زعم مجھے لے ڈوبا ہے ۔۔۔ میں تو مکنون کے سامنے سے ڈرتا ہوں ۔۔۔ لیکن جو بگاڑا ہے میں نے اسے سنوارنے کی چاہت میں، مکنون سے رابطے کی کوشش میں ہوں ۔۔۔ اسے کتنی کالز کر چکا ہوں وہ کوئی رسپانس نہیں دیتی ۔۔۔ بخاری ولاز بھی گیا ہوں۔ لیکن! وہ مجھ سے ملتی نہیں ہے ۔۔۔ عابیہ کہتی ہے کہ جو کچھ ہوگیا ہے۔ اسے بھولنے اور مکنون کو سنبھلنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے ۔۔۔ مجھے صبر و حوصلہ سے مکنون کا انتظار کرنا چاہئیے ۔۔۔" ابرج پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے۔ دکھ سے بولتا چلا گیا۔

"وہ بیوی ہے تمہاری ابرج! تم اس کا انتظار کروگے۔ تو کوئی غلط نہیں ہے۔ لیکن! وقت تو تم پہلے ہی بہت گنوا چکے ہو ۔۔۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم مزید وقت گنوانے کی بجائے مکنون کو کیسے بھی منا کر واپس لے آؤ۔" ابرج کی بات سن کر وہ اک گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"وہ ماننے کو تیار نہیں ہے، ایلیفیہ!" وہ بے بسی سے بولا۔

"یوں ہمت ہار دو گے تو مکنون کو کیسے واپس لاؤ گے اپنی زندگی میں، یہ مت بھولو کہ مکنون پریگننٹ ہے۔" اس نے ناگواری سے اس کی کم ہمتی کو دیکھتے ہوئے اسے وہ یاد دلایا جو وہ بھولا ہی نہیں تھا۔

"خوشی کا احساس بھی بھلا بھلایا جا سکتا ہے؟" وہ ایلیفیہ کی جانب دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

"بات چھوٹی بھی تو نہیں ہے نا ابر، جو تمھیں بھول جائے۔" وہ دھیمے سے بولی تھی۔ اسے در مکنون کی پریگننسی کا سن کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ کچھ بھی تھا وہ ابرج سہروردی کے ساتھ بہت مخلص تھی۔

"یہ احساس ہی بہت خوش کن ہے کہ میں باپ بننے والا ہوں لیکن جب میں نے بیوی کو ہی محبت و عزت نہ دی کوئی حق پورا نہ کیا تو اولاد کے حقوق کیسے ادا کر پاؤں گا۔ میں تو اچھا شوہر ہی نہ بن سکا۔ اچھا باپ کیا خاک بنوں گا۔" اس کے چہرے پر حزن و ملال کے رنگ بکھر گئے تھے۔

"ابر، انتظار میں، کم ہمتی میں یہ اچھا وقت بھی گزر جائے گا۔۔۔ تھوڑی ہمت پکڑو۔۔۔ مکنون بیوی ہے اسے تم زبردستی بھی واپس لا سکتے ہو پاس ہو گی تو اس کو منانا بھی آسان ہو گا فاصلے اتنے نہ بڑھ جائیں کہ دلوں میں دوریاں آجائیں۔" اس کے حوصلہ پست ہوتے دیکھ ایلیفیہ نے اسے سمجھایا۔

"سمجھ نہیں آتا کیا کروں ایلیفیہ، کیسے سب ٹھیک کروں؟" وہ بڑبڑایا۔

"ابرج یہ یاد رکھو کہ مکنون کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ عورت جب تخلیق کے عمل سے گزر رہی ہوتی ہے تو اسے شوہر کے سہارے کی، جذباتی سپورٹ کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے تم کیا کیسے کرو گے کی الجھن ترک کر دو اور مکنون کو منانے پہنچ جاؤ۔ اس کا غصہ و ناراضگی جائز ہیں۔ لیکن! تم مناؤ گے تو وہ مان جائے گی۔ بہت محبت کرتی ہے تم سے۔۔۔" ایلیفیہ نے اس کی ہمت بندھائی تھی۔ اور اسے بخاری ولاز بھیج کر ہی دم لیا تھا۔ ایلیفیہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کامیاب ہو کر لوٹے گا یا ناکام ہو کر لیکن وہ کوشش کرنا ضروری سمجھتی تھی۔

ابرج کا دل خدشات سے لبریز تھا۔

لبوں پر دعا آن ٹھہری تھی کہ کاش مکنون اپنا دل و ظرف بڑا کر کے اس کی زندگی میں لوٹ آئے۔

وہ بخاری ولاز پہنچ گیا تھا لیکن در مکنون اس سے ملی تک نہیں۔ عابیہ کے بہت سمجھانے پر اس نے فقط یہی کہا تھا کہ:

"تم ابرج سے جا کر کہہ دو کہ میں انھیں معاف تو کر چکی ہوں لیکن اب پہلے جیسا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ میں چاہوں بھی تو ابرج کو اک موقع ابھی نہیں دے سکتی۔۔۔ مجھے ابھی کچھ وقت درکار ہے اپنے ذہن و دل کو راضی کرنے کے لیے ۔۔۔ وہ میرا انتظار کر لے تو شاید کچھ سالوں تک میرا ذہن و دل رشتہ نبھانے کو آمادہ ہو جائے تو میں اس کی زندگی میں لوٹ جاؤں لیکن جس کی خود مجھے ایک فیصد بھی امید نہیں ہے اس لیے ابرج چاہے تو اِسے طلاق دے دے۔۔۔ چاہے تو

دوسری شادی کر لے۔ "مکنون کا فیصلہ اٹل تھا۔ عابیہ نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے فیصلے سے اک انچ ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ عابیہ نے اس کا پیغام ابرج تک پہنچا دیا تھا۔ جو یہ کہہ کر بخاری ولاز سے نکل گیا تھا:

"میں، اپنی آخری سانس تک مکنون کا، اُس کے دل کے نرم پڑنے، اُس کا مجھے دل سے معاف کرنے اور اُس کے اپنی زندگی میں لوٹنے کا انتظار کروں گا۔" ابرج سہروردی کہہ کر جا چکا تھا۔ ابان اور عابیہ ساکت بیٹھے رہ گئے تھے۔

سزا جانے مکنون نے خود کو دی تھی یا ابرج سہروردی کو لیکن اس نے دونوں کے لیے تنہایاں چن لی تھیں۔

اس کے باوجود ابرج سہروردی مطمئن تھا اسے یقین تھا کہ اک دن مکنون سب بھلا کر اس کی زندگی میں لوٹ آئے گی۔

ابرج نے محبت کے دیے کے ساتھ، امید کا دیا روشن کر لیا تھا۔ دل سے دعا یہی تھی کہ دل دیا بجھنے نہ پائے، دیا امید کا بجھنے نہ پائے۔

اپنے گھر کی کھڑکی سے میں آسمان کو دیکھوں گا
جس پر تیرا نام لکھا ہے اُس تارے کو ڈھونڈوں گا

تم بھی ہر شب دیا جلا کر پلکوں کی دہلیز پہ رکھنا
میں بھی روز اک خواب تمہارے شہر کی جانب بھیجوں گا

ہجر کے دریا میں تم پڑھنا لہروں کی تحریریں بھی
پانی کی ہر سطر پہ میں کچھ دل کی باتیں لکھوں گا

جس تنہا سے پیڑ کے نیچے ہم بارش میں بھیگے تھے
تم بھی اُس کو چھو کے گزرنا' میں بھی اُس سے لپٹوں گا

"خواب مسافر لمحوں کے ہیں' ساتھ کہاں تک جائیں گے"
تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے' میں بھی اب کچھ سوچوں گا

بادل اوڑھ کے گزروں گا میں تیرے گھر کے آنگن سے
قوسِ قزح کے سب رنگوں میں تجھ کو بھیگا دیکھوں گا

رات گئے جب چاند ستارے لُکن میٹی کھیلیں گے
آدھی نیند کا سپنا بن کر میں بھی تم کو چھو لوں گا

بے موسم بارش کی صورت' دیر تلک اور دُور تلک
تیرے دیارِ حسن پہ میں بھی کِن مِن کِن مِن برسوں گا

شرم سے دوہرا ہو جائے گا کان پڑا وہ بُند ابھی
بادِ صبا کے لہجے میں اِک بات میں ایسی پوچھوں گا

صفحہ صفحہ ایک کتابِ حسن سی کھلتی جائے گی
اور اُسی کو لَو میں پھر میں تم کو اَزبر کر لوں گا

وقت کے اِک کنکر نے جس کو عکسوں میں تقسیم کیا
آبِ رواں میں کیسے امجد اب وہ چہرا جوڑوں گا

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ایلیفیہ بی بی، آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔" ایلیفیہ اپنے کمرے میں موجود تھی جب اسے ملازمہ نے آکر کہا۔ وہ حیرت میں مبتلا ہوتی جس وقت ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں مسکان کا شوہر ارباز موجود تھا۔

"اسلام علیکم ارباز بھائی۔" اس نے سلامتی بھیجی اور وہ اٹھتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دے گیا۔

"یہ تو آپ ہیں۔ ملازمہ نے مجھے کہا کہ مجھ سے ملنے کوئی آیا ہے۔ یہ صفورا کو بھی بے پر کی اڑانے اور تجسس پھیلانے کی بہت بری عادت ہے۔" وہ کھڑے کھڑے ہی بولی کہ اس کا وہیں سے پلٹ جانے کا ارادہ تھا۔ مسکان کے

حوالے سے اس سے محض سلام دعا ہی تھی۔اور یوں کبھی اکیلے میں اس سے کبھی بات ہوئی نہ تھی اس لیے اسے بہت عجیب بھی محسوس ہوا اور ملازمہ پر غصہ بھی آیا۔

"صفورا نے آپ سے وہی کہا جو میں نے کہنے کی ہدایت کی تھی۔" ارباز کی بات پر وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔

"میں، ایلیفیہ آج آپ سے، ارمش چوہدری کے اکلوتے دوست کی حیثیت سے ملنے آیا ہوں۔" ارباز کی بات پر اسے حیرت کا جھٹکا لگا وہ یہ جانتی ہی نہیں تھی کہ وہ ارمش چوہدری کا دوست ہے۔

"اگر آپ، ارمش چوہدری کے دوست ہیں تو میں، آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" ایلیفیہ خود کو سنبھال کر بولی۔

"میرا، آپ سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔" وہ ایلیفیہ کا غصہ بھانپ لینے کے باوجود ترنت بولا۔

"لیکن میں، ارمش چوہدری کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ دبے دبے انداز میں غرائی۔

"میں تمام حالات و واقعات سے باخبر ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو کوئی نہیں جانتا اور جو واقعات آپکے علم میں نہیں ہیں۔ میں وہ لانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" وہ ایلیفیہ کا صاف انکار سننے اور غصہ دیکھنے کے بعد بڑے تحمل سے بولا۔

"ارباز بھائی! مسکان کے حوالے سے میں، آپ کی بہت عزت کرتی ہوں میں آپ سے بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ آپ آئندہ کبھی ارمش چوہدری کا نام بھی میرے سامنے مت لیجئے گا۔" ایلیفیہ کا لہجہ ادب دیتا ہوا تھا۔ارباز نے گہری سانس بھری اور اپنے ساتھ لایا ہوا اینولپ جو وہ ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔اٹھا کر ایلیفیہ کی جانب بڑھایا۔

"میرے پاس آپ کی یہ امانت رکھی تھی۔ یہ آپ رکھ لیں۔" وہ جو جانے کے لیے قدم بڑھا گئی تھی۔ارباز کی آواز پر قدم رکے، وہ پلٹی اور حیران نظروں سے ارباز کو دیکھنے لگی۔

"کیسی امانت، میں سمجھی نہیں۔" وہ سوالیہ نگاہوں سے ارباز کو دیکھتے ہوئے، بولی۔

"آپ یہ اپنی تحویل میں لے لیں اور فرصت کے اوقات میں دیکھ لیجیے گا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔ایلیفیہ نے صاف کہہ دیا کہ اس میں کیا ہے اور کس کی طرف سے ہے۔ وہ یہ تمام تفصیلات جانے بنا ہرگز بھی لفافہ اپنی تحویل میں نہیں لے گی۔

"یہ ایک مرتے ہوئے انسان کا معافی نامہ اور کل اثاثہ ہے جو آپ کے نام ہے۔" ارباز کی بات اسے متحیر کر گئی اس کی آنکھوں میں سوال ابھرنے لگے۔

"مجھے ارمش چوہدری نے یہ سب آپ تک پہنچانے کا کہا تھا اور میں آج اپنے فرض سے سبکدوش ہوا چاہتا

http://paksociety.com

ہوں۔"اس نے لفافہ ایلیفیہ کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔اس کے چہرے پر سایے لہرانے لگے۔

"یہ آپ واپس لے جائیں۔مجھے یہ سب نہیں چاہیئے۔"وہ بمشکل بولی کیونکہ ذہن تو "مرتے ہوئے انسان" پر ہی کہیں اٹک گیا تھا۔

"یہ آپ کے لیے ہے ایلیفیہ، میری آپ سے گزارش ہے یہ رکھ لیں اور اسے چیک ضرور کیجیے گا۔" ارباز اب کے دکھ سے بولا۔لفافہ والا ہاتھ مستقل اس کی جانب بڑھا ہوا تھا لیکن اس نے پکڑنے کو ہاتھ نہ بڑھایا۔

"اتنی سنگدل نہ بنیں ایلیفیہ، یہ ارمش چوہدری کی آخری وصیت ہے۔مرتا ہوا انسان بہت گناہگار بھی ہو تو اسے انسانیت کے لیے اور اللہ کے لیے معاف کر دیا جائے تو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور میں پھر بھی یہ نہیں کہوں گا کہ آپ ارمش کو معاف کر دیں۔میں بس یہ گزارش کر رہا ہوں کہ آپ یہ رکھ لیں۔"وہ ایلیفیہ کی جانب آنکھوں میں التجا بھر کر بولا۔ایلیفیہ کے جانے کیوں آنسو گرنے لگے۔

"ایلیفیہ پلیز! یہ میری، آپ سے ہاتھ جوڑ کر گزارش ہے۔" وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا۔ایلیفیہ کے دل کو کچھ ہونے لگا لیکن وہ عجیب ہوتے احساسات کے باوجود ارباز کے ہاتھ سے لفافہ پکڑنے کو ہاتھ نہ بڑھا سکی۔چند ساعتیں بڑی خاموشی سے گزر گئیں۔

"یہ محض اک لفافہ نہیں پورا ارمش چوہدری ہے جو آپ کے قدموں میں گرا ہے چاہے اپنے مجرم کو دھتکار دیں یا اسے معاف نہ بھی کریں تو اسے صفائی میں کچھ کہنے کا موقع دے دیں۔"ارباز نے نم لہجے میں کہتے ہوئے لفافہ اس کے قدموں میں ڈال دیا اور ایلیفیہ کی جانب دیکھے بنا بڑی تیزی میں وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ساکت رہ جانے والی ایلیفیہ میں حرکت ہوئی اور وہ کانپتے ہاتھوں سے لفافہ اٹھائے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

لفافہ چاک کیا تو اس میں سے ایک فائل نکلی اس نے الٹ پلٹ کر دیکھی وہ گھر کے کاغذات تھے۔وہ حیران پریشان سی فائل کھول گئی۔کاغذات اس کے نام تھے اس کی حیرت بے یقینی کے قالب میں ڈھل گئی۔اس نے لفافہ میں دوبارہ ہاتھ ڈالا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹے سائز کا لفافہ آگیا۔اس نے لفافہ چاک کیا۔وہ ایک خط تھا۔

جس کی پیشانی پر درج تھا۔"پیار کا پہلا اور زندگی کا آخری خط" ایلیفیہ کے ہاتھ لرز اٹھے۔نظریں تحریر پر پھسلنے لگیں۔خط کے آغاز پر شاعر ہنسی مل ہنسی کی غزل درج تھی۔

پیار کا پہلا خط لکھنے میں وقت تو لگتا ہے
نئے پرندوں کو اُڑنے میں وقت تو لگتا ہے۔

جسم کی بات نہیں ان کی روح تک جانا تھا
لمبی دوری طے کرنے میں وقت تو لگتا ہے_

گانٹھ اگر لگ جائے تو پھر رشتے ہوں یا ڈوری
لاکھ کریں کوشش کھلنے میں وقت تو لگتا ہے_

علاج زخم دل ہم نے ڈھونڈ لیا ہے لیکن__!!
گہرے زخموں کو بھرنے میں وقت تو لگتا ہے_

"ایلیفیہ! چاہا تو بہت تھا کہ آپ کو خط لکھوں، اپنی زندگی کا پہلا خط! پہلے پیار کے اظہار کے لیے پیار کا پہلا خط۔۔۔ لیکن میں! اتنا خوش بخت نہ تھا اس لیے آج زندگی کا آخری خط، اپنا معافہ نامہ لکھ رہا ہوں۔ وصیت نامہ قلمبند کر رہا ہوں۔ آپ کو بہت چاہا ہے میں نے، لیکن! میری چاہت پر میری خوغرضی غالب آگئی۔ میں نے سب کچھ تہس نہس کر ڈالا۔ محبت دل سے نوچ ڈالی۔ بچپن سے میری عادت رہی کہ جو چیز مجھے اچھی لگی میں نے اسے پاکر ہی دم لیا اور جو میری نہ ہو سکی اسے میں نے کسی اور کے قابل بھی نہ چھوڑا۔ میری منفی سوچ چیزوں سے ہوتی انسانوں تک پہنچ گئی۔ میں نے محبت کی آپ سے، لیکن! محبت چھوڑ دی۔ انا رکھ لی، ضد کی غلامی کی۔ آپ کو گھٹنوں تک لاتے لاتے خود برائی کی دلدل میں اتر گیا۔ آپ کو ابان سے نفرت ہو جائے اس کے لیے کیا کچھ نہ کیا۔" تحریر پر اس کی نظر پھسلتی جا رہی تھی۔ اس نے لب بھینچے ہوئے تھے۔

"تم کامیاب ہو گئے ارمش چوہدری، تم نفرت کی حدود کی پہلی سیڑھی بدگمانی پر مجھے قدم رکھوانے میں کامیاب ہو گئے تم نے میرے دل میں دراڑ ڈال دی۔ تم جیت گئے ارمش چوہدری، تم جیت گئے۔" وہ روتے ہوئے بڑبڑائی۔ نظریں پھر خط پر پھسلنے لگیں۔

ارمش چوہدری نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔

اپنے کارنامے خود اپنے منہ سے لکھے تھے۔

اعتراف جرم کیا تھا۔

وہ پڑھتی جا رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔

"ارمش چوہدری تم اس بات سے ناواقف تھے کہ میں سب کچھ جان گئی ہوں ورنہ تمھیں اعتراف جرم کے لیے اتنی تمہید ہر گز نہ باندھنی پڑتی۔" اس نے آنسو رگڑتے ہوئے غصہ و بے بسی سے سوچا۔

"جس دن ایلیفیہ آپ کے کومہ میں جانے کا پتہ چلا میں ٹوٹ گیا۔۔ احساس جرم مجھے بے چین کر گیا آپ سے معافی کی آرزو میں سانسیں بھرتا آپ کے ہوش میں آجانے کی دعاؤں میں محو تھا کہ مجھے میری زندگی کے لالے پڑ گئے۔ مجھے ایڈز ہے۔۔۔" ایلیفیہ جو سوچ جھٹک کر واپس خط کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔ پڑھتے پڑھتے آخری سطر پر روح تک کانپ اٹھی۔

"میں برا انسان نہیں تھا ایلیفیہ لیکن میرے اندر کی چند شخصی خامیاں و کمیاں مجھے برا بنا گئیں۔۔۔ میں انسانیت کے درجے سے گر گیا لیکن ایلیفیہ میں بدکردار نہیں ہوں۔۔۔ ایڈز کی تشخیص کے بعد میں آدھا مر گیا ہوں اور آدھا اب مر رہا ہوں جس لڑکی کو ٹارچر کرنے کے لیے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا ڈرامہ کیا اسے یہ بتاتے ہوئے کہ میں بدکردار نہیں ہوں اندر ہی اندر مرتا جا رہا ہوں۔" وہ پڑھتے ہوئے باقاعدہ لرز رہی تھی۔ آنسو تھے کہ روانی سے بہتے جا رہے تھے۔ آگے تمام تفصیل درج تھی کہ وہ کیسے اس عارضہ میں مبتلا ہوا۔ وہ دکھتے دل اور بہتی آنکھوں سے پڑھتی چلی گئی۔

ایلیفیہ سے ٹکرانے سے قبل جب ارمش چوہدری بے روزگار تھا۔ ان دنوں اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اسے خون کی ضرورت تھی۔ اس کا بلڈ گروپ او نیگیٹو تھا۔ اس کا بلڈ گروپ اس کی ماما سے میچ نہیں کرتا تھا۔ صائقہ بیگم کا بلڈ گروپ بی پازیٹو تھا۔ اس کا بلڈ گروپ اپنے بابا سرور چوہدری سے مماثل تھا وہ تو زندہ رہے نہیں تھے۔ اس لیے اس کے لیے پرائیوٹ ہاسپٹل کے بلڈ بینک سے خون کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو ناکافی ثابت ہوا تھا۔ صائقہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔ ارباز اس کے لیے خون کا انتظام کرنے میں لگا ہوا تھا۔ ارباز اپنی عجلت میں کسی سے ٹکرا گیا تھا۔ اس نے اپنے ورک شاپ پر آنے والے سیٹھ ابراہیم سے معذرت کی تھی اور عجلت میں ہونے کے سبب سے آگاہ کیا تھا اور جس وقت سیٹھ ابراہیم نے اپنا بلڈ گروپ او نیگیٹو بتاتے ہوئے اس کے دوست کو خون دینے کی حامی بھری تھی ارباز میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

وہ یہ جانے بنا کہ وہ اپنے دوست کی زندگی نہیں موت کا انتظام کر گیا ہے اس نے ڈاکٹرز سے بات کی تھی اور سیٹھ ابراہیم کا خون ارمش چوہدری کے وجود میں فی الوقت تو زندگی بن کر دوڑ گیا تھا لیکن دراصل موت کی جانب پہلا قدم تھا۔ سیٹھ ابراہیم ایڈز کا مریض تھا۔ ارمش چوہدری کو خون دینے کے تیسرے دن اسے مرض تشخیص ہو گیا تھا اور اس مرض سے لڑتے وہ پچھلے ماہ لقمہ اجل بن گیا تھا اور اس کی بیماری کا شکار ہونے والا ارمش چوہدری لندن کے ہاسپٹل میں زیر علاج تھا۔ اپنے مرض سے لڑتا، اپنے کیے پر نادم پچھتاوؤں کی آگ میں جل کر زندگی کے آخری دن کاٹ رہا تھا۔

ایلیفیہ کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ گیا تھا۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے شدتوں سے ہچکیوں کے ساتھ روتی چلی گئی۔

اس نے تو ارمش چوہدری کو بد دعا تک نہ دی تھی پھر اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہو گیا تھا۔

ارمش چوہدری جانتا ہی نہ تھا کہ وہ کس بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے اور وہ اتنے بڑے بڑے غلط فیصلے کر گیا تھا۔ اسے پہلے سے پتہ ہوتا کہ وہ کس اذیت ناک و شرمناک بیماری کی جانب بڑھ رہا ہے تو شاید وہ ہرگز وہ سب نہ کرتا جو وہ کر گیا تھا لیکن انسان تو واضح سزا و جزا کے احکامات کے باوجود بھی بھٹک ہی جاتا ہے۔ اپنے اندر کی اچھائی کو خود برائی کا قالب دے کر اپنے لیے عمر بھر کے خسارے چن لیتا ہے۔

ارمش چوہدری اگر اپنے نفس کو مارنے میں کامیاب ہو جاتا اگر وہ اپنے اندر کے شر کو مار کر خیر کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ بھی تو ممکن تھا سیٹھ ابراہیم کا خون اس کے اندر گندگی و موت اتارنے کا سبب نہ بنتا۔ اللہ اس کے لیے اپنی رحمت سے آسانی عطا کر دیتا لیکن اس نے شر کی آبیاری کی۔

پاکدامن عورت کے دامن پر کیچڑ اچھالنے کا انتظام کیا۔

پاک باز مرد کو برائی کے لیے مجبور کیا۔

ایلیفیہ کو ابان پر تہمت لگانے کے لیے زبردستی اکسایا۔ اس سے عہد لیا۔ ایلیفیہ تو یہ سب نہ کر سکی۔ وقت نے ابان کی اچھائی و اس کا کردار ثابت کر دیا۔ لیکن ارمش کی بری سوچ اسے اندھی کھائی تک لے گئی۔ وہ جس بدنامی و رسوائی کو کشمالہ، سید ابان بخاری اور ایلیفیہ کا مقدر کر دینا چاہتا تھا وہ رسوائی خود اس کا نصیب بن گئی تھی۔ جو دوسروں کے لیے چاہا و سوچا وہ خود اس کا مقدر ہو گیا۔ بے گناہ و صاف کردار کے باوجود وہ معتوب ٹھہرا تھا۔ اور بے نام و نشان ہو کر موت کی آہٹیں سن رہا تھا۔

"مجھے اللہ کے لیے معاف کر دو ایلیفیہ، بہت اذیت میں ہوں۔ تل تل کر کے مر رہا ہوں۔ بدنامی کا ڈر مجھے گمنامی کی عمیق گہرائیوں میں اتار گیا ہے۔ جب مروں گا تو لاوارثوں کی طرح قبر میں اتار دیا جاؤں گا لیکن تم اور ابان مجھے معاف نہیں کرو گے تو نہ مجھے موت گلے لگائے گی نہ ہی قبر۔۔۔ مجھے میری ہر خطا کے لیے بخش دو۔ میں نے اپنا گھر تمھارے نام کر دیا ہے۔ ہو سکے تو میرے گھر کو خالی مت چھوڑنا میری ماما کی بڑی آرزو تھی کہ ان کا گلشن آباد رہے۔ ہو سکے تو اپنے مجرم کو معاف کر دینا۔

قسمت کا مارا ارمش چوہدری۔!"

ایلیفیہ جب روتے روتے تھک گئی تھی تو اس نے خط اٹھا کر آگے سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

آخری سطور میں ندامت کے ناگ تھے۔

پچھتاوے کے اژدھے تھے۔

معافی کی آرزو تھی۔

ایلیفیہ نے اک اک سطر کو نہ صرف پڑھا تھا۔ درد کو شدتوں سے محسوس بھی کیا تھا۔

"میں نے تمھیں ذہن و دل کی آمادگی سے معاف کیا ارمش چوہدری، میرا اللہ! بھی تمھیں معاف کرے۔" اس نے روتے ہوئے با آواز بلند کہا اور خط کے کئی ٹکڑے کر دیے۔ اس سب سے اس کا مقصد ارمش چوہدری کا پردہ رکھنا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمش چوہدری کا راز کسی کے علم میں آئے۔ اس نے ٹکڑے ہوئے خط کو موم بتی جلا کر اس کے شعلوں کی نذر کر دیا تھا۔ راکھ ڈسٹ بن میں ڈال کر اس نے فائل اٹھائی اور اپنے لاکر میں رکھ دی۔

وہ سوچنے لگی کہ اس نے ارمش چوہدری کے گھر کا کیا کرنا ہے؟

اسے کیسے آباد کرنا ہے؟

کیونکہ وہ اس کی آخری وصیت کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارباز نے ابان تک ارمش چوہدری کا خط پہنچا دیا تھا۔ اس نے ابان سے اپنے کیے کی معافی مانگی تھی اور اس سے التجا کی تھی کہ جب بھی وہ اپنے والدین کی قبور پر فاتحہ خوانی کے لیے جائے تو اس کے والدین کی قبور پر بھی فاتحہ پڑھ لے۔ نہیں تو گھر بیٹھ کر ہی جب جب اپنے والدین کی مغفرت طلب کرے تو اس کے والدین کی مغفرت کی دعا ضرور کرے اور یہ اس کی التجا ہے۔ وہ ایسا نہ کرے تو اسے کوئی گلہ نہیں ہو گا لیکن کرے گا تو اس کا قد اس کی نظر میں کچھ اور بڑھ جائے گا۔

خط پڑھ کر ابان کا دل دکھ سے بھر گیا تھا اسے ارمش چوہدری کی بیماری کا جان کر دلی صدمہ پہنچا تھا۔ ارمش نے چاہے اس کے ساتھ برا کیا تھا لیکن وہ ارمش کو اسی دن معاف کر گیا تھا جب اس نے سب کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے ابان کو سب کی نظروں میں سرخرو کر دیا تھا۔ ابان نے خط کے ٹکڑے کر کے کوڑے دان میں ڈال دیا اور ارباز کا نمبر ملا کر اس سے اتنا ہی کہا کہ وہ ارمش تک اس کا پیغام پہنچا دے کہ اس نے ارمش کو معاف کر دیا ہے اور وہ اپنے ذہن و دل کی آمادگی سے اس کے والدین کو اپنے والدین کی طرح سمجھ کر ان کی قبور پر فاتحہ خوانی کے لیے ضرور جایا کرے گا۔ انشاء اللہ!

ارباز کو اس سے بات کر کے اچھا لگا تھا لیکن اس نے ابان کو یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں کونسے ہاسپٹل میں ہے کیونکہ ارمش نے اسے بھی لاعلم رکھا تھا اور نہ ہی ارباز اس سے رابطے میں تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ارمش چوہدری زندہ

بھی ہے کہ مر گیا ہے۔ ارباز نے ارمش کا خط ایلیفیہ اور ابان کو ایک ہی دن پہنچایا تھا۔ خط ملنے کے اگلے دن ایلیفیہ نے ابان کو کال کی تھی اور ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ابان نے حیرت کے باوجود ملنے کا وقت مقرر کر لیا تھا۔ وہ ابان کے آفس میں اس سے ملی تھی۔

ایلیفیہ نے ابان سے مل کر کہا تھا کہ:

"ارمش نے خط میں ذکر کیا تھا کہ اس نے آپ کو بھی اک خط لکھا ہے۔ اس لیے میں آپ سے مل کر کچھ بات کرنا چاہتی تھی کیونکہ ابان، میں، ارمش کے راز کو کسی سے شئیر نہیں کرنا چاہتی یہاں تک کہ ابرج سے بھی نہیں۔" ایلیفیہ جس دن مکنون حیدرآباد سے کراچی آئی تھی اور وہ ابان سے معافی مانگ کر بخاری ولاز سے اس پر آخری الوداعی نظر ڈال کر نکلی تھی۔ آج دو ماہ بعد پھر اپنے ارادے کو از خود توڑ کر اس سے ملنے چلی آئی تھی۔

"کیا بات، میں سمجھا نہیں۔" ابان نے کافی آرڈر کرنے کے بعد نافہم انداز میں کہا۔

"ارمش نے اپنا گھر میرے نام کر دیا ہے۔" ایلیفیہ مدھم لہجے میں بولی۔ ابان بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ گھر نام کرنے کی وجوہات جو خط میں ارمش نے بیان کی تھیں۔ وہ، ابان کے گوش گزار کر گئی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا کہ وہ سب جو ارمش نے صرف آپ سے کہا وہ آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" وہ اپنی حیرت کو زبان دے گیا۔

"ارمش نے جن حقائق سے مجھے آگاہ کیا ان حقائق سے آپ بھی واقف ہیں اس لیے میں چاہتی ہوں کہ جو بھی میں سوچ رہی ہوں اس میں آپ میرا ساتھ دیں۔۔۔" وہ مدھم لہجے میں بولتی ویٹر کے کافی سرو کرنے تک کے لیے رک گئی اور اس کے جاتے ہی پھر بولنے لگی۔

"میرا، ارمش سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ میں اس کا گھر آباد کروں لیکن میں، ارمش کی آخری خواہش کا احترام بھی کرنا چاہتی ہوں۔ اس لیے میں نے ایک فیصلہ لیا ہے جس میں مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولتی چلی گئی۔

"کیسا فیصلہ؟" ابان کے لب ہلے۔

"ارمش کے گھر کو آباد رکھنے کے لیے مجھے اس سے اچھا کوئی آئیڈیا نہیں سمجھ آیا کہ میں اس کے گھر کو یتیم خانے میں بدل دوں۔ اس طرح گھر آباد بھی ہو جائے گا اور بے سہارا بچوں کو جب چھت نصیب ہو گی تو یہ ارمش چوہدری اور اس کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہو گا۔" ایلیفیہ نے خط پڑھنے کے بعد جو سوچا تھا اور جو آئیڈیا اس کے دماغ میں آیا تھا وہ ابان کے سامنے رکھ گئی۔

"آئیڈیا تو آپ کا بہت اچھا ہے۔" ابان نے اسے سراہا۔

"میں، اکیلے کچھ نہیں کر سکتی کیونکہ نہ میرے پاس اتنے ذرائع ہیں نہ ہی تعلقات۔۔۔ ابرج کی مدد میں لے نہیں سکتی کہ ارمش کے ساتھ کیا ہوا اس نے مجھ پر بھروسہ کر کے مجھے بتایا ہے اس کی تشہیر نہیں کر سکتی کہ اللہ کو منہ دینا ہے ۔۔۔ آپ واقف ہیں اس لیے آپ کی مدد طلب کر گئی ہوں۔" وہ کہہ کر کافی کے گھونٹ بھرنے لگی۔ ابان نے اس کی جانب دیکھا اس کی رعنائیاں ماند تھیں۔ مگ کو تھامے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن اپنی توجہ کھینچ گئے کہ اس نے ایلیفیہ کو میک اپ کیے تو بہت کم دیکھا تھا البتہ جب بھی سامنا ہوا اس کے ہاتھوں کے ناخن رنگ برنگے پینٹس سے مزین تھے جبکہ آج ناخن اپنی اصل رنگت میں تھے۔ ابان کو کہاں تھا معلوم کہ نیل پالش لگانے کا اس کو جنون تھا جو زندگی کی مشکلات کی نذر ہو گیا تھا۔

"آپ جیسے چاہیں گی ویسے ہو جائے گا۔" ابان نے نگاہ کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا اور وہ اپنے پلان سے آگاہ کرتی چلی گئی۔ ابان نے اس کے پلان کو عملی شکل دینے کا اس سے وعدہ کر لیا۔

ملاقات اختتام کو پہنچی تھی۔ اس کے بعد وہ دونوں مستقل رابطے میں تھے۔

ایلیفیہ نے تو خیر کسی کو بھی نہیں بتایا تھا یہاں تک کہ اپنے پیرنٹس کو بھی نہیں جبکہ ابان نے عابیہ سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایلیفیہ سے ملنے کا اسے اچانک سے پتہ چلے اور بے خبر رکھے جانے کا سوچ کر شک کا شکار ہو۔

ابان اپنے آفس اور گھر کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ، دن رات محنت کر کے ارمش چوہدری کے گھر کو دارالامان کے قالب میں ڈھالنے کی جہت میں لگ گیا تھا اور اس ساری محنت میں عابیہ اس کا جذباتی سہارا ثابت ہوئی تھی۔ ایلیفیہ نے بھی بھاگ دوڑ میں اس کا ہر ممکن ساتھ دیا تھا۔ ان کی کوششیں تیز تر تھیں لیکن کامیابی ہنوز دور تھی اور وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا تھا لیکن وہ دونوں پر امید تھے کہ اک دن ان دونوں کی بے لوث کوشش رنگ لائے گی اور ارمش چوہدری کا گھر رشتوں اور محبت سے نہ سہی انسانیت سے آباد ہو جائے گا۔

انشاءاللہ!

☆☆☆☆☆☆☆☆

آٹھ ماہ بعد:

کسی لباس کی خوشبو جب اڑ کے آتی ہے۔
ترے بدن کی جدائی بہت ستاتی ہے۔

ترے گلاب ترستے ہیں تیری خوشبو کو۔
تری سفید چنبیلی تجھے بلاتی ہے۔
ترے بغیر مجھے چین کیسے پڑتا ہے۔
ترے بغیر مجھے نیند کیسے آتی ہے۔

"محبت کی آس میں جیتی رہی لیکن نفرت تک میرا مقدر نہ ہو سکی۔ ابرج کو چھوڑ دیا لیکن سکون کو ترس گئی۔ جو جیسے چاہا ویسے ہوا ہی نہیں۔" مکنون کا قلم روانی سے ڈائری کے صفحات بھرتا جا رہا تھا۔

"سب کو لگتا ہے کہ میں نے ضد اور انا رکھی۔۔۔ انا کی سربلندی کو ابرج کو معاف نہ کیا۔۔۔ کوئی یہ سوچتا ہی نہیں کہ ابرج کے دیے زخموں سے گھبرا کر جہاں تک ہو آئی۔۔۔ کیا وہ سب بھولنا آسان ہے۔۔۔ کیا ابرج سے نظر ملانے کے قابل رہی ہوں میں۔۔۔ لیکن کوئی نہیں سمجھتا کہ میرا تو غرور ہی ٹوٹ گیا ہے انا نہیں رکھ رہی اپنی عزت نفس کی لاش پر ضبط کے مقبرے بنا کر ہجر کاٹ رہی ہوں۔" ہاتھ چل رہا تھا۔ آنسو گرتے جا رہے تھے۔

میں اپنے سینے میں بجھ رہا ہوں۔
میں اپنی آنکھوں میں جل رہا ہوں۔

"جس شخص کو بے پناہ چاہا۔۔۔ اس کے ہر برے سلوک کے باوجود طلاق کا خیال ہی روح میں شگاف ڈال گیا۔۔۔ اس شخص سے دوری بنا کر کیسے زندہ ہوں یہ تو میں ہی جانتی ہوں لیکن اس کا سامنا میرے بس کی بات نہیں۔۔۔ عائلہ تمھیں معاف تو کر چکی ہوں لیکن تم نے مجھ پر جو قیامت ڈھائی ہے دل کرتا ہے حشر برپا کر دوں مگر میں تو تمھیں بد دعا تک نہیں دے سکتی۔۔۔" وہ قلم ڈائری پر رکھتی سر بھی ڈائری پر ٹکا گئی۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

آٹھ ماہ گزر گئے تھے لیکن اس کے لیے تو زندگی جیسے ٹھہر گئی تھی۔

سڑکوں پہ سرد رات رہی میری ہمسفر
آنکھوں میں میرے ساتھ تھکن جاگتی رہی

سے کرتی ہوں۔۔۔زندگی میں اندھیرے در آئے ہیں لیکن میرا دل آج بھی محبت سے روشن ہے اور میری آخری سانس تک رہے گا۔میرا دل دیا نہ بجھا ہے، نہ بجھے گا۔۔۔محبت کی لو میں آپ کا عکس روشن تھا روشن رہے گا۔۔۔" اس نے سر اٹھا کر ڈائری مزید لکھی اور بند کر کے احتیاط سے اٹھی اور بستر پر آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تجھ سے لے کر تجھی تلک ہے بس
میری اتنی سی زندگی ہے ناں!

تو کہو آج کیا ارادہ ہے؟
آج کی شام سرمئی ہے ناں!

تُو مری تیسری محبت ہے
پہلی تُو، تُو ہی دوسری ہے ناں!

خامشی! کیوں تجھے گنواؤں میں؟
تو مجھے وجد میں ملی ہے ناں!

شاعری، درد، بے بہا چاہت
اب مرے پاس بس یہی ہے ناں!

اب ترے اور مرے بچھڑنے کا
فیصلہ بھی تو باہمی ہے ناں!

اب مجھے یاد تو نہ آؤ گے؟
یعنی یہ ہچکی آخری ہے ناں؟

ایلیفیہ نے بہت سوچ سمجھ کر ایک نمبر ڈائل کیا تھا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو ہوئی۔ جانی پہچانی مردانہ آواز کانوں میں گونجی۔

"ہیلو۔۔" وہ نمبر دیکھ کر حیران تھا اور حیرت اس کی آواز سے عیاں تھی۔

"میں، آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔" ایلیفیہ نے سلام دعا کے بغیر اپنا مدعا بیان کیا۔

"مجھ سے ملنا۔۔۔ خیریت ہے سب؟" اس کی آواز کانپی۔

"ملنے کا پروگرام ترتیب دیں آپ، باقی باتیں نشست میں ہوں گی۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

"گھر پر ہی ہوں۔ آپ آجائیں۔" اس نے کہا۔

"میں اکیلے میں ملنا چاہتی ہوں۔ جو بات مجھے کرنی ہے اس کے لیے تنہائی نہیں، پرائیوسی درکار ہے۔" ایلیفیہ نے کہا۔

"گھر پر اکیلا ہی ہوں۔" اس نے بتایا اور ایلیفیہ نے وقت مقرر کرکے رابطہ منقطع کیا اور جانے کی تیاری کرنے لگی۔ جس وقت وہ وہاں پہنچی۔ شام کے چار بج رہے تھے۔

"اسلام علیکم!" اس نے وہیل چیئر پر بیٹھے۔ اس ہینڈسم نوجوان پر سلامتی بھیجی۔ وہ ایلیفیہ کو دیکھنے لگا۔ یہ چہرہ جو زندگی لگا کرتا تھا۔ آج طویل عرصہ بعد نگاہ کے سامنے آیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔" اس نے خود کو کمپوز کرکے سلام کا جواب دیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔

"ماموں اور مامی کہاں ہیں؟" اس نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"مما اور بابا عمرہ پر گئے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ تین دن بعد واپسی ہے۔" اس نے بتایا۔

"ماشااللہ!" ایلیفیہ کے لب ہلے۔

"نورالعین! کہاں ہوتی ہے آج کل؟" اس نے نیا سوال کیا جبکہ اس سوال کے جواب میں ہو یہاں تک پہنچی تھی۔

"پچھلے ماہ، نور کی شادی ہوگئی اور وہ امریکہ چلی گئی۔" اس نے دھیمے سے بتایا۔

"آپ کیسے ہیں؟" اس نے لفظ جوڑ کر پوچھا۔

"آپ کے سامنے ہوں دیکھ لیں، کیسا ہوں۔" وہ گہری سانس بھر کے بولا۔

"ولید! مجھ سے شادی کریں گے؟" ایلیفیہ کے الفاظ اسے بے طرح بے یقین کر گئے۔ وہ آنکھوں میں حیرت لیے اسے دیکھتا رہا۔۔۔ ایلیفیہ نے اپنا مدعا دہرایا۔۔۔ اب کے وہ ہنس دیا۔۔۔ اتنا ہنسا کہ آنکھیں نم ہوگئیں۔

"ایلیفیہ، میری بے بسی کا مذاق اڑانے آئی ہیں؟" آواز کانپ رہی تھی۔

"میں مذاق کیوں اڑاؤں گی ولید! میں بہت سنجیدہ ہوں۔" وہ دھیمے سے بولی۔

"جب میں کسی قابل تھا۔ تب تو آپ نے میرا رشتہ قبول نہ کیا۔ میری محبت ٹھکرا دی اور اب جب میں اپنا ہی بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ تب مجھ سے شادی کی خواہش کا اظہار کر رہی ہیں تو میں اس سب کو مذاق نہ سمجھوں تو کیا دل کی لگی سمجھوں؟" وہ تلخ ہوا۔

"میں، آج آپ کے سامنے اپنا مدعا لے کر پہنچی ہوں تو آپ اس سب کی وجہ بھی جان لیں۔ اس کے بعد آپ جو فیصلہ کریں گے۔ مجھے منظور ہو گا۔" ایلیفیہ نے دھیمے سے کہا۔

"میں، سمجھا نہیں۔" ولید حیرت سے بولا۔

"میرا پہلا پرپوزل جس کا آیا وہ تھا ولید شفیق۔۔۔۔ میرا ماموں زاد۔۔۔ میں اس وقت شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے بات آئی گئی ہو گی۔ اس کے بعد میرے کئی رشتے آئے اور ہر پرپوزل پر میرا ایک ہی انکار کہ ابھی شادی نہیں کرنی۔ ماما کو فکر ہونے لگی تھی اور پاپا ہمیشہ میرے آنسو دیکھ کر میرے حمایتی بن جاتے تھے۔ زندگی یونہی گزر رہی تھی کہ مجھے محبت ہو گئی۔" وہ رکی اور ولید کی طرف دیکھا۔ جس کا چہرہ زرد پڑا تھا۔

"سید ابان بخاری میری آنکھ کا پہلا سپنا، میری پہلی دعا، میری پہلی چاہت۔۔۔ اس اک شخص کو اتنا چاہا، اتنا مانگا کہ میری حیات کا ہر اک لمحہ دعا بن کر رہ گیا لیکن وہ شخص مجھے نہ ملا۔۔۔ اس کی شادی ہو گئی۔ لگا سانس رک گئی ہے لیکن میں زندہ تھی۔۔۔ اسے بھلانا چاہا۔۔۔۔ نہ بھول سکی۔۔۔" کہتے ہوئے اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔ آواز باقاعدہ کانپ رہی تھی۔

"ارمش چوہدری کو مجھ سے محبت تھی اور میں تو سید ابان بخاری کے عشق میں مبتلا تھی اس کا پرپوزل ریجیکٹ کر دیا۔۔ اس نے انا کا مسئلہ بنا کر میری زندگی برباد کر دی۔۔۔ اس نے ابان کو بلیک میل کیا ابان مجبور ہو گئے۔۔۔ میں کومہ میں چلی گئی۔۔۔ ارمش کہاں ہے میں نہیں جانتی۔۔۔ ابان سے مجھے آج بھی عشق ہے لیکن!" وہ سانس لینے کو رکی۔ ولید مکمل یکسوئی سے اسے سن رہا تھا۔

"ابان نے جس ایک پل میرے بارے میں نہیں سوچا وہ اک پل میرے دل میں دراڑ ڈال گیا۔۔۔ میں ان سے محبت کرنے پر خود کو مجبور پاتی ہوں۔ نفرت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ جو عشق کی شدت تھی۔ وہ اب سکوت کا شکار ہے۔۔۔ ابان میرا مقدر نہیں ہیں۔ یہ تسلیم کرنے کے باوجود زندگی میں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ ارمش سے منگنی کر کے بھی میں خوش نہیں تھی لیکن اب میں شادی کرنا چاہتی ہوں اس کے لیے میرا دل و دماغ کلی طور

پر راضی ہیں۔" اس نے اپنے آنسو رگڑے تھے۔ ولید بہت چپ چاپ بیٹھا اسے سن رہا تھا۔

"جس شخص کے عشق میں، عشق کے ہاتھوں میں فنا ہونے کو تھی۔ اس نے مجھے واقعی میں فنا کر ڈالا۔ میرے دل سے عشق کی شدتیں تو نکال نہ سکا۔ لیکن !وہ احترام جو اس کی اچھائی کے سبب دل میں جاوداں تھا وہ کہیں کھو گیا ہے۔ وہ شخص میرے لیے اتنا بے رحم ہو گیا کہ اس نے میرا سوچا ہی نہیں اس نے۔۔۔" وہ یہ احساسات تو ابرج سے بھی نہیں بانٹ سکی تھی۔ جو آج ولید کے سامنے رکھ گئی تھی۔ بولتے بولتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو دی۔

اس نے ولید سے کچھ بھی تو نہ چھپایا۔ اپنے احساسات، ارمش کی حرکتیں، اس کا کومہ میں جانا۔ کوئی راز اس کے سامنے راز نہیں رہا تھا۔ ولید اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کہاں تھا اندازہ کہ وہ اتنا کچھ برداشت کرتی رہی ہے۔

"پانی۔۔" ولید نے اسے کافی دیر رونے دیا اور ملازمہ کو آواز لگا کر پانی منگوایا اور گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے آنسو رگڑے اور گلاس منہ سے لگا لیا۔

"آپ نے یہ سب مجھے کیوں بتایا ہے؟ مجھے بتانے کی آخر وجہ کیا ہے؟" وہ گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر ٹیبل پر منتقل کرتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں لاؤنج میں تھے۔ ایلیفیہ صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ اس سے تھوڑے فاصلے پر عین اس کے سامنے وہ اپنی وہیل چیئر پر بیٹھا سوال کر رہا تھا۔

"آپ کا پرپوزل میرے لیے کئی بار آیا ہر بار انکار کے بعد بھی آیا میری منگنی کے بعد مامی نے ہم سے ہر رشتہ ختم کر لیا۔ مو جان نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا۔" وہ پھر بولنے لگی۔

"پپا تو رابطہ کرنا چاہتے تھے لیکن مما راضی نہ ہوئیں اور پپا کے سمجھانے پر مما نے قسم دی کہ اگر پپا نے پھپھو جانی سے رابطہ کیا، کوئی بھی تعلق رکھا تو پپا، مما کا مرا منہ دیکھیں گے۔" ولید نے باپ کی حمایت کو تمام سچائی ایلیفیہ کے سامنے رکھ دی۔

"ماما کے جھیلنے کے لیے میرے ہی دکھ کم نہ تھے کہ مو جان کی دوری نے بھی ان کے دکھ کو سوا کیا لیکن وہ بولتی کچھ نہیں ہیں جبکہ مو جان کو یاد بہت کرتی ہیں۔" ایلیفیہ کہتے ہوئے اداس ہو گئی تھی کہ اس کی خاطر اور اس کی وجہ سے اس کے والدین کس قدر تکلیف میں تھے۔ اس کی ماما کو اپنے بھائی کی جدائی تک برداشت کرنی پڑی تھی۔

"پپا بھی پھپھو جانی کو بہت یاد کرتے ہیں۔ جب ایک ایکسیڈینٹ میں، میں اپنے ٹانگیں کھو بیٹھا اور اپاہج ہو گیا تب پپا نے پھپھو جانی کی کمی بہت محسوس کی تھی۔" ولید پچھلے چند سال کی اپنی اذیت اور اپنوں کی تکلیف کو یاد کر کے تڑپ سا اٹھا تھا۔ جوان گھبرو بیٹا جو ان کے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ وہ وہیل چیئر کا محتاج ہو گیا تھا۔ یہ دکھ ایسا تھا کہ جس نے شفیق رحمن کی کمر توڑ دی تھی اور مہہ جبین بانو جو اپنے غصہ و تنک مزاجی میں اپنے حلقہ احباب میں مشہور تھیں۔ وہ قسمت کے اس وار پر

http://paksociety.com

چپ سادھے بس گھر کی ہو رہی تھیں جبکہ بیٹے پر ٹوٹنے والی قیامت سے قبل وہ کئی سالوں سے کئی این جی اوز کی رکن اور کافی متحرک سوشل ورکر تھیں۔

"آپ لوگوں پر اتنی بڑی قیامت ٹوٹ پڑی اور ہمیں بتایا تک نہیں۔" ایلیفیہ کے لب سے شکوہ بلند ہوا۔

"خود پر گزرنے والی ہر قیامت سے ہم لوگوں کو بھی تو بے خبر ہی رکھا۔" شکوہ کے جواب میں شکوہ ہی کیا گیا۔

ایلیفیہ چپ سی رہ گئی۔

"تین دن قبل میرے پاس نورالعین کی کال آئی تھی۔" اس نے خاموشی کو توڑا۔ وہ حیران نگاہوں سے ایلیفیہ کو دیکھنے لگا۔

"نور مجھے جتنی سنا سکتی تھی اس نے مجھے سنائیں، جتنا برا بھلا کہہ سکتی تھی کہا اور اسی کے ذریعے مجھے آپ کے ایکسیڈینٹ کا پتہ چلا۔۔" وہ اس کی حیرت محسوس کرتی۔ نورالعین سے ہوئی گفتگو کا لب لباب بتاتی چلی گئی۔ وہ جو یہ سوچ کر حیران تھا کہ ایلیفیہ نے اسے وہیل چیئر پر دیکھ کر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تو اس کا عقدہ کھل گیا تھا کہ وہ یہاں اس پر بیتی قیامت سے آگاہی ملنے کے بعد خود کو مضبوط بنا کر پہنچی تھی۔ نورالعین نے کافی وقت گزار کر اس سے رابطہ کیا تھا لیکن کیا ضرور تھا کیونکہ اسے ولید نے روکا ہوا تھا مگر شادی کے بعد اس نے میکہ کی ویرانی کو یاد کر کے اس کے سبب یعنی ایلیفیہ کو بے خبر نہ رکھا تھا اور وہ اک فیصلہ کر کے ولید سے ملنے آ گئی تھی۔

"یعنی ایلیفیہ آغا! مجھ پر احسان رکھنے کو، ترس کھانے کے لیے آئی ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اس کا لہجہ سراسر اپنا مذاق اڑانے والا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ولید۔۔۔" اس نے ولید کو کچھ کہنے سے روکا۔

"پھر کیسی بات ہے ایلیفیہ آغا! میرا پرپوزل کوئی ایک بار نہیں، دس بار ریجیکٹ کیا گیا اور انکار کی وجہ کوئی اور نہیں آپ خود ہی تھیں محترمہ۔۔۔ نور کے ذریعے پتہ چلا کہ میں اپاہج ہو گیا ہوں تو ترس کھانے کو مجھ سے شادی کے فیصلے کے ساتھ چلی آئی ہیں۔" وہ تلخ ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ و چہرہ پر ناگواری و دکھ کی لکیریں سی بنی ہوئی تھیں۔

"مجھے، نور نے بتایا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے تو آپ کے پرپوزل کو کبھی اہمیت ہی نہیں دی تھی۔ آپ میرے ماموں زاد تھے۔ سلام دعا تھی۔ کسی حد تک بے تکلفی بھی تھی۔ لیکن! آپ میرے بارے میں کس طرح سے سوچتے ہیں۔ میں جان نہیں سکی۔ میں لاعلم رہی کہ مامی جیسی خود پسند و گھمنڈی عورت پرپوزل سے انکار کے باوجود بھی کیوں پھر پرپوزل لے کر آ جاتی ہیں۔ یہ تو مجھے نور نے بتایا کہ مامی تو اپنی ممتا سے، آپ کی محبت کے آگے مجبور تھیں۔ اس لیے انکار سن کر بھی بار بار آتیں رہیں اور میری منگنی کے بعد مایوس ہو کر انھوں نے غصہ اور انا میں نہیں، بیٹے کی محبت میں

http://paksociety.com

نند سے ہر رابطہ ختم کیا۔" ایلیفیہ نے نور العین سے ہوئی گفتگو کے بعد جو جانا و سمجھا تھا۔ وہ سب کہتی چلی گئی۔

"جب مما نے پہلی دفعہ میری شادی کا ذکر چھیڑا تھا میں نے تب ہی مما سے کہہ دیا تھا کہ مجھے ایلیفیہ آغا سے شادی کرنی ہے۔ لیکن اسٹیٹس میں جو واضح فرق تھا۔ اس کے سبب مما نے آپ لوگوں کی فیملی سے پہلے ہی ایک واضح دوری بنا کر رکھی تھی اور وہ اکلوتے بیٹے کی شادی اپنے سے کم حیثیت لوگوں میں کرنا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن! میری ضد نے انھیں مجبور کیا۔ وہ پرپوزل لے گئیں۔ جو خلاف توقع ریجیکٹ ہو گیا۔ مما نے انا کا مسئلہ بنالیا۔ تب مما سے میں نے کہا تھا کہ وہ اگر مجھ سے محبت کرتی ہیں تو وہ ضد چھوڑ کر بار بار میرا رشتہ لے کر جائیں گی۔ مما نے ایسا ہی کیا لیکن جب تمہاری ارمش چوہدری سے منگنی کا انویٹیشن ملا تو مما نے مجھے کہہ دیا تھا کہ میں اب اپنی زبان پر بھی ایلیفیہ آغا کا نام نہ لاؤں گا۔ میری ماں نے میری خاطر خود کو بہت جھکایا تھا۔ اس بار میں مما کی بات سے انکار نہ کر سکا ورنہ میرا دل کرتا تھا کہ ایک بار آپ سے اپنا قصور پوچھوں۔۔۔ پوچھوں کہ ایسی کیا کمی ہے مجھ میں کہ مجھے نہیں اپنا سکتیں۔۔۔ لیکن میں نے ایسا کچھ نہ کیا۔۔۔ ان دنوں میں بہت پریشان اور دل برداشتہ تھا اور آپ کی منگنی کے کوئی گیارہویں دن میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ عمر بھر کی کمی میرے وجود کا حصہ بن گئی۔" ولید نے اتنی دیر میں پہلی بار کچھ تفصیل سے بات کی تھی۔ ورنہ تو وہ بول رہی تھی اور وہ سن رہا تھا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں یہ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" ایلیفیہ تفصیل سن کر گہرے دکھ کو محسوس کرتی ۔قدرے بے بس و دھیمے لہجے میں پوچھ گئی۔

"مجھے لگتا تھا کہ آپ ابرج سہروردی سے محبت کرتی ہیں۔ اس لیے میرے پرپوزل کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔" اس نے قدرے شرمندگی سے اعتراف کیا تھا۔

"ابرج صرف میرا ایک اچھا دوست ہے۔" اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں میں بے حد بے تکلفی تھی۔ جس طرح ساتھ تعلیمی مدارج طے کیے۔ سہروردی انٹرپرائزز جوائن کیا۔۔۔ آپ دونوں کو اکثر و بیشتر اکھٹے دیکھا تو یہی گمان ہوا کہ آپ دونوں لائف پاٹنر بننے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ایسے میں، میں آپ سے محبت کا اظہار کر کے اپنی محبت کی توہین نہیں کروا سکتا تھا۔" اس نے مزید تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

"ماما، پاپا ہی نہیں پھپھو کی بھی یہی آرزو تھی کہ میری اور ابرج کی شادی ہو جائے لیکن ابرج کے لیے میں نے اس طرح سے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔۔۔ کس کے لیے اس طرح سوچا وہ آپ کو بتا چکی ہوں۔۔۔ رہی بات ابرج کی تو اس نے بھی مجھے دوست اور بہن ہی سمجھا اور اس نے اسی لڑکی سے شادی کر لی جس سے محبت کی تھی اور میرا خیال ہے کہ اگر آپ کو لگتا تھا کہ میں، ابرج سے محبت کرتی ہوں تو یہ غلط فہمی ابرج کے نکاح کے بعد دور ہو جانی چاہئیے تھی اور آپ کو مجھ سے

کہنا چاہئیے تھا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" تفصیل سے حقیقیتیں بتا کر ایلیفیہ نے چپ بیٹھے ولید کی جانب دیکھا۔

"ہاں! مجھے کہنا چاہئیے تھا۔ لیکن! جس وقت ابرج کا نکاح ہوا میں اسپشیلائزیشن کے لیے لندن گیا ہوا تھا۔ جب میری واپسی ہوئی تب مجھے آپ کی منگنی اور ابرج کے نکاح کا ایک ساتھ پتہ چلا تھا۔ سوال کرنا تھا۔۔ دل کی بات کہنی تھی لیکن دل ہی بجھ گیا تھا۔۔۔ ہر تمنا مر گئی تھی۔۔۔ میں تو حواس کھو بیٹھا تھا۔۔ کچھ نہ کہہ سکا۔۔۔ کچھ نہ پوچھ سکا۔۔۔ فرسٹریشن کے ہاتھوں ٹانگیں ہی تڑوا بیٹھا۔۔۔" وہ گہری یاسیت سے کہتا، بات کے اختتام تک اپنا ہی مذاق بناتا۔ بے بسی سے ہنس دیا۔

ایلیفیہ اسے دیکھنے لگی۔ اس کا حسین چہرہ زردیوں کا گہوارا بنا ہوا تھا۔ اسے یاد آیا تھا کہ وہ کس قدر خوش شکل اور آئیڈیل قد کاٹ کا مالک تھا۔ اسے دیکھ لڑکیوں کا دل تھم تھم جاتا تھا۔ جب وہ قدم اٹھاتا تھا تو کتنی ہی لڑکیوں کے دل کچلے جاتے تھے۔ اس کی سحر انگیز آنکھیں کسی کو بھی دیوانہ بنا سکتی تھیں۔ لیکن قسمت نے کیسا وار کیا تھا۔ اس کا حسین چہرہ دُکھوں کی عملی تفسیر بنا ہوا تھا۔ آنکھیں خزاں کا خالی پن لیے کس قدر اداس تھیں، قدم اٹھنے سے انکاری تھے۔ اس کی حالت دیکھ ایلیفیہ کا دل کیا۔ وہ دھاڑے مار مار کر روئے۔

وہ کس قدر خوش قسمت تھی کہ کوئی اسے اتنا چاہتا تھا کہ اس کے ہجر میں خود کو عمر بھر کے روگ لگا بیٹھا تھا اور وہ اک سراب کے پیچھے بھاگتی منہ کے بل گری تھی۔ وہ یہ بھول نہیں پا رہی تھی کہ سید ابان بخاری جیسے چیونٹی کو نقصان پہنچانے سے ڈرنے والے انسان نے اس کا سوچا ہی نہیں۔ اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔۔۔ چاہے کوشش میں اس کی مجبوری کا ہاتھ تھا۔ لیکن! وہ اس کے لیے تو بے رحم ہو گیا تھا۔۔۔ اس کے سامنے پہنچا تھا۔ صرف نفرت کی التجا کرنے کو اور وہ نفرت تو نہیں کر پائی تھی۔ لیکن! محبت کی شدتوں میں یوں دراڑ پڑی تھی کہ دراڑیں خسارے سے بھر گئی تھیں۔۔۔ اک شدید عشق کو چھوتی محبت پر بے بسی و خسارے کے رنگ چڑھ گئے تھے۔۔۔ ابان دل سے نہ گیا لیکن دل کا دیا بجھ گیا تھا۔۔۔ دل میں اندھیرے یوں در آئے تھے کہ سید ابان بخاری کی محبت کے رنگ پھیکے پڑ گئے تھے۔ تصویر دھندلی پڑ گئی تھی۔۔۔ عشق کو جنون کھا گیا تھا۔۔۔ جنون کو بے بسی نے نگل لیا تھا۔۔۔ ہاتھ خالی تھے۔۔۔ دل کا دیا بجھا ہوا تھا۔۔۔ اس نے بہت چاہا تھا دل دیا بجھنے نہ پائے۔ لیکن! وہ ہار گئی تھی۔۔۔ محبوب ہی قاتل نکلا تھا۔۔ دل کا دیا جلانے کا موجد ہی دل دیا بجھانے کا سبب بن گیا تھا۔۔۔۔!

درد جھیلیں دکھ نہ بانٹیں
راس میری چنے نہ کاٹے

پیار دوارے پر میں بیٹھی
پتھر بن گئی آس میں تیری
بجھ نہ جائے یہ دل دیا
او بے دردی تجھے لاج نہ آئی
یہ کیا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ کیا کیا

ولید نے اس کی جانب دیکھا۔ ایلیفیہ آنکھوں میں آنسو لیے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ لب لرز رہے تھے۔ گال نم ہوتے جا رہے تھے۔ وہ پھولوں پر شبنم گرنے کا منظر دیکھ گم سا ہو گیا۔ ایلیفیہ کی پہلے سی رعنائیاں نہ رہی تھیں ۔ لیکن! آج بھی اس کا حسن توبہ شکن تھا۔ درد فراق کے جو کھٹن پل تھے۔ ان سے وہ نبرد آزمائی کر آئی ہے۔ یہ اس کے چہرے سے جان پانا ممکن نہ تھا۔ اس کی اداسیاں اس کے حسن کو الگ ہی رنگ دے گئی تھیں۔ اسے دیکھتے ہوئے ولید کے ذہن میں ماضی کے کسی لمحے نے سر اٹھایا تھا۔

کسی محفل میں وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے جب اس کے دوست نے کہا تھا کہ وہ دونوں ساتھ کھڑے بہت مکمل لگ رہے ہیں۔ اسے یہ سن کر کتنا دلفریب احساس ہوا تھا۔ اس نے دل سے دعا کی تھی کہ اس کے دوست کے منہ سے نکلی بات سچ ہو جائے۔ وہ ایک ہو جائیں۔ اس کی محبت کی تکمیل ہو جائے۔ لیکن! ہجر نے اسے گلے لگا لیا تھا۔ آج ہجر خود وصل امید کی کرن لے کر آیا تھا۔ لیکن! وہ خوش گمان نہیں ہو پا رہا تھا۔ وسوسوں نے اس کی خوش فہمیوں کو ہی نگل لیا تھا۔

"زندگی ویسے نہیں گزری ولید، جیسے میں نے سوچی۔۔۔ ویسے بھی نہیں گزر سکتی جیسی میں نے چاہی۔۔۔ میرے لیے من مرضی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔۔۔ اس لیے میں ایسا فیصلہ لینا چاہتی ہوں جو ماما، پاپا کو خوش کرے۔۔۔ جو ان کی تکلیفوں کا ازالہ بن جائے۔" ایلیفیہ نے کئی طویل ساعتوں کے بعد خاموشی کو توڑا۔

"جس وقت مجھ پر ابان کے عشق کا بھوت سوار تھا۔ سچ کہوں تو مجھے اس وقت پتہ چلتا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو میں خود غرض بن جاتی۔۔۔ آپ کی محبت محسوس کر لینے کا باوجود آپ کی محبت کو شرف قبولیت نہ بخشتی۔ جیسے ارمش کی محبت میری نظر میں تو اہم تھی لیکن دل محسوس نہیں کر پاتا تھا۔۔۔" رونے اور مستقل بولنے کے سبب گلا سوکھ گیا تھا۔ اس نے اپنا ادھ پیا پانی کا گلاس ٹیبل سے اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

"نور سے جب پتہ چلا کہ آپ میری محبت میں مبتلا رہے ہیں تو مجھے بہت دکھ ہوا مجھے لگا۔ شاید جانے انجانے میں جو دل توڑ بیٹھی تھی۔ ان کی سزا مجھے میری محبت سے جدائی کی صورت میں ملی ہے۔" گلاس کی اوپری سطح پر انگلیاں پھیرتی

۔وہ آنسو روکنے کی کوشش میں غلطاں تھی۔

"میں نے آپ کا کبھی برا نہیں چاہا ایلیفیہ، آپ سے کب، کیسے محبت ہوئی نہیں جانتا۔۔۔ میں نے آپ کا ساتھ ہر نماز میں مانگا۔۔۔ ہر اک دعا کا آغاز آپ تھیں۔۔۔ ہر اک دعا کا اختتام بھی آپ ہی تھیں۔۔۔ لیکن! جب آپ نے اپنی زندگی کے لیے اک ساتھی چن لیا تو میں نے آپ کے لیے صرف خیر اور خوشیاں ہی مانگیں۔۔۔ میں آپ کے لیے دعا گو رہا ۔یہ نہ جان سکا کہ آپ زندگی کے کس پل صراط سے گزر رہی ہیں۔ لیکن! یقین رکھیے آپ سے مجھے نہ پہلے کبھی گلہ رہا، نہ اب کوئی گلہ ہے۔۔۔ جن سے بے لوث محبت ہو ان سے گلہ نہیں کیا جاتا۔۔۔ اور یہ آپ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔" ولید کا لہجہ پر سکون و ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھتی۔۔۔ لب دبا کر بمشکل مسکرا دی۔

"گلہ تو مجھے اپنی قسمت سے بھی نہیں ہے۔ میں اپنی قسمت پر شاکر ہوں۔ میں اگر شادی نہیں کرنا چاہتی تھی تو وجہ اتنی سی تھی کہ مجھے لگتا تھا کہ دل میں کسی اور کو رکھ کر کسی اور کا گھر آباد کرنا یہ سراسر زیادتی ہو گی۔۔۔ لیکن اب میں نے اپنے والدین اور اپنے بہتر مستقبل کا سوچ کر شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے لیے آپ کو دو وجوہات کے سبب چنا ہے ۔۔۔" وہ گلاس ٹیبل پر منتقل کرتی۔ سانس لینے کو رکی۔

"اول: اس شادی سے ہمارے ولدین کے مابین ہو جانے والی دوریاں مٹ جائیں گی۔۔۔ دوم: آپ کا اور میرا دکھ مشترکہ ہے۔۔۔ ہم دونوں ہی کسی نہ کسی کمی کا شکار ہیں۔۔۔ ایک دوسرے کا سہارا بن سکتے ہیں۔۔۔ آپ میری کمی سے نظر چرا کر مجھے خوشیاں دے سکتے ہیں اور میں آپ کی کمی سے نظر ملا کر آپ کا گھر بسا سکتی ہوں۔۔" وہ کہتے ہوئے اتنی دیر میں پہلی دفعہ مکمل ذہن و دل کی آمادگی سے مسکرائی تھی۔ ولید کی نظر اس کے مسکراتے چہرے پر اٹھی اور ٹھہر سی گئی۔

جو اس کے چہرے پہ رنگ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر، ہوا ٹھہر جائے

وہ مسکرائے تو ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو باد صبا ٹھہر جائے

سبک خرام صبا چال چل پڑے جب بھی
ہزار پھول سر راہ آ ٹھہر جائے

وہ ہونٹ ہونٹوں پہ رکھ دے اگر دم آخر
مجھے گماں ہے کہ آئی قضا ٹھہر جائے

میں اس کی آنکھوں میں جھانکوں تو جیسے جم جاؤں
وہ آنکھ جھپکے تو چاہوں ذرا ٹھہر جائے

وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہ میں کچھ ایسا اثر تھا کہ اس کا چہرہ رنگ پکڑنے لگا تھا۔

"میں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا ہے ولید! کیونکہ میں آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہتی تھی۔" وہ ہاتھوں کو باہم مسلتے ہوئے اب کے منمنائی۔ اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہی ولید کے لبوں پر مسکان ٹھہر گئی تھی۔

"مجھے آپ کی سچائی بہت اچھی لگی ہے۔ آپ چاہتیں تو مجھے ہر اک بات سے لاعلم رکھ سکتی تھیں۔ لیکن! آپ کے اندر کی اچھائی نے آپ کو ایسے کرنے نہ دیا۔" وہ دھیمے سے بولا۔ وہ خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتی۔ نگاہ جھکائے بیٹھی تھی۔ ولید کے تبصرہ پر کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہ کیا۔

"میں آپ کی سچائی، آپ کی اچھائی کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن! میں، آپ سے اس سب کے باوجود شادی نہیں کر سکتا۔" اس نے بہت چونک کر ولید کی طرف دیکھا۔ جس کے لبوں پر اب تک مسکان تھی۔

"وجہ جان سکتی ہوں؟" اس کے لب میکانکی انداز میں ہلے۔

"مجھے آپ کے خلوص پر کوئی شک نہیں ہے۔ اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ قربانی آپ صرف پھپھو جانی اور پپا کے لیے دینا چاہتی ہیں۔" وہ ترنت بولا۔

"نہیں ولید اگر ماما اور مو جان کے لیے قربانی دینی ہوتی تو اتنا وقت ہرگز نہ گزارتی۔۔۔" وہ بھی فوراً سے بیشتر بول پڑی۔

"پھر مجھ اپاہج پر ترس کھانا چاہتی ہیں۔ آپ، ایلیفیہ آغا!" وہ تلخ ہوا۔

"ترس ہی کھانا ہو تو آپ ولید شفیق دنیا کے پہلے و آخری اپاہج انسان نہیں ہیں۔" وہ صاف گوئی کی انتہا کرتی اس کے چہرے پر سایے لہرا گئی۔

"میں آپ پر نہیں خود پر ترس کھانا چاہتی ہوں۔ میں آپ تک یہ سن کر نہیں آئی کہ آپ اپاہج ہو گئے ہیں میں آپ

تک یہ سن کر آئی ہوں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔۔۔ اور محبت کرنے والا انسان ہی اتنا باظرف ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے کی خامی و کمی کو نظر انداز کر دے۔۔۔" وہ بول رہی تھی کہ ولید اسے ٹوک گیا۔

"محبت تو میں نے آپ سے کی ہے نا تو آپ کس لیے اتنا ظرف دکھا رہی ہیں کہ میری کمی آپ کو نظر ہی نہیں آ رہی ۔۔۔ یہ نہیں سوچ رہیں آپ کہ ایک وہیل چیئر پر بیٹھا شخص آپ کو مکمل تحفظ اور خوشیاں نہیں دے پائے گا۔" وہ ایلیفیہ کی بات کاٹ کر قدرے ترشی و تلخی سے بولا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ آپ کی کمی ایسی ہے کہ نظر انداز کی جا سکتی ہے جبکہ میری کمی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں ہے۔۔۔ معذوری تو شادی کے بعد بھی نصیب بن سکتی ہے۔۔۔ شادی کے بعد اگر میں اندھی لولی ہو جاؤں تو آپ چھوڑ تو نہیں سکتے۔۔ یہی زندگی کی حقیقت ہے جسم پر لگی چوٹ نہ صرف نظر آتی ہے بلکہ مداوا بھی ممکن ہوتا ہے جبکہ میں تو روح پر زخم لیے بیٹھی ہوں۔ مداوا جس کا کوئی نہیں ہے منافقت سے بچنا چاہتی ہوں۔ اس لیے حقیقتیں بیان کر گئی ہوں۔ آپ چلنے سے محروم ہیں اور میں دل سے محروم ہوں۔" وہ صاف گوئی کی انتہاؤں پر تھی کیونکہ وہ نورالعین سے بات ہونے کے بعد اچھی طرح سوچ کر استخارہ کر کے یہاں پہنچی تھی۔ اللہ کی رضا سمجھ کر آئی تھی اس لیے جھوٹ کا سہارا نہیں لیا تھا۔

"آپ کی محرومی صرف آپ کو پتہ ہے ایلیفیہ، لیکن! میری محرومی تو صاف دکھائی دیتی ہے۔ زندگی کا اک لمبا سفر میری محرومیوں کے ساتھ طے نہیں کر پائیں گی آپ ۔۔۔ اور میں یہ چاہوں گا بھی نہیں کہ آپ ایک نامکمل انسان کی زندگی کا حصہ بن کر اپنی زندگی کو مشکل بنائیں۔" ولید نے اس کی سچائی پر دل کو جھکتا محسوس کیا تھا۔ لیکن! جب بولا تو بہت سچائی سے تھا۔ اس کی فکر میں ڈوبا لہجہ تھا۔ ایلیفیہ مسکرائی۔ خود کو کمپوز کیا اور پھر بولنے لگی۔

"میں خالی دل آپ کی زندگی میں شامل ہونا چاہتی ہوں۔ اتنا ظرف ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے دل میں اک تصویر کے کچھ رنگ ابھی باقی ہیں۔ آپ، مجھے اپنی شریک حیات بنا سکتے ہیں تو میں اسے اپنی خوش بختی سمجھوں گی۔ لیکن آپ ایسا نہیں کرتے تو میں یہ یہی سمجھوں گی کہ جیسے ابان میرا مقدر نہ تھے ولید شفیق کا ساتھ بھی قسمت میں ہی رقم نہ تھا۔" وہ بہت پرسکون لہجے میں بولی۔ اس کا پرسکون انداز ولید کو بہت اچھا اور خوش آئند لگا لیکن۔۔۔

"محبت کی ہے آپ سے ایلیفیہ اور اب جب میں آپ کو پانے کی امید کھو بیٹھا تھا۔ آپ زندگی کی نوید لے کر آئی ہیں تو انکار تو کفران نعمت ہو گا۔ لیکن! میں خود کو مجبور پا رہا ہوں کیونکہ میں آپ کے قابل نہیں رہا۔ آپ کو خوشیاں نہیں دے سکوں گا۔۔ ایک اچھا جیون ساتھی جو زندگی کے ہر موڑ پر قدم سے قدم ملا کر چلے بن نہیں سکتا۔۔۔۔" ولید کا لہجہ ہموار تھا۔ دل نے احتجاج کیا تھا۔ لیکن! وہ نظر انداز کر گیا کیونکہ وہ خود غرض نہ تھا۔

"میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی ولید، بس ایک التماس ہے کہ اپنے اور میرے بارے میں نہ سوچیں۔۔۔ میرے

مموجان اور اپنی پھپھو جانی کے بارے میں سوچیں۔۔۔ ہمارا رشتہ بہن بھائی کے رشتے میں در آنے والے فاصلے مٹا سکتا ہے ۔۔۔ آپ بھی خالی ہاتھ ہیں۔ میں بھی تہی دست ہوں۔۔۔ آپ مجھے اپنا لیں۔۔۔ میں آپ کو اپنا لیتی ہوں۔۔۔ ہم دو ادھورے لوگ ایک مکمل رشتہ بنا سکتے ہیں۔۔۔ زندگی یونہی بے مقصد گزر گئی ہے اب کیوں نہ ایک دوسرے کا سہارا بن کر زندگی کو ایک مقصد دے دیں۔۔۔ آپ کے پیش نظر میری خوشی ہو اور میرے پیش نظر آپ کی خوشیاں۔۔۔ بے غرض ہو کر صرف ایک دوسرے کا سوچیں۔۔۔ اپنے والدین کا سوچیں۔۔ زندگی کی خوشیوں پر آپ کا بھی حق ہے اور میں بھی اپنے حصہ کی خوشیاں اب پانا چاہتی ہوں۔۔۔ فیصلہ آپ پر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔۔۔ منتظر رہوں گی آپ کے جواب کی۔۔۔" وہ ہموار لہجے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خود اعتمادی و سکون سے بولی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ولید نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے خلوص دیکھا اور اک نتیجہ پر پہنچ گیا۔

"ایلیفیہ!" ولید کی آواز پر اس کے اٹھتے قدم رکے۔

"مما، پپا جیسے ہی عمرہ کر کے واپس آتے ہیں۔ میں انھیں آپ کے گھر اپنا رشتہ لے کر بھیج دوں گا۔ اس امید پر کہ اب انکار نہیں ہو گا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔ ایلیفیہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور مسکرا کر اسے دیکھتی واپس مڑی اور نکلتی چلی گئی۔ ولید کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکان ٹھہر گئی تھی۔

اے آفتابِ صبحِ بہاراں! سلام کر
دیوانے آ رہے ہیں شبِ غم گزار کے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایلیفیہ ولید کے گھر سے نکل کر ارمش چوہدری کے گھر پر آ گئی تھی۔ جس کی پیشانی پر دارالامان کندہ تھا۔ ابان اور ایلیفیہ کی پانچ ماہ کی انتھک محنت کے بعد کامیابی نصیب ہوئی تھی اور پچھلے دو ماہ سے دارالامان بڑی کامیابی سے چل رہا تھا ابھی تو آغاز تھا لیکن ایلیفیہ پر امید تھی کہ وقت کے ساتھ نیک نیتی سے قائم کردہ دارالامان شہر کا سب سے بہترین دارالامان بن جائے گا۔

ابان اور ایلیفیہ یہاں اکثر چکر لگاتے ہیں۔ عملہ ان کی بہت عزت کرتا ہے لیکن کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کارِ خیر کس نے سرانجام دیا ہے کیونکہ ان دونوں نے سیٹ اپ تیار کرنے کے بعد خود کو ہائیڈ کر لیا تھا۔

وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ارمش چوہدری زندہ بھی ہے کہ نہیں لیکن وہ ایک کارِ خیر انجام دے کر مطمئن تھے انھیں صلہ کی تمنا نہ تھی۔ لیکن اس بات کا یقین تھا کہ اس سب کا اجر ارمش اور اس کے والدین کو ضرور ملے گا۔

"ارمش! تمہاری محبت کا جو مجھ پر قرض تھا وہ میں نے اتار دیا ہے اور اب میں زندگی کے سفر میں آگے بڑھ رہی ہوں شاید یہاں دوبارہ نہ آؤں لیکن میں نے ابان کے ساتھ مل کر جو نیکی کی بنیاد رکھی ہے وہ تمھارے اور تمھارے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنے گی۔اس سے زیادہ چاہوں بھی تو میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔" وہ دارالامان کے دروازہ پر کھڑی ہو کر سوچتی وہیں سے پلٹ گئی تھی۔ گزشتہ مہینوں میں پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ اندر جانے کی بجائے، کبھی نہ آنے کے ارادے کے ساتھ باہر کے باہر سے پلٹ گئی تھی لیکن وہ اپنے ہر قدم سے مطمئن تھی۔ اپنے ضمیر کی عدالت میں سرخرو تھی۔

اس نے انسانیت کی جو مثال قائم کی تھی وہ رہتی دنیا تک باعث اجر تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ابان مجھے، ماما کی طرف جانا ہے۔" عابیہ اس کو کوٹ پہناتے ہوئے بولی۔

"خیریت ہے؟" وہ سوالیہ نگاہ سے بیوی کو دیکھنے لگا۔

"ماما کو رات سے بخار ہے۔" وہ کہتے ہوئے رو دی۔ احسن نے اسے کچھ دیر پہلے ہی بتایا تھا۔

"ٹھیک ہے میں آفس جاتے ہوئے ڈراپ کر دوں گا۔" وہ ترنت بولا۔

"میں، آج ماما کے پاس ہی رکوں گی۔" وہ منمنائی۔ ابان نے ناگواری سے اسے دیکھا اور کمرے سے نکل گیا۔عابیہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتی۔ قدرے غصہ میں عتبان کا سامان بیگ میں ڈالتی جس وقت ڈائننگ ہال میں پہنچی۔ نوراں بوا ناشتہ لگا چکی تھیں۔ ٹیبل پر ابان کے ساتھ مکنون بھی موجود تھی۔ اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔

"آپ لوگ ناشتہ کر لیں۔ میرا دل نہیں کر رہا۔" وہ ابان کی جانب دیکھے بنا۔ مکنون کے سلام کا جواب دیتی۔ مکنون کی طرف دیکھتے ہوئے، دھیمے لہجے میں بول کر پلٹ گئی۔ ابان کو غصہ تو بہت آیا لیکن ضبط کر گیا۔

"عابی کا موڈ خراب لگ رہا ہے۔" مکنون دھیمے سے بھائی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آنٹی کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے پریشان ہے۔ تم ناشتہ کرو۔" اس نے بتاتے ہوئے ناشتہ شروع کر دیا۔ در مکنون کو فکر تو ہوئی لیکن ابان کے ناشتہ شروع کر دینے پر وہ بھی خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔

"مکنون، اپنا خیال رکھنا۔ اللہ نہ کرے طبعیت اپ اینڈ ڈاؤن ہو تو مجھے کال کر لینا۔ میں شام تک آجاؤں گی۔" وہ ننھے عتبان کو گود میں لیے مکنون کے سامنے رک کر بولی۔ مکنون کی ڈیلیوری اسی منتھ کسی بھی دن متوقع تھی اس لیے عابیہ دھیمے سے اس کی فکر میں بولی تو در مکنون محض مسکرا دی۔

"ناشتہ کیوں نہیں کیا؟" ابان نے اس کے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی پوچھا۔

"میں، آپ کو ہر بات کا جواب دینے کی پابند ہر گز نہیں ہوں۔" وہ غصہ سے بولی۔ ابان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"آج جنگلی بلی اپنے پرانے روپ میں لگ رہی ہے۔ خیر ہے۔ کیا ہوا ہے؟" ابان اس کے غصہ کو بڑے آرام سے پی گیا اور بہت تحمل سے قدرے شرارتی انداز میں بولا۔

"مجھے سب گھر والوں پر غصہ آرہا ہے۔ ماما کی رات سے طبعیت خراب ہے اور مجھے بتایا تک نہیں۔" وہ بولتے ہوئے رو دی۔

"تم پریشان ہوتیں اور رونا دھونا کرتیں اس لیے کسی نے نہیں بتایا۔ میں آنٹی سے مل کر آیا تھا۔ بخار اور بی پی ہائی تھا۔ اللہ! نہ کرے طبعیت زیادہ خراب ہوتی تو میں خود تمھیں لے جاتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہ اسے ناگواری و شکوہ بھری نگاہ سے دیکھنے لگی۔

"کچھ بھی کیا تمھارا سوچ کر کیا لہذا ہر بات پر واویلا کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے اور تمھیں رات رکنے سے صرف مکنون کی وجہ سے منع کیا ہے لیکن تمھیں رکنا ٹھیک لگے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ابان نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ماما کا سن کر مکنون ذہن سے نکل گئی تھی لیکن آپ بے فکر رہیں، میں واپس آجاؤں گی۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی اور ابان نے دائیں ہاتھ میں موجود چیز عابیہ کی طرف بڑھادی۔ وہ حیرت سے دیکھنے لگی۔ ٹشو پیپر میں لپٹے بٹر لگے دو سلائس تھے۔ جو ابان اس کے ناشتہ نہ کرنے کے خیال سے لایا تھا۔ ابان کی اتنی فکر پر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ چہرے پر احساس تشکر بکھر گیا۔

"تھینک یو مائی سوئیٹ ہسبینڈ۔" وہ اس کے ہاتھ سے ٹشو پیپر پکڑتے ہوئے مسکرائی۔

"موسٹ ویلکم مائی جنگلی بلّی۔" ابان نے اس کی ناک کھینچی اور کار اسٹارٹ کر دی۔

"ابان، میری ایک بات مانیں گے۔" اس نے سلائس کھاتے ہوئے کہا۔

"اوہوں۔" ابان کا سارا دھیان ڈرائیونگ پر تھا۔

"مکنون کی ڈیلیوری نزدیک ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اب اس کے اور ابرج بھیا کے درمیان کی دوریاں ختم ہو جائیں۔" وہ ڈیش بورڈ پر رکھے ٹشو پیپر باکس سے ٹشو کھینچ کر ہاتھ اور منہ صاف کرتے ہوئے بولی۔

"تمھارے یا میرے چاہنے سے کچھ ممکن ہوتا تو آٹھ ماہ پہلے ہی سارے فاصلے مٹ جاتے۔ مکنون اپنے گھر چلی جاتی۔ آج تنہائیاں اور اداسیاں اس کا مقدر نہ ہوتیں وہ ابرج کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی کی جانب بڑھ چکی ہوتی۔" وہ آزردگی سے بولا۔

"جو پہلے نہیں ہوا وہ اب بھی نہیں ہو سکتا یہ تو کہیں نہیں لکھا ابان۔" وہ ترنت بولی۔

"ماما سے مل آؤ پھر کریں گے بات۔" اس نے تکلیف دہ موضوع سے جان چھڑانی چاہی۔

"ابان۔۔۔" اس نے اپنے ذہن میں گردش کرتے تمام تر آئیڈیاز ابان کے روکنے کے باوجود اس کے سامنے رکھ دیے۔

"اوہوں، چلو یہ بھی کر کے دیکھ لیں گے۔ تم ایسا کرنا ماما کی طرف رک جانا۔ میں نوراں بوا کو باقی سمجھا دوں گا۔" وہ عابیہ کی بات سن کر بولا۔

"اور آپ، ابان؟" وہ سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھنے لگی۔

"جب ضرورت ہوئی، میں آفس میں رک جاؤں گا یا پھر نعمانی ولاز آ جاؤں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔" وہ دھیمے سے بولا۔ اس کے بعد بقیہ سفر خاموشی سے کٹ گیا۔ ابان نے زبیدہ نعمانی کی خیر خیریت لی اور آفس چلا گیا۔ آفس سے واپسی پر وہ عابیہ کو لیے بنا گھر آ گیا۔

"بھیا، عابی، آپ کے ساتھ نہیں آئی؟" مکنون دھیمے سے پوچھ گئی۔

"آنٹی کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے تو مجھے عابیہ کو ساتھ لانا مناسب نہیں لگا۔" وہ جواب دے کر نوراں بوا کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے گیا۔

"بوا چونکہ اب عابیہ یہاں پر نہیں ہے تو آپ کو ہی مکنون کا خیال رکھنا ہو گا۔" وہ پانی پی کر گلاس واپس کرتے ہوئے بولا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا سوچنے لگی ہیں بٹیا؟" نوراں بوا نے اسے فکر مند ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بوا۔" وہ منمنائی۔

"مجھے معلوم ہے ڈاکٹر نے ڈیلیوری کی جو ڈیٹ دی ہے وہ ٹھیک دو دن بعد کی ہے۔ عابی بٹیا یہاں نہیں ہے لیکن بٹیا، آپ پریشان نہ ہوں وہ کل تک آ جائیں گی اور میں اور ابان بیٹا ہیں نا آپ کے پاس۔" نوراں بوا کا انداز تسلی دینے والا تھا۔

مکنون کچھ نہیں بولی۔ عابیہ اس کی دوست اور بھابھی تھی اس کا اسے بہت بڑا سہارا تھا ورنہ تو اسے اس حالت میں بھائی کے ساتھ ڈاکٹر کی طرف جانا اچھا بالکل نہیں لگتا تھا۔

"زندگی ابھی اتنی کٹھن ہو گئی ہے اگر ہمسفر سہارا دیتا تو دوسرے سہاروں کی مجھے ضرورت ہی نہ پڑتی۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

دو دن گزر گئے۔ عابیہ واپس نہیں آئی تھی۔ مکنون کی ڈیلیوری کا دن آن پہنچا تھا۔ دن کے چار بجے کا وقت تھا کہ

اسے برتھ پین اسٹارٹ ہوئی۔ ابان نے نوراں بوا سے کہا کہ وہ ابان کو کال کرے۔ نوراں بوا کو ابان پلان سے آگاہ کر چکا تھا اس لیے نوراں بوا نے ابان کو کال نہیں ملائی اور مکنون سے کہہ دیا کہ اس کا نمبر آف ہے جبکہ وہ ایک نمبر پر اطلاع دے کر جلدی پہنچنے کا کہہ گئی تھیں۔

"بوا بھیا کا نمبر تو کبھی آف نہیں ہوتا آپ دوبارہ ٹرائی کریں پلیز۔" وہ درد سے گزرتے ہوئے بولی۔

"بہت بار ٹرائی کیا ہے بٹیا لیکن ابان بیٹے کا نمبر ہی بند ہے یہاں تک کہ عابی بٹیا بھی فون نہیں اٹھا رہیں۔" وہ بے بسی سے بولیں۔

"بوا کچھ کریں پلیز درد سے میری جان نکل جائے گی۔" وہ درد کو ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتے محسوس کرتی بمشکل منمنائی۔

"بٹیا، عابی بٹیا اور ابان بیٹے سے تو رابطہ ممکن نہیں ہے اگر آپ اجازت دو تو میں ابرج بیٹے کو کال کروں؟" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

مکنون کے چہرے پر سایے لہرا گئے۔

"نہیں۔۔۔" اس کے لب ہلے جبکہ آنسو گرنے لگے۔

"بٹیا، معاف کر دینا تو اللہ کی صفت ہے۔ بہت وقت گزر گیا، گزری باتیں فراموش کر دو۔ ابرج بیٹے جیسے بھی ہیں۔ آپ کے شوہر ہیں۔ اس وقت آپ کو ان کی ضرورت ہے۔" وہ مکنون کا ہاتھ تھام کر دل گرفتگی سے، ناصحانہ انداز میں بولیں۔

"مجھے، ابرج کی ضرورت نہیں ہے بوا، جس شخص نے مجھے بیوی تو دور انسان بھی نہیں سمجھا۔ مجھے اس شخص کی ہمدردی و خیرات کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بھیا کے آفس کال کریں۔" وہ خود کو مضبوط بنا کر بولی۔

"ابرج بیٹے شرمندہ ہیں بٹیا معاف کر دو انھیں اور چاہے وہ آپ کے دل سے اتر گئے ہیں، آپ کو ان کی ضرورت نہیں ہے لیکن آپ کے بچے کو اپنے باپ کی ضرورت ہے اور ہمیشہ رہے گی۔" نوراں بوا نم لہجے میں بولیں۔ در مکنون کے آنسو گرنے لگے۔

"بٹیا، اللہ نہ کرے انا کی سربلندی کے لیے آپ کے بچے کو کچھ ہو گیا تو آپ خود کو معاف نہیں کر پاؤ گی۔ اس لیے بٹیا، بوا کی بات مان لو۔ ابرج بیٹے کو آواز دے لو، وہ آپ کے شوہر ہیں۔ اس بچے پر ان کا پورا حق ہے۔" بوا نے دھیمے سے نم لہجے میں مکنون کو سمجھایا۔

"آپ، ابرج کو کال کر دیں۔ انھیں کہہ دیں کہ بیوی کا تو خیال نہ کر سکے لیکن ان کے بچے کو ان کی ضرورت ہے

وقت پر آجائیں ہمیشہ کی طرح دیر نہ کریں کہیں کچھ اور پچھتاوے ان کا مقدر نہ بن جائیں۔" وہ درد سے کراہتے ہوئے بولی ۔ آنسو روانی سے آنکھوں سے گر رہے تھے۔ بوا کال تو پہلے ہی کر چکی تھیں۔

عابیہ نے یہی آئیڈیا دیا تھا کہ اگر وہ اور ابان منظر سے ہٹ جائیں تو مکنون، ابرج کو بلانے کے لیے مجبور ہو جائے گی۔

نوراں بوا نے اس سب میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کی طبعیت خراب ہوتے دیکھ ترنت ابرج کو کال کر دی تھی اور یہی کہا تھا کہ ابان اور عابیہ سے رابطہ نہیں ہو رہا اور مکنون کو ہاسپٹل لے جانا ہے۔ وہ جلدی سے بخاری ولاز پہنچ جائے۔ ابرج آفس میں تھا۔ آفس سے بخاری ولاز پچیس منٹ کی دوری پر تھا۔ جتنی دیر میں بوا اسے منانے میں راضی ہوئیں۔ ابرج پچیس منٹ کا سفر پندرہ منٹ میں طے کر کے پہنچا اور اسے لیے ہاسپٹل پہنچ گیا۔ ابرج نے ہاسپٹل پہنچ کر معصومہ سہر وردی کو بھی کال کر دی تھی۔ وہ آدھے گھنٹہ میں وہاں پہنچ گئی تھیں۔

"بوا، ابان اور عابیہ کہاں ہیں؟" معصومہ سہر وردی نے نوراں بوا سے پوچھا۔

"عابی بٹیا کی ماما بیمار ہیں وہ دو دن سے وہاں ہیں اور ابان بیٹا آفس میں ہوں گے۔ رابطہ کی کوشش کی لیکن رابطہ نہیں ہو سکا۔" نوراں بوا نے تفصیل بتائی۔

"ابان اور عابیہ اتنی لاپرواہی کا مظاہرہ کیسے کر سکتے ہیں۔ مکنون کو اس حالت میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ ابرج کو کال نہ کرتیں تو جانے کیا ہو جاتا۔" معصومہ سہر وردی حیرت و پریشانی سے بولیں کیونکہ ابان سے اتنی غیر ذمہ داری کی انھیں توقع نہ تھی۔

بہو کا فیصلہ انھیں پسند نہیں آیا تھا۔ انھوں نے اپنی سی کوشش بھی کی تھی لیکن ناکام ہو کر سب وقت پر چھوڑ گئی تھیں۔ ابرج تو رابطے میں نہیں تھا لیکن وہ اکثر بخاری ولاز کا چکر لگاتی رہتی تھیں۔ مقصد مکنون کی طبعیت سے باخبر رہنا تھا۔ مکنون ان سے محض سلام دعا ہی کرتی تھی لیکن وہ اس کی جانب سے مطمئن تھیں اور اس دن کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں جب وہ دادی کے مرتبہ پر فائز ہو جاتیں۔ انھیں پوری امید تھی کہ جب ابرج و مکنون کا بچہ دنیا میں آئے گا تو وہ اپنے والدین کے درمیان کے فاصلے مٹانے کا سبب بنے گا اور جس وقت ابرج نے انھیں فون کر کے کہا کہ وہ ہاسپٹل پہنچ جائیں کیونکہ مکنون ہاسپٹل میں ہے۔ ابرج کا کال کرنا انھیں خوش آئند لگا تھا اور نوراں بوا کے منہ سے یہ سن کر کے انھوں نے ابرج کو مکنون کے کہنے پر کال کی تھی ان کا دل سجدہ ریز ہونے لگا تھا۔ انھیں لگا تھا کہ کڑا وقت گزر گیا ہے۔ وہ گہری سوچ میں تھیں۔ امیدیں سر اٹھانے لگی تھیں۔

وقت تیزی سے گزرنے لگا تھا۔ لیبر روم کا دروازہ کھلا۔

"مبارک ہو جڑواں بچے ہوئے ہیں۔" نرس نے ابرج کے سامنے رک کر کہا۔ ابرج کے لب سے شکر ربی بلند ہوا۔

"میری بہو تو ٹھیک ہے نا؟" معصومہ سہر وردی کو مکنون کی فکر ہوئی تھی۔

"آپ کی بہو بالکل ٹھیک ہے کچھ دیر میں پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا جائے گا تو آپ مل سکیں گی۔" نرس مسکرا کر بولی تھی۔

دو نرسوں نے دو بچے (ایک لڑکا اور ایک لڑکی) ابرج اور معصومہ سہر وردی کو لا تھمائے۔ معصومہ سہر وردی نے پوتے کی پیشانی چومی۔ ابرج، بیٹی کو دیکھتا رو دیا۔ اس نے بیٹی کی پیشانی چومی تھی۔

"اس خوشی کے لمحہ پر ابان کا بھی بہت حق ہے لیکن وہ جانے کہاں ہے اس وقت، اس سے اتنی غیر ذمہ داری کی میں کبھی توقع ہی نہیں کر سکتی۔" وہ دھیمے سے بولیں۔ انھیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ابان اتنے حساس وقت میں لاپرواہی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

"ذہن تو میرا بھی یہ سب سمجھنے سے قاصر ہے لیکن میں تو بوا کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے بروقت اطلاع کر دی تھی۔" اس نے بیٹی، بوا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوراں بوا ان دونوں کی باتیں سن کر بھی خاموش تھیں انھوں نے بچی کو پیار کرتے ہوئے اچھے نصیب کی دعا دی تھی۔ انھیں ہاسپٹل آئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے انھیں مکنون سے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

معصومہ سہر وردی نے پوتے کو سنبھالتے ہوئے بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ سے اچھی امید رکھو۔ تمہاری اولاد، تمھارے رشتے میں پڑی دراڑ دور کر دے گی۔ یہ سمجھو برا وقت گزر گیا ہے۔ خوشیاں تمہاری اور مکنون کی منتظر ہیں۔" وہ پر امید تھیں۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔

"ماما، میں تو ایک بچے کی آس لگائے بیٹھا تھا اور اللہ نے تو مجھے اپنی رحمت و نعمت سے ایک ساتھ ہی نواز دیا ہے۔ جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔" وہ ماں کی گود میں موجود اپنے بیٹے کو دیکھ نم لہجے میں بولا۔ وہ مسکرا دیں۔

"اپنے بچوں کو لے کر جاؤ۔ یہی بچے مکنون کا دل نرم کرنے کا سبب بنے ہیں اور آگے بھی سب اچھا ہو گا۔" انھوں نے بیٹے کو مسکرا کر ہمت دلائی اور وہ بیٹی کو گود میں اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔

مکنون بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ وہ اسے پورے آٹھ ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اتنے پریشان نہ ہوں، ابان!" نوراں بوا نے مکنون سے تو یہی کہا تھا کہ ابان اور عابیہ سے رابطہ نہیں ہو رہا جبکہ انھوں نے ان دونوں کو ہی اطلاع کر دی تھی۔ جس وقت نوراں بوا نے ابان کو کال کی تھی وہ آفس سے نعمانی ولاز جا رہا تھا۔ اس کے دل کو کئی

دھڑکے لگ گئے تھے لیکن وہ سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر نعمانی ولاز پہنچ گیا تھا۔ وہ بہت خاموش تھا لیکن اس کے چہرے پر پھیلی فکر و الجھن عابیہ کے اضطراب میں گو کہ اضافہ کر گئی تھی لیکن وہ خود کو سنبھال کر اسے تسلی دینے لگی تھی۔

"بیہ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ یہ سوچ ناگ کی طرح مجھے ڈس رہی ہے کہ جیسے ہم نے چاہا ہے ویسے نہ ہوا تو کہیں مکنون اور ہمارے رشتے میں بھی فاصلے نہ در آئیں۔" وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

"ابان بعض دفعہ دوسرے کو سامنے لانے کے لیے خود کو پس منظر میں لے جانا بہت ضروری ہوتا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارا پس منظر میں جانا مکنون کی زندگی میں بہتری ضرور لائے گا۔" وہ ابان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پر امید لہجے میں بولی۔

"اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔" وہ سرد سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ عابیہ کچھ کہنے لگی تھی کہ وہ اسے ٹوک گیا۔

"بیہ، کچھ نہ کہو بس مکنون کے لیے دعا کرو۔" عابیہ چپ کر گئی تھی۔ ان دونوں کے درمیان خاموشی پھیل گئی۔

وہ دونوں لاؤنج میں موجود تھے۔ محسن اور عبرود پچھلے ہی ہفتہ عمرہ پر گئے تھے۔ اگلے ہفتہ ان کی واپسی تھی۔ زبیدہ نعمانی اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں۔ جبکہ حیدر نعمانی اور احسن نعمانی آفس اور اکیڈمی گئے ہوئے تھے۔

ایک دم ہی ابان کے نمبر پر نوراں بوا کی کال آنے لگی۔ پلاننگ کے بعد ابان نے نوراں بوا کو ایک موبائل فون لا دیا تھا اور اپنا اور عابیہ کا نمبر سیو کر کے انھیں سمجھا بھی دیا تھا۔ ان کی پرانی ملازمہ اس کڑے وقت میں بہت کام آئی تھیں۔ جیسے حیدر آباد میں کشمالہ و ساجد ان کے معاون ثابت ہوئے تھے۔ کشمالہ کو صرف اک ملال تھا کہ وہ چین جو ابان نے اسے دی تھی وہ ڈاکٹر میرب ہضم کر گئی تھی اس کا تو دل کیا تھا کہ وہ ہاسپٹل جا کر ڈاکٹر میرب سے ملے اور چین کی واپسی کا مطالبہ کرے لیکن اس کا قدم مکنون کے لیے کسی پریشانی کا باعث نہ بن جائے یہ سوچ کر اس نے ارادہ کو تکمیل کے درشن نہیں کرائے تھے۔

نوراں بوا نے جڑواں بچوں کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی۔ ابان کے لب سے بے ساختہ شکر ربی ادا ہوا۔

"مکنون تو ٹھیک ہے نا بوا؟" ابان نے فون عابیہ کو دے دیا تھا۔ اس نے خوشی سے کانپتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بٹیا بالکل ٹھیک ہیں۔ ابرج بیٹے کی والدہ بھی پہنچ گئیں ہیں ہاسپٹل۔۔۔ انھیں آپ لوگوں کی غیر موجودگی باعث تشویش لگی ہے لیکن سب کچھ بہت نارمل ہے۔ آپ لوگ چاہیں تو ہاسپٹل آ جائیں۔" نوراں بوا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ انھوں نے ابرج اور مکنون کی گفتگو تو نہیں سنی تھی لیکن جس مطمئن انداز میں معصومہ سہر وردی بچے کو ماں کے حوالے کر کے لوٹی تھیں وہ یہ بات بتانے کو کافی تھی کہ حالات ساز گار ہیں۔ ابرج سہر وردی کو اللہ اور مکنون نے اک موقع دے دیا ہے۔ تفصیل سن کر عابیہ کی آنکھیں احساس شکر سے نم ہو گئیں۔ اس نے فون بند کر کے ابان کو تمام تر تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ ابان کا چہرہ بھی اطمینان و خوشی کا مظہر بن گیا۔

"میں، عتبان کو لے کر آتی ہوں۔ ہم لوگ ہاسپٹل چلتے ہیں۔" وہ خوشی سے کانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ابان نے اس جے

جگمگاتے چہرے کی جانب دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"در مکنون جس دن اپنے گھر لوٹ گئی اس کے اگلے دن میں، تمھیں انشاءاللہ جہاں کہو گی وہاں لے جاؤں گا۔" اس نے بہت عرصہ سے سوچی ہوئی بات عابیہ سے کہی۔ اس کا روشن چہرہ کچھ اور روشن ہو گیا۔

عابیہ نے اس سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے جانا چاہتی ہے۔ اس لیے وہ کہیں اور جانے کے انتظامات کرنے کے بجائے۔ حج پر جانے کی کوشش شروع کر دے باقی ان کا نصیب !

ابان کو اس کی بات بے حد پسند آئی تھی۔ اس نے عابیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے نرمی سے دباتے ہوئے "ان شاءاللہ" کہا اور وہ دونوں اک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مکنون!" اس نے آواز پر آنکھیں کھولیں۔ دشمن جاں آنکھوں میں محبت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ آٹھ ماہ پہلے کی ندامت اور بے بسی کہیں نہ تھی صرف محبت اور امید تھی جو اس کی آنکھوں میں روشن تھی۔

"مجھے باپ کے رتبہ پ فائز کرنے کے لیے شکریہ !" وہ یوں نارمل انداز میں اسے مخاطب کر گیا جیسے ان کے درمیان اختلافات رہے ہی نہ ہوں۔ آٹھ ماہ کی جدائی ان سے ہو کر گزری ہی نہ ہو۔ ابرج نے سوچ لیا تھا کہ وہ گزشتہ کسی بات کو دہرائے بنا حال و مستقبل کو سنوارے گا اس لیے وہ بہت پر سکون تھا۔

"میں اپنے لیے تو سنگدل ہو گئی تھی لیکن اپنے بچے کی زندگی کا خیال مجھے آواز دینے پر مجبور کر گیا۔" مکنون نقاہت زدہ لہجے میں بولی۔ وہ مسکرا دیا۔ اس کے اطمینان کے لیے تو بس یہی کافی تھا کہ اسے اس کی دشمن جاں نے خود پکارا تھا۔۔ چاہے مجبوری میں ہی سہی لیکن اب وہ اس کی مجبوری کو اس کی چاہت و سکون کا سبب بنا دے گا۔ انشاءاللہ!

وہ بیٹی کو مکنون کے پہلو میں لٹا گیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو پیار کرنے لگی تھی کہ اسے بیٹے کی کمی محسوس ہو گئی۔ جس وقت نرس نے اسے دو جڑواں بچے دکھائے تھے۔ قلب کیسی طمانیت سے بھر گیا تھا۔ عابیہ نے تو ڈاکٹر کے مشورے پر مکنون کو الٹراساؤنڈ کروانے کا کہا تھا لیکن وہ نہیں مانی تھی اور آج جڑواں بچے پا کر وہ بے حد خوش تھی۔ یہ خوشی جو اسے ملی تھی اتنا تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ لیکن انسان کہاں اپنے رب کی حکمت کو سمجھ پاتا ہے۔ اللہ انسان کو آزماتا ہے تو اس کی امیدوں سے زیادہ نواز بھی تو دیتا ہے۔

"میرا بیٹا کہاں ہے؟" وہ پوچھ گئی۔

"ماما کے پاس ہے اور وہ باہر ہیں۔" ابرج نے بتایا۔

"بھیا اور عابی نہیں آئے؟" مکنون نے پوچھا۔ ابرج نے نفی میں جواب دے دیا۔

http://paksociety.com

"ہماری بیٹی کتنی پیاری ہے نا مکنون ؟" وہ وارفتگی سے بیٹی کو دیکھتی۔ اس کے من موہنے گلابی چہرے کو چوم رہی تھی کہ ابرج کی آواز پر چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ماشاءاللہ ! بہت پیاری ہے۔" وہ مطمئن سی مسکرائی تھی۔

"اللہ ! بخت بلند کرے۔" ابرج نے بیٹی کو دل سے دعا دی تھی۔ مکنون کے دل سے "آمین" بلند ہوا۔

"میرا پوتا کونسا کسی سے کم ہے۔ میری پوتی اگر پریوں سی ہے تو پوتا شہزادہ ہے بالکل۔" معصومہ سہروردی کمرے میں آتے ہوئے بولیں۔

بیٹے اور بہو کو نارمل انداز میں باتیں کرتے دیکھ دل کیسا خوشی سے بھر گیا تھا یہ بس وہی جانتی تھیں۔ انھوں نے پوتا بہو کی گود میں دے دیا تھا۔

"ماشاءاللہ !" بیٹے کو پہلی دفعہ دیکھا تھا تو تب اس نے دل سے دعا کی تھی کہ اس کا بیٹا اس کے بھائی پر جائے اس کی جیسی عادات و صفات کا مالک ہو اس وقت بھی اس نے بیٹے کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے یہی دعا کی تھی جبکہ بیٹی کو گود میں لے کر اس نے نیک بخت ہونے کی دل سے دعا کی تھی۔

"تم لوگ سنبھالو اپنے بچوں کو میں صدقہ خیرات کر کے آتی ہوں اللہ نے تمام مشکلات دور کر کے خوشی کے دن لوٹائے ہیں۔" معصومہ سہروردی بہو کی پیشانی چوم کر اسے دعائیں دیتیں کمرے سے نکل گئی تھیں۔

مکنون ! گھر چلو، میرا گھر تمھارے بنا خالی و بہت سونا ہے اور میں تم بن بہت ادھورا ہوں۔ میری زندگی میں لوٹ کر میرا خالی گھر اور ہجر زدہ دل آباد کر دو۔" اس نے اپنے بچوں میں مگن مکنون کو پکارا تھا اور اس کے متوجہ ہوتے ہی اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے التجا کی تھی۔

"آپ پر ایک بار پھر بھروسہ کر کے آپ کی زندگی میں لوٹ رہی ہوں۔ اب بھروسہ نہیں توڑیے گا ابرج۔" بولتے ہوئے آواز بھرا گئی۔ آنسو نکل پڑے۔

"مکنون، انشاءاللہ میں تمھیں اب کوئی شکایت کا موقع نہیں دوں گا اور ہم مل کر محبت کے دیے جلائیں گے۔" وہ اس کے آنسو پوروں پر چنتے ہوئے بولا۔ وہ ابرج سہروردی پر یقین کر کے مسکرا دی۔

دل ہی دل میں اس نے اپنے بھائی اور بھابھی کو مخاطب کیا۔

"بھیا، آپ کے اور عابی کے منظر سے غائب ہونے کو کوئی کچھ بھی سمجھے لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ آپ لوگوں کی پلاننگ ہے تاکہ میں اپنے گھر اور ابرج کی زندگی میں لوٹ جاؤں۔ میری اولاد باپ کے ہوتے ہوئے باپ کی کمی کا شکار نہ ہو۔" ابرج اس سے کچھ اور بھی کہہ رہا تھا لیکن اس کا دھیان نہیں تھا۔ وہ نم ہوتی آنکھوں سے سوچے گئی۔

"میں شاید واپسی کا فیصلہ آج بھی نہ کر پاتی لیکن بھیا، آپ کے خلوص اور بے لوث کاوشوں کو میں اب کے نظر انداز نہیں کر سکی۔ میں نہیں جانتی کہ ابرج بدل گئے ہیں یا نہیں لیکن میں اب کوئی حماقت کرنے کے بجائے کسی دوست نما آستین کے سانپ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی ماما جان کی تربیت پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی اور صبر و حوصلہ سے اپنے گھر اور چار دیواری کو سجاؤں گی۔" اس نے عزم کیا تھا اس کی محویت و کھویا کھویا انداز محسوس کر کے ابرج نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونک کر ابرج کو دیکھنے لگی۔ جو آنکھوں میں محبت کا دیا روشن کیے اسے پورے حق اور بھرپور چاہت سے دیکھ رہا تھا۔

"دل ایک بار پھر ان آنکھوں پر یقین کرنے کو ہمک رہا ہے۔۔۔ دل کہتا ہے کہ اس بار انا کی نہیں محبت کی جیت ہو گی۔۔ دل کا دیا کبھی نہیں بجھے گا۔" اس کی آنکھوں میں محبت محسوس کر کے مکنون کے ذہن و دل خوش فہم ہوتے اسے خواب دکھانے لگے۔

"در مکنون، میں نے تم سے، صرف تم سے محبت کی ہے۔۔۔ تم میری زندگی کا اثاثہ اور میری محبت کا یقین ہو۔۔۔ ماضی تلخ سہی لیکن حال و مستقبل انشاءاللہ بہت منور ہو گا اور یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" ابرج نے اس کی محویت سے تکتی نگاہوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ وہ جھینپ سی گئی اور ابرج نے محبت سے کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ در مکنون نظریں جھکا کر مستقبل کے سنہرے خواب سجانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اپنی قیمتی آراء کامنٹ باکس میں ضرور دیں۔۔

http://paksociety.com